آئینۂ ربوبیت

مدح خیرالوریٰ

سیدہ حفیظۃ الرحمٰن

بسم الله الرحمن الرحيم

وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ

سورة المائدة ٦٨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ ربوبیّت

مدح خیر الوریٰ

سیدہ حفیظۃ الرحمٰن

بسم الله الرحمن الرحيم

كل بركة من محمد (صلى الله عليه وسلم)

فتبارك من علمه وتعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پاک محمد مصطفیٰ
نبیوں کا سردار

سیدنا حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا

ایک القاء

میں آپ سے کہتا ہوں کہ اے حضرت لولاک
ہوتے نہ اگر آپ تو بنتے نہ یہ افلاک
جو آپ کی خاطر ہے بنا آپؐ کی شے ہے
میرا تو نہیں کچھ بھی یہ ہیں آپ کے املاک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اِهْدَاء

میں اپنی یہ کوشش فخرِ موجودات محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کرتے ہوئے آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام منسوب کرتی ہوں اور عاجزانہ دعا کرتی ہوں کہ خداوند کریم میرے والدین سیّد حافظ عبدالرحمٰن و سردار بیگم اور میرے سُسر محترم میر مرید احمد تالپور کو قربت رسولؐ مقبول عطا فرمائے کہ جنہوں نے احمدیت کا پودا لگا کر ہمیں وہ راہیں دکھائیں جو سیدھی خدا تعالیٰ سے جا ملاتی ہیں۔ میں ملتجی ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ ان رضا کی راہوں کو ہمیشہ قریب تر رکھنا۔ آمین' اور اپنے لطفِ بے پایاں سے ہمیں نوازتے رہنا۔ ثم آمین

والسلام

طالبہ دعا

حفیظۃ الرحمٰن

بیگم میر مبارک احمد تالپور

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنے محسنوں کے لئے دعا کا موقع عطا کیا۔ الٰہی تیرے پیاروں پر ہزاروں رحمتیں نازل ہوں کہ جن کے کلام اور عظیم فرمودات سے میں نے آئینہ ربوبیت کو سجایا ہے۔ آمین

میرے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا اور توجہ نے مجھے ہمت عطا کی کہ میں نے مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم اور محترم پیر صلاح الدین مرحوم کے "القصیدہ" سے استفادہ کیا۔ اور میرے شکریے کے مستحق محترم الحاج مسعود احمد خورشید صاحب ہیں جنہوں نے کئی پہلوؤں سے میری راہنمائی کی اور جب قلم نثر لکھتے لکھتے تھک گیا تو مرحومہ سعدیہ آغا کی نانی جان محترمہ اصغری نور الحق صاحبہ کے منظوم کلام نے اسے سہارا دیا اور محترم میر مبارک احمد تالپور صاحب نے نظرثانی کر کے میرے لئے بہت آسانی پیدا کر دی۔

پس اے میرے مولیٰ کریم! اپنے فضل بے پایاں سے میرے تمام محسنوں کو وافر حصہ عطا کر کہ تیری رحمت کے ٹھنڈے سایے ان کا مقدر بن جائیں۔ آمین اور میرے تمام کام آسان کر دے ثم آمین۔

سیدہ حفیظۃ الرحمٰن

عرض حال

محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیسا پیارا نام ہے جس کا ایک ایک حرف لکھنے سے دل کو تسکین ملتی ہے۔ یہ تسکین ہی تو میرا اثاثۂ حیات ہے۔ میری یہ دیرینہ خواہش تھی کہ سلطان القلم احمد علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبارک تحریرِ القصیدہ کے نور کو نثر میں پیش کروں کہ تنظیم بھی نہ ٹوٹے اور تسلسل بھی قائم رہے۔ چنانچہ کئی بار میں نے قلم اٹھایا لیکن کم ہمتی آڑے آتی رہی بالآخر خداوندِ عالم نے میری مدد کی اور بزرگوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا موقع عطا کیا۔ 1993ء میں نگینے لوگ کی تصنیف و اشاعت میں کچھ ملکی تشویش سامنے آئی اور کچھ ذاتی حالات نے مجبور کیا تو میں واشنگٹن ڈی سی کے مشن ہاؤس میں جا ٹھہری۔ گھر سے دور تنہا تھی اور سازگار دینی ماحول تھا احمدیہ کتب میسر تھیں میں نے القصیدہ کو اپنی بساعت کے مطابق حفظ کیا۔ اگرچہ بغرض دعا میں اکثر پڑھتی تھی مگر اس کے اندر کتنے خزینے ہیں یہ کبھی سوچا نہ تھا۔ اس لئے میں نے محسوس کیا کہ اس دُرِ مکنون کو اور ان صداقتوں کو جو اشعار کی امین ہیں کچھ اس طرح پیش کروں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عشقِ رسولؐ بھی مستند نمونے سے واضح ہو جائے۔

چنانچہ

القصیدہ کی تشریح و تحویل کو واشنگٹن ڈی سی کے مشن ہاؤس سے 1993ء میں شروع کیا اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ اپنی پسند کے سب سے پہلے ایک شعر لاشک ان محمدؐ خیر الوریٰ کی تشریح کئی رنگوں میں کی۔

لیکن یقین کریں کہ

القصیدہ ایک جہاد ہے اور دورانِ جہاد میں عجیب و غریب کیفیات میں سے گزری۔ جن کے لئے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ دراصل یہ کچھ ابتلاء تھے اور میری آزمائش تھی سو الحمد اللہ میں نصرتِ ایزدی سے سنبھل گئی۔ 1994ء دسمبر میں M.I کے حملے سے بیمار ہوئی مگر پھر خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب سیّد الوریٰؐ کے صدقے مجھے صحت و ہمت عطا کی۔ الحمدللہ۔ بیشک القصیدہ کا لکھنا، پڑھنا، حفظ کرنا اور ورد کرتے رہنا ایک جہاد ہے۔ چنانچہ ہر شعر سے پہلے عموماً میں وضو کر کے دو نفل ادا کرتی تشریح و تفصیل شروع کرتی اور زیر لب درود شریف دہراتی رہتی تھی اور آج خدا کا شکر کن لفظوں سے ادا کروں کہ ادائیگی کے لئے حرف کوئی نہیں ملتا۔ سبحان اللہ کہہ کر سجدہ ریز ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود سلطان القلم کی مبارک تحریر تکمیل کے مراحل میں داخل ہو گئی۔ الحمد اللہ علی ذالک۔

آپ نے اپنے محبوب حضرت خیر الوریٰ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مدح اس نمونے سے کی ہے کہ ہر لفظ خوبی بیان کرتے ہوئے شروع ہوتا ہے۔
اور رفعت چھوڑتے ہوئے ختم ہوتا ہے۔ بیشک ہر شعر آپؐ کے چہرہ کے نور
کو کائنات میں بانٹتا ہوا ملتا ہے اور یہی مدعائے مسیح موعود ہے۔ مجھے معترضین
کی عقل پر حیرت ہوتی ہے کہ امام زماں مسیح موعود علیہ السلام کا ٹھاٹھیں مارتا
ہوا محبت کا سمندر انہیں نظر کیوں نہیں آتا؟ اگر یہ کفر ہے تو کیسا پیارا کفر
ہے۔ خدا تعالیٰ یہ پیار سب کو نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
درثمین

سیدہ حفیظۃ الرحمٰن

جدوی اوکھا ویلا آیا
میرے کم ہمیشہ آیا
تیرے پیار دا ٹھنڈا سایہ

مقدمہ

جب خالقِ کُل نے تخلیق کے تمام کمالات باعتبار خلق و خُلق مکمل کر لئے
تو دنیا میں ایک ارفع و عظیم تخلیق کی شہادت دینے کے لئے ایک لاکھ چوبیس
ہزار انبیاء کو گاہے بگاہے نازل فرمایا۔ جنہوں نے اس عظیم تخلیق کی بھرپور
شہادت دی اور بمطابق پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے جب موعودؐ کامل کو نازل فرمایا تو
مدح و ستائش کے تمام دریچے آپؐ کے لئے کھول دیئے۔ کیونکہ خود خداوندِ
عالم اپنی اس تخلیق پر نازاں تھا۔ چنانچہ کبھی رحمیت کے خلق سے سنوار کر
مذکر و رؤف کے لقب سے مزین کیا' کبھی طٰہٰ اور یاسین سے مخاطب کر کے
رفعت کا اعلیٰ مقام عطا کر دیا اور کہیں مدثر و مزمل سے ملقب کر کے بشریت
کے تقاضوں میں جکڑ دیا۔ المختصر خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو نور
السموات والارض کہہ کر دنیا و آخرت کی کوئی بھی جہت خالی نہ
چھوڑی جہاں آپؐ کا ورد نہ ہوتا ہو حتیٰ کہ اپنے بائیں طرف تا ابد مقامِ محمود
پر لا کھڑا کیا۔ جبکہ خود خدا تعالیٰ مقامِ احد پر کھڑا تھا۔

اور پھر

مدح کی انتہاء کر دی کہ سرور کائنات کو تمام انبیاء کا نگہبان بنا کر آپ کی
صداقت پر ایسی مہر لگائی کہ تمام جن و انس کے لئے شافع محشر بنا ڈالا۔ جیسے کہ

قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا

سورہ مریم آیت 88

"یعنی اس دن کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہو گا۔ سوائے اس کے جس نے خدائے رحمان سے عہد لے چھوڑا ہے۔"

اور جیسا کہ

"حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب تمام انبیاء شفاعت سے انکار کریں گے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا اے محمدؐ رسول اللہ سجدہ سے اپنا سر اٹھا اور اللہ تعالیٰ سے مانگ کہ تجھے دیا جائے گا اور اس کے بندوں کی شفاعت کر کہ تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔"

اسی طرح اگرچہ قرآن مجید میں فرمودہ تمام ابواب مدح وسیع و عریض ہیں اور ہر زاویہ مدح عظمت کا ایک مینار ہے اور میرے لئے کشش کا موجب۔ جو خدا تعالیٰ کا فرمان ہے وہ یہ ہے۔ کہ

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

یعنی

وہ رسول جو امیوں میں بھیجا گیا انہیں پاک کرتا ہے اور کرتا ہی رہے گا اور

انہیں کتاب سکھلاتا ہے اور سکھاتا ہی رہے گا۔ وہ حکمت عطا کرتا ہے اور لوگوں میں حکمت بانٹتا ہے اور تا قیامت بانٹتا ہی رہے گا۔

گویا

اپنے پیارے کا درجہ اتنا بلند کیا کہ آپؐ کا مشن جاری و ساری رہنے کا اعلان عام کر دیا اور اس طرح اپنے محبوب رسولؐ کی قوّتِ احیاء کو ابدی مقام عطا کیا۔ یعنی اپنے محبوب کے لئے خدا تعالیٰ کا یہ دعویٰ ہے کہ میرا رسولؐ علم و عرفان اور حکمت کے خزانے تا قیامت لٹاتا رہے گا۔ وہ لوگوں کو زندہ کرے گا اور نہ صرف زندہ کرے گا بلکہ زندگی بخش بھی بنا دے گا۔ آپؐ کی وفات فنا نہیں لائے گی۔ بلکہ آپ کو غیر فانی کر جائے گی۔ اگرچہ بشری تقاضہ کے مطابق جسمانی طور پر آپؐ دنیا سے چلے جائیں گے لیکن آپؐ کی روحانی زندگی قیامت تک کسی نہ کسی شکل میں رونما ہوتی رہے گی۔ اور یہی قوّتِ احیاء ہے۔ جو حیی و قیوم خدا سے منعکس ہو کر ایک انسان کو زندگی بخش بنا گئی ہے۔

پس

یہی قوّتِ احیاء متقاضی تھی کہ کوئی آپؐ کا فیض یافتہ شخص علم و عرفان سے جھولی بھر کر گھر گھر اور شہر شہر کائنات میں بانٹتا پھرے۔------

چنانچہ حضرت اقدس مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود علیہ السلام جو آپؐ کی

قوتِ احیاء کے نتیجہ میں تشریف لائے تھے۔ ہر دل و دماغ پر نور کو مسلط کرتے ہوئے ملتے ہیں اور اس قصیدے میں بھی آپ نے اپنے محسن اعظم محمدؐ مصطفیٰؐ کا جلوہِ حسن، جرات دلیری اور استقامت، ابدی فیض اور علم و عرفان کو کمال شان سے بیان فرمایا ہے۔ آپ ہمیں ایسی نور کی بستی میں لے گئے ہیں جہاں ہمیں چہار اطراف میں رحمتِ ربِّ کریم نصیب ہوتی ہے۔

آیئے آج ہم بھی اپنی پہلی فرصت میں حضرت اقدس مہدی موعود علیہ السلام کا عشق حقیقی اور اجلی و اصفی بے پناہ محبت کو چل کر دیکھتے ہیں۔ بے شک آپ نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ احمدؐ مجتبیٰ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والوں کے سردار تھے اور مجمع الانوار تھے۔

رحمتیں پیارے نبیؐ پر ہوں سدا اور بے شمار
وہ رہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں کامگار
آمین

محبت کی نظر میں

مقدمے سے پہلے اک محبت کی نظر القصیدہ لکھنے والے سلطان القلم، کے شب و روز پر ڈال لیتے ہیں۔ تا آنکہ اس محبت کی گہرائی تک جانچ ہو جائے۔

اگرچہ یہ تحریر باعثِ طوالت ہو گی کہ میں حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تمام ذاتی زندگی پر کچھ صفات لکھ ڈالوں۔ یہی بہتر ہو گا کہ یہ کہہ کر آگے چلتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تعالیٰ کے درویش بندے اور فنافی اللہ وجود تھے۔

محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حد درجہ پیار کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ سے پیار کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے محبوبؐ کے صدقے اللہ نے آپ کو اپنی تخلیق الاولؐ کا سایہ بنا ڈالا۔ بس پھر کیا تھا حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی تمام حیاتی قرآن پاک کو سینے سے لگا کر تفسیر و تفصیل کے ذریعے اپنے لوگوں کے سینوں میں اسے منتقل کر دیا اور خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کا سچا ثبوت دیا۔

کیونکہ

آیئے!

دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کے لئے کتنی غیرت تھی قرآن

مجید سے کتنا شغف تھا اور حضرت رسولؐ پاک احمد مجتبیٰ سے کتنا عشق تھا۔ رسولؐ پاک کی محبت اور عشق رسولؐ کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ بات القصیدہ کے 70 اشعار کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ جو ہر شعبہ زندگی اور ہر زاویہ اخلاق کو کھول کھول کر بیان کرتی ہے محبت کا یہ اتنا عظیم ثبوت ہے کہ مثالوں سے اختصار کے ساتھ وضاحت ناممکن ہے۔

بچپن سے لے کر وفات تک آپ کا یہی منصب رہا کہ "میں نے جس کا نوکر ہونا تھا اس کا نوکر ہو چکا ہوں۔" (ا) جبکہ ادھر آپ کے والد محترم مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم و مغفور آپ کے لئے کسی نہ کسی ملازمت کے لئے فکر مند رہتے۔ مگر آپ کی طبیعت ملازمت سے کراہت کرتی تھی۔ اس لئے ایک دن سے زیادہ ملازمت نہیں کی کیونکہ آپ کی فطرت کسی اور کام کے لئے وضع ہوئی تھی۔

ایک دفعہ آپ کے والد صاحب نے مرزا اسماعیل بیگ سے دریافت کیا۔

"سنا! تیرا مرزا کیا کرتا ہے؟

تو مرزا اسماعیل بیگ سناتے ہیں کہ "میں کہتا وہ قرآن دیکھتے ہیں۔ اس پر وہ کہتے کبھی سانس بھی لیتا ہے (مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت سے فارغ بھی ہوتا ہے؟) پھر یہ پوچھتے کہ رات کو سوتا بھی ہے میں جواب دیتا کہ ہاں سوتے بھی ہیں اور اٹھ کر نماز بھی پڑھتے ہیں اس پر مرزا صاحب کہتے ہیں اوروں سے کام لیتا ہوں۔ دوسرا بھائی کیسا لائق ہے۔ وہ معذور ہے"۔

تو یہ مرزا غلام احمد قادیانی تھے جن کے مشاغل بجز عبادات الٰہی و ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مجید اور کچھ نہ تھے۔ آپ کو یہ عادت تھی کہ عموماً" ٹہلتے

شمائل احمد صفحہ 13

رہتے اور پڑھتے رہتے۔ دوسرے لوگ جو حقائق سے ناواقف تھے۔ وہ اکثر آپ کے اس شغل پر ہنسی کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت پر تدبر اور تفکر کی بہت عادت تھی۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک قرآن مجید تھا۔ اس کو پڑھتے اور اس پر نشان کرتے رہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید دس ہزار مرتبہ اس کو پڑھا ہو گا۔"

گویا

"حضرت اقدس کو قرآن مجید کی ایک ایک آیت سے محبت تھی اور آپ درد مند اور علم و عرفان سے بھرپور دماغ سے آیات کو سوچتے اور پڑھتے تھے۔ ہر آیت سے معلوم ہوتا تھا کہ محبوب اپنے محب سے گفتگو کر رہا ہے یا مشغولِ گفتگو ہے۔" اسی طرح حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کو روتے دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آپ اپنے خدام کے ساتھ سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور ان دنوں منشی حبیب الرحمٰن حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے حضور سے عرض کیا کہ حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف سنایا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اگرچہ حضرت عبدالکریم صاحب کی وفات پر میں نے بہت غور سے دیکھا تھا مگر میں نے آپ کو روتے ہوئے نہیں پایا حالانکہ آپ کو مولوی صاحب کی وفات کا نہایت سخت صدمہ تھا۔

لیکن حقیقت ہے کہ آپ مصائب اور مشکلات میں کوہِ وقار تھے۔ لیکن شجاعت و قوت اور اطمینان کے باوجود آپ رقیق القلب بھی تھے اور رقیق القلبی کسی کمزوری کے نتیجہ میں نہیں تھی بلکہ انتہائی ہمدردی اور محبت کا ثمر تھا۔

"آپ کو ایک مطمئن قلب اور معرفت کی مسرت و انبساط سے معمور دل دیا گیا تھا جو اطمینان اور سکینت کی لہریں ہر طرف بجلی کی لہروں کی طرح پھیلا رہا تھا۔"

چنانچہ

خدا تعالیٰ کی محبت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام اتنا بلند تھا کہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا "مجھے زیادہ غیرت اس بات میں ہے کہ کیا ہمارے حقیقی پیارے کے مقابل پر کوئی اور ہونا چاہئے؟ ہمیشہ سے میرا دل یہ فتویٰ دیتا ہے کہ غیر سے مستقل محبت کرنا (جس سے للّٰہی محبت باہر ہے) خواہ وہ بیٹا ہو یا دوست کوئی ہو ایک قسم کا کفر اور کبیرہ گناہ ہے۔ جس سے اگر نعمت و رحمتِ الٰہی تدارک نہ کرے تو سلبِ ایمان کا خطرہ ہے۔ (1)

چنانچہ یہ تو ساری صداقتیں اور حقیقتیں اس وقت سامنے آئی ہیں جبکہ کسی احمدی کے ہاتھ میں قلم ہے آیئے اب یہ قلم کسی غیر از جماعت کو دے کر دیکھتے ہیں کہ وہ کیا بیان کرتے ہیں اور کسی چیز کی تکمیل کے لئے دونوں رخ دیکھنے اور سننے ضروری بھی ہوتے ہیں۔ تو بہت سی آراء میں سے صرف ایک کا ذکر ہی ہمارے لئے کافی ہو گا کیونکہ ہم نے تو صرف عاشقِ صادق محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فقط تعارف حاصل کرنا ہے تو سنیئے!

---

(1) سیرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 205

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ

"مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز ہے۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا ہے۔ بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور محنتی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں۔ پاؤں میں جرّاب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً" 66 سال ہے تو یہ ہاتھ جس نے قلم تھامی ہوئی تھی ابو النصر مولانا غلام یاسین برادر مولانا ابو الکلام آزاد کا تھا۔" (بدر 25 مئی 1905ء)

اب میری رائے ہے کہ تعارف کو حتمی رنگ دینے کے لئے ہم سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتی رائے بھی پڑھ لیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں میں وہ درخت ہوں کہ جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔۔۔ اے لوگو! تم یقیناً" سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں۔ تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے۔ تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب

تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے۔

پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو

کاذبوں کے منہ اور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ نہیں چھوڑتا...... جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اس طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً" سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔"

تحفہ گولڑویہ صفحہ 23-12

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام الامام ____ امام الکلام

القصیدہ کے متعلق چند جملوں میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتی رائے۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ ایک عمدہ اور لطیف قصیدہ ہے۔ جو ادبی لطائف اور عربی زبان کے نفیس جواہر ریزوں سے پُر ہے اور میرے آقا اور سردارِ دو جہاں حضرت خاتم النبیین محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا گیا ہے۔ جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے کتابِ مبین میں بیان فرمائی ہے۔ اے اللہ! ان پر قیامت تک تیری رحمت اور سلامتی نازل ہو اور یہ قصیدہ میری رکی ہوئی طبیعت اور بجھی ہوئی ذہانت و فطانت کا رہینِ منت نہیں اور نہ میرا خشک ملکہ غور و خوض اس میدان کا مرد اور ان اسرار کا منبع ہے۔ بلکہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میرے رب کی طرف سے ہے۔ جو میرا رفیق ہے اور ایسا موید ہے جو ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب میں غلطی کرتا یا راستہ سے بھٹک جاتا ہوں تو وہ میری راہنمائی فرماتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔ میں نے ادب کے عمدہ اور دلچسپ کلمات اور اس کے عجیب و غریب اور فصیح الفاظ جن میں جدت اور ندرت پائی جاتی ہے، بزور محنت حاصل نہیں کئے۔ لیکن پھر بھی اللہ

تعالیٰ نے مجھے قادر الکلام ادیبوں پر غلبہ بخشا ہے اور میرے رب کی طرف سے اہلِ علم لوگوں کے لئے ایک نشان ہے اور میں نے اس امر کا اظہار صرف اس نیّت سے کیا ہے تاکہ شکر کرنے والوں کی طرح مجھے بدلہ دیا جائے اور ان لوگوں میں میرا شمار نہ ہو جو ناشکرگزار ہیں۔"

حَمَامَتُنَا تَطِيْرُ بِرِيْشِ شَوْقٍ
وَفِيْ مِنْقَارِهَا تُحَفُ السَّلَامِ

اِلٰى وَطَنِ النَّبِيِّ حَبِيْبِ رَبِّيْ
وَسَيِّدِ رُسْلِهٖ خَيْرِ الْاَنَامِ

(حمامۃ البشریٰ)

(ہمارے دل کا) کبوتر اپنی چونچ میں درود و سلام کے تحائف لے کر ہمارے ربّ کے پیارے نبی' رسولوں کے سردار' خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن عزیز کی طرف پورے شوق اور پر و بال کے ساتھ اڑتا ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

1

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ
يَسْعٰى اِلَيْكَ الْخَلْقُ كَالظَّمْاٰنِ

ترجمہ: اے اللہ کے فیض و عرفان کے چشمے ! خلقت تیری طرف پیاسے کی طرح دوڑ رہی ہے۔

حبیبِ کبریا حضرت محمدؐ مصطفیٰ احمدؐ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل حسنہ اور فضائل کریمانہ کے متعلق مہدی موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور مدح فرماتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے فیض اور عرفان کے چشمہ رواں خدا تعالیٰ کی مخلوق پیاسوں کی طرح آپؐ کی طرف دوڑتی ہوئی آ رہی ہے۔

ہم جب تاریخ عالم پر نظر ڈالتے ہیں تو ارشاد ربانی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" کے نزول سے لیکر آج تک لاکھوں کروڑوں مومنین' صلحاء اور اولیائے کرام کو اس فیض اور عرفان کے چشمہ جاودانی سے سیراب ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اسلام کی پاکیزہ تعلیم کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے دنیا آج بھی اس سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

جس طرح انسان پانی اور ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح روحانی زندگی کے لئے بھی نیکی و تقویٰ کے پانی کی لازمی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ زندگی کے اس اہم عنصر کو مد نظر رکھتے ہوئے پانی کے اس مصفا اور معطر چشمے کو خطاب کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے

ہیں کہ لوگ سخت پیاسوں کی مانند تیرا قصد کر رہے ہیں اور فیض یاب ہونے
کے لئے جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔

یہاں فیض اللہ سے مراد رب العالمین کا وہ انعام ہے جو اپنی ربوبیت کی
تکمیل کے لئے روحانی طور پر آپ کو عطا کیا گیا ہے اور وعدہ بھی فرمایا ہے کہ
وہ اسرار ربانی قیامت تک آپ کے مبارک وجود میں جاری و ساری رہیں
گے۔

چونکہ یہ قصیدے کا مطلع ہے اس لئے حضرت مسیح موعود مہدی مسعود
علیہ السلام اپنے محبوب نورِ مجسم کے ایک بے نظیر کمال کا ذکر کر کے اپنی وفور
محبت کا اقرار کرتے اور فرماتے ہیں کہ "عشق و محبت کا ایک سمندر میرے
اندر موجزن ہے اور جب اس میں جوش آتا ہے تو تلاطم کی صورت پیدا ہو
جاتی ہے تو کوئی چیز اس کی بلند اور تیز موجوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی۔"
حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جوش محبت کی ترجمانی کرتے ہوئے
ثابت کیا ہے کہ "جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یگانہ و منفرد ہے اسی
طرح حبیبِ خدا خاتم النبین حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلعم بھی اپنے کمالات اور اپنی
صفات کے لحاظ سے تمام بنی نوع میں یکتا اور بے ہمتا ہیں۔" یکتا اور بے ہمتا
سے مراد یہی ہے کہ روحانی انعامات کے تمام چشمے خشک ہو چکے ہیں صرف اور
صرف ایک ہی آسمانی فیض کا چشمہ کھلا ہے۔ جو کبھی خشک نہیں ہو گا اور وہ
محمدیؐ چشمہ ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے آسمان سے روحانی اور مطہر پانی اتارا ہے
تاکہ دنیا کو اتقاء کی زندگی حاصل ہو اور وہ انعامات الٰہیہ سے وافر حصہ پا سکیں۔
یاد رہے سورہ فاتحہ میں انعامات کا جو تذکرہ ہے اس میں منعم علیہ گروہ کا
ذکر ہے اور حصول انعامات کی تحریک ہے چنانچہ انعامات دو طرح کے ہوتے
ہیں۔ ایک وہ انعام جن سے اللہ تعالیٰ از خود نوازتا ہے۔ مثلاً" ہوا۔ پانی،
روشنی غذا اور صحت و سلامتی وغیرہ وغیرہ اور دوسرے وہ انعامات جو روحانیت

کے ارتقاء کے لئے ضروری ہیں اور انسان کے ایمان و عمل اور اکتساب کا نتیجہ
ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً" صالحیت۔ صدیقیت اور شہادت اور نبوت لیکن سب
سے عظیم انعام مکالمہ مخاطبہ الہٰیہ ہے جس کا منبع رحمتہ اللعالمین ہیں۔

یعنی

خدا تعالیٰ سے اس کی زبان میں باتیں کرنا، سننا اور سمجھنا ایک ایسا انعام
ہے کہ تمام مخلوق اس کے لئے پیاسی ہے اور بندگان خدا ترستے ہیں یعنی یہ
زندگی بخش انعام وہی ہے کہ جس کے بغیر انسان روحانی طور پر مردہ ہے پس
یہی وہ چشمہ فیض الٰہی ہے جو جام پر جام مخلوق کو پلاتا جاتا ہے۔ اور یہی وہ کوثر
ہے جو قیامت تک ختم نہیں ہو گا اس لئے تو خدا تعالیٰ نے اس انعام مکالمہ و
مخاطبہ الہیہ کے لئے فرمایا ہے۔

إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ○ إِنَّ شَانِئَكَ
هُوَ ٱلْأَبْتَرُ۔ (سورہ کوثر)

یقیناً" ہم نے دیا تجھ کو کوثر۔ پس نماز پڑھ اپنے رب کے لئے اور قربانی کر۔
یقیناً" تیرا دشمن ہی رہے گا بے نسل۔

گویا ہم نے تجھے اے محمدؐ آب حیات عطا کیا ہے جس سے جسمانی اور
روحانی زندگیاں بنتی ہیں۔ تو کوثر سے مراد یہی ہے یعنی "ہم نے دیا ہے تجھ کو
کوثر۔ پس نماز پڑھ اپنے رب کے لئے اور قربانی کر یقیناً" تیرا دشمن ہی رہے
گا بے نسل۔

پس

واضح ہو کہ جسمانی طور پر حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح

زندہ ہیں کہ جس طرح شہداء زندہ ہوتے ہیں کیونکہ سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء ہیں۔ "اور انبیاء کی موت کو دوسرے انسانوں
کی موت پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اس پر فنا قبضہ نہیں کرتی بلکہ ان کی موت
محض ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کا رنگ رکھتی ہے۔ ان کو نورانی جسم دیا
جاتاہے اور اس زندگی سے اعلیٰ اور ارفع زندگی وہ پاتے ہیں۔"[1] چنانچہ
روحانی طور پر اس آب حیات کے نتیجہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
جاودانی زندگی عطا ہوئی ہے۔ آپؐ سرور کائنات روحانی قیامت ہیں بلکہ مردوں
کو زندہ کرنے والے ہیں۔ آپ کی برکات اور فیوض زندگی بخش ہیں یہ روحانی
زندگی حاصل کرنے کے لئے اور عشق الٰہی کا جام پینے کے لئے جو بھی محمدی
چشمہ کی طرف بڑھا وہ ہمیشہ ہمیش کی زندگی پاگیا۔ اس پر خدا تعالیٰ کے حقائق و
معارف کھلے اور اسرار غیبیہ اور برکات اس پر نازل ہوئیں اور خدا تعالیٰ کے
عاشقوں کی فہرست میں جا شامل ہوا۔

یہاں تفصیل میں جانے کی بجائے مختصراً اگر حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ نبیؐ
کریم کی مثال لی جائے تو بصیرت افروز زندگی کی مثال سامنے آجائے گی۔ جو
آپؐ کی صحبت اور فیض سے انہیں حاصل ہوگئی۔ ہم جانتے ہیں کہ حضرت
عمرؓ کیسے سخت گیر تھے۔ جو کبھی اپنے ملازموں کو ایمان لانے کی وجہ سے مارتے
مارتے تھک جاتے تھے تو تازہ دم ہونے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ کہ طاقت کو
مجتمع کرلیں لیکن جب خدا تعالیٰ نے انہیں سیدِ وُلدِ آدمؐ جیسا خلیق و مہربان
محبوب عطا کیا تو یہ وہی عمرؓ تھے کہ راتوں کو سوتے ہی نہیں تھے اور مخلوق خدا
کے غم میں بھیس بدل بدل دکھی لوگوں کو ڈھونڈتے تھے اور فرماتے تھے کہ
اگر کتا بھی کوئی دریا کے کنارے مرا ہوا ملے گا تو وہ بھی میری کوتاہی کا نتیجہ ہو

(1) زندہ کتاب اور زندہ رسول صفحہ 20

گا اور میں پوچھا جاؤں گا۔ تو یہ تھی وہ بصیرت جو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمینؐ
کی تربیت و صحبت کے نتیجہ میں نصیب فرمائی تھی۔ جس کے سبب صحابہ کرامؓ
کے دلوں میں اتنا پختہ ایمان پیدا ہوگیا تھا کہ بصیرت و بصارت بیک وقت
انہیں میسر آگئی تھی۔

فی زمانہ دیکھیں تو

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس فیض الٰہی کے ایک نشان ہیں اور
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ معرفت و عرفان سے فیضیاب ایک
امتی ہیں۔ جیسے کہ آپ فرماتے ہیں "میں وہ پانی ہوں جو آیا آسمان سے وقت
پر" بے شک یہ وہی زندگی بخش پانی ہے جو روحانیت کو احیاء عطا کرتا ہے تو یاد
رہے کہ کوئی دل عشق الٰہی کا جام نہیں پیئے گا جب تک کہ چشمہ محمدیؐ کی
طرف رجوع نہ کرے اور جب تک محمدیؐ ہاتھ سے نئی زندگی نہ پائے۔ لہٰذا یہ
پانی آپ کو صرف چشمہ محمدیؐ سے ہی نصیب ہوا اور وہ بھی سچی پیروی کے
نتیجہ میں میسر آیا تھا۔ پس حضرت اقدس مہدی موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی
آواز کا ایک جواب ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ
لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران آیت 32)

یعنی:۔ اے اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا دعویٰ کرنے والو! اگر تم اپنے دعویٰ
میں صادق ہو اور تمہارے دلوں میں ازلی محبوب سے ملنے کی تڑپ ہے تو آؤ
میری پیروی کرو۔ میں تمہیں تمہارے محبوب سے ملا دوں گا اور اس وصل و
تقرب کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا پس اس دعویٰ محبت کا
آپ مرزا غلام احمد کامل ثبوت ہیں اور آپ محمدیتؐ کی چادر کے نیچے آجانے

سے خدا تعالیٰ کے محبوب بن گئے ہیں۔ سو الحمد اللہ ثم الحمد اللہ کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنا وہ محبوب عطا کر دیا جو ہمیں خدا تعالیٰ کا چہرہ روز روشن کی طرح دکھا رہا ہے۔"

لله حمد ثم حمد
قد عرفنا المقتدی
یا ماح ان الله قد
اعطی لنا هذا الجدا

اللہ ہی کے لئے حمد پر حمد ہے۔ ہم نے اپنا مقتداء پہچان لیا۔
اے ساتھی! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ عطا بخشی ہے۔

(1) کرامات صادقین

2

یَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ
تَهْوِیْ إِلَیْكَ الزُّمَرُ بِالْكِیْزَانِ

ترجمہ: اے انعام و احسان کرنے والے خدا کے فضل کے سمندر! لوگوں کے گروہ کوزے لئے ہوئے تیری طرف لپکے آ رہے ہیں۔

محبت کے بھی عجیب رنگ ہوتے ہیں۔ کبھی تو محب کو اپنا محبوب سورج و چاند کے ہالہ میں نظر آتا ہے اور کبھی کبھی محبوب کو آسمان کی بلندیوں میں تلاش کیا جاتا ہے۔ لیکن اس شعر میں محب نے اپنے محبوب کو سمندر کی وسعتوں سے تشبیہ دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ میرے پیارے کے علم و عرفان اور فضل و انعام کی وسعت سمندر کی طرح بے انتہاء ہے یعنی بے کنار سمندر کی طرح ہے اور کنارے کا گمان کہیں بھی نہیں ہوتا۔ اگر محبوب چشمہ فیض ہے تو یاد رہے کہ یہ چشمہ بھی کبھی نہ خشک ہونے والا ہے اور اگر محبوب انعام و افضال کا سمندر ہے تو یہ بھی بے کنار ہے۔ یعنی محبت کی انتہا یہی ہوتی ہے کہ محب کو ہر وسعت و عظمت اور تلاطم و موج اپنے محبوب کی ذات میں ہی نظر آتی رہے۔ اسی لئے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا سرورؐ کائنات کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

یا بحر فضل المنعم المنان

اے فضل و کرم کے سمندر لوگ چونکہ پیاسے ہیں اور اپنے خدا کا دیدار کرنا

چاہتے ہیں اور اس کا چہرہ دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں اور انتہائی اشتیاق سے
آپ کا قصد کرتے ہیں۔ اگرچہ ہر ایک اپنی اپنی وسعت کے مطابق آپؐ کے
مثالی اور غیر فانی فیض کو جذب کرلیتا ہے۔

یہاں بحرِ فضل سے مراد قرآن مجید بھی ہے کیونکہ یہ ایک ایسی زندہ کتاب
ہے کہ اس کی سچی پیروی سے امت محمدیہؐ وہ مقام حاصل کر سکتی ہے جو خدا
تعالیٰ کا محبوب و عاشق بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے
متعلق براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ "قرآن کے پیرو "محبوبیت کے عطر سے
معطر ہیں اور قادر مطلق کا نور ان کی صحبت میں ان کی توجہ میں' ان کی ہمت
میں' ان کی دعا میں' ان کی نظر میں' ان کے اخلاق میں' ان کی طرز معیشت
میں' ان کی خوشنودی میں' ان کے غضب میں' ان کی رغبت میں' ان کی
نفرت میں' ان کی حرکت میں' ان کے سکون میں' ان کے نطق میں' ان کی
خاموشی میں' ان کے ظاہر میں اور ان کے باطن میں ایسا بھرا ہوتا ہے جیسا
ایک لطیف اور مصفا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوتا ہے۔" اور اسی
نعمت عظمیٰ کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ خواہش فرماتے
ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اور اسی طرح

آپؐ کا فیض اور خدائے منعم و منان کا فضل سمندر کی طرح وسیع ہیں۔
جس طرح لوگ سمندر سے گروہ در گروہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اسی طرح

حضور کے فیضان سے بھی لوگ مستفیذ ہو جاتے ہیں۔ مگر اپنے اپنے ظرف
کے مطابق سب کوزے بھر لیتے ہیں۔ یعنی حُسنِ کمال تو نبی پاکؐ محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ امت محمدیہؐ کے لئے خدا تعالیٰ نے سرچشمہ برکات
جاری و ساری رکھا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی آگے بڑھے اور اس
نور کے سمندر سے علم و عرفان کے موتی سمیٹ لے۔ اس بحرِ بے کنار سے
لپٹ جائے کہ ساحل کبھی نہ آئے۔ اور چشمہ فضل ہمارا مقدر بن جائے اور
پھر یہ بحرِ بے کراں مکالمہ مخاطبہ الہیہ وہی فضل و فیوض ہی تو ہیں جن کے لئے
خدا تعالیٰ نے حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں پر سبقت عطا
فرمائی ہے اور آپ کو خاتم النبینؐ بنا دیا ہے۔ "یعنی صاحب خاتم بنایا ہے اور
افاضۂ کمال کے لئے وہ مہر عطا کی ہے جو کسی بھی نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔
یعنی آپ کو پیروئ کمالاتِ نبوت بخشی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش
ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

اسی مبارک قوت فیض کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام
فرماتے ہیں کہ "میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کا نام لے کر
جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے میرے بزرگ اور واجب الاطاعت
سیدنا محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور دائمی زندگی اور پورے
جلال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے آپ کی پیروی سے اور آپ کی محبت سے
آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پر ہوتے
ہوئے پایا ہے اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ
سے میں نے خدا کو دیکھ لیا۔"

اس شعر کے مصداق حضرت اقدس خود ہیں اور اپنی ذات پیش کرتے ہیں
اور قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ایک غلام ابن غلام نے آپؐ کی ہی سچی اتباع کر کے
فیض روحانی اور برکات آسمانی حاصل کی ہیں اور آئندہ بھی قومیں اس سمندر

سے مطہر و مصفا پانی اپنی اپنی بساط کے مطابق جذب کریں گی اور اپنی زندگیوں میں روحانی انقلاب لائیں گی۔ شرط صرف یہ ہے کہ محمدیؐ چوکھٹ ہو اور شرعی احکامات کی چار دیواری و احاطہ ہو جو ہماری منزل و منتہا ہو۔ حق تو یہ ہے کہ اس مصفا و مطہر پانی کو جذب بھی فضل الٰہی سے کیا جاتا ہے اور یہ فضل بھی محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے صدقے ہی میسر آتا ہے اور یہ محبت حاصل کرنے کے لئے محب صبح و شام آپؐ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور یہی نسخہ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں امت محمدیہؐ کو عطا کیا۔ "اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔" اور یہی درخواست اللہ تعالیٰ کے حضور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کی ہے کہ

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس الہامی قصیدہ میں حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے ذوالجلال کی صفت ربوبیت کا مظہر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپؐ منعم و منان خدائے کریم کے فضل کے سمندر ہیں۔ جیسے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ فضل کے سمندر سے قرآن مجید کی برکات حاصل کرنا مراد ہے۔ لہٰذا خلق خدا کو قرآن حکیم جیسی مقدس اور بابرکت پیاری تعلیم کا فیض پہنچانے کے لئے فخر الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بار امانت اٹھا لیا اور اس بحر بیکراں کے فیض کو تقسیم کرنے والے مبارک قاسمؐ کے لقب سے نوازے گئے اور آج مخلوق خدا فوج در فوج اس پاکیزہ میٹھے سمندر کی پاکیزہ اور شیریں تعلیم سے بہرہ ور ہو رہی ہے اور صراط مستقیم پر گامزن ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

3

يَا شَمْسَ مُلْكِ الْحُسْنِ وَالْإِحْسَانِ
نَوَّرْتَ وَجْهَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ

ترجمہ: اے حسن و احسان کے ملک کے آفتاب! تو نے بیابانوں اور آبادیوں کے چہرے کو منور کر دیا ہے۔

وجہِ تخلیق کائنات محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار پچھلے اشعار میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام نے عجب رنگ میں کیا ہے۔ کہیں تو چشمہ فیض دوامی کے نام سے یاد کیا ہے اور کہیں ایسا سمندر قرار دیا ہے کہ جو اپنے علم و عرفان میں کنارہ ہی نہ رکھتا ہو یعنی محبت کی انتہاء میں کسی نہ کسی زاویہ سے آپ کو کامل ترین انسان پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ چنانچہ اس شعر میں بھی آپ اپنے محبوب کو سورج سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے حسن و احسان کے آفتاب آپؐ نے آبادی کو اور ویرانی کو بلا امتیاز روشنی عطا کی ہے۔ یعنی آپؐ کا فیضان عام دشت و صحرا اور شہر و دیہات پر یکساں پھیلا ہوا ہے۔ آپؐ تو حسن کے بادشاہ ہیں اور لاکھوں یوسف علیہ السلام آپ کے حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنا ظل قرار دیا ہے اور آپؐ کے حسن کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں یوسف آپ کی محبت کے اسیر ہیں اور آپ کے دروازے کے بھکاری ہیں۔ وہ سب آپؐ سے ہی روشنی پاتے ہیں اور آپ کی روشنی میں ہی ان کی بقاء ہے۔ سوائے روحانی آسمان کے سورج جس طرح مادی زندگی میں ہوا۔ پانی، روشنی کے بغیر زندگی میسر نہیں آتی اسی طرح آپؐ کے نور کے بغیر ہر خطہ زمین مردہ

تھا۔ آپؐ نے اس کو نور عطا کیا۔ اور بلا امتیاز اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کو
مستفید کیا۔

پس ! اے بادشاہ احسان و مروت!!
آپؐ کے احسانات تو قیامت تک انسانیت چکا نہیں سکتی۔ کہ آپؐ نے
نہ صرف صدیوں کے مردے زندہ کئے بلکہ امت میں سے بے شمار زندگی بخش
وجود عطا کر دیئے۔ یہ ایک ایسی یکتا صفت ہے کہ سابقہ انبیاء علیہ السلام اس
کی مثال نہیں پیش کر سکتے اور یہ عظیم صفت آپ کو باقی انبیاء سے ممیز کرتی
ہے۔ بیشک آپؐ شاہ احسان تھے۔ قارئین! وضاحت کے لئے سفر طائف کو
یاد کیجئے نبوت کے دس سال بعد جب آپؐ اس امید پر وہاں تشریف لے گئے
کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو بات آپؐ لائے ہیں شاید وہ اسے قبول کر لیں۔
اس لئے آپؐ ان کے پاس تنہا چلے گئے۔ انہوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ شہر
کے آوارہ لوگ آپ کے پیچھے لگا دیئے۔ آپؐ شدید رنجیدہ ہوئے کیونکہ
انہوں نے لوگوں کو ابھارا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل طائف نے گالیاں دیں' شور مچایا
اور تمسخر کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ انہوں نے محمدیتؐ کی چادر تلے
آنے کی بجائے آپؐ پر پتھروں کی بارش کر دی اور وہ نبیؐ جس کی ذات بابرکات
نجات کا موجب تھی ظالموں سے نجات پانے کے لئے تین میل تک بھاگے
اور اپنے خدا کے حضور ضعفِ قوت و تدابیر کی دعائیں مانگیں اب دیکھئے اس
تکلیف دہ سفر میں آپؐ کے پاس خدا تعالیٰ کے فرشتوں کا نزول ہوا اور انہوں
نے اجازت چاہی کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اجازت دے کہ انہیں
پہاڑوں کے پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے۔ لیکن اس رحمت کے فرشتے نے
فرمایا "نہ ایسا ہرگز نہ کرنا اگر تم ان لوگوں کو تباہ کر دو گے تو مجھ پر ایمان کون
لائے گا؟ تو یہ تھا احسان ایک شاہ احسان و مروت کا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

یہ تو ایک اجتماعی احسان تھا مگر آپؐ نے تو بالمقابل آنے والے انفرادی
دشمن کو بھی وسعتِ قلب کا ثبوت عطا کیا۔ مثلاً" عبداللہ بن ابی ابن سلول نہ
صرف منافق تھا بلکہ واقع افک کا بھی مجرم تھا۔ اس نے کئی مواقع پر آپؐ کی
دل شکنی کی تھی۔ حتیٰ کہ ایک موقع ایسا آیا کہ اس کا اپنا بیٹا تلوار لے کر باپ
کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا اور باپ سے کہا تھا "تمہیں یاد ہے کہ تم نے وہاں کیا
الفاظ کہے تھے کہ مدینہ کامعزز ترین انسان میں ہوں اور مدینہ کا ذلیل ترین
انسان (نعوذ باللہ) محمدؐ رسول خدا ہیں۔ خدا کی قسم اس وقت تک تو مدینہ میں
داخل نہیں ہو سکتا' جب تک تو میرے سامنے یہ اقرار نہ کرے کہ مدینہ کا
ذلیل ترین انسان میں ہوں اور محمدؐ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کامعزز
ترین انسان ہے۔ ورنہ اس تلوار سے تیرا سر اڑا دوں گا۔" پھر کیا ہوا یہی ناکہ
عبداللہ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اس کا دل لرز گیا اور اس نے سب دوستوں
کے سامنے اقرار کیا۔ اور اسطرح حدود مدینہ میں داخل ہوا۔

پھر ادھر

اس کی نماز جنازہ
ملک الاحسان کا اخلاق ملاحظہ ہو کہ خدا کے پاک نبیؐ نے اس کی نماز جنازہ
پڑھائی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس کا جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ تو
آپؐ نے فرمایا اگر مجھے خدا تعالیٰ اختیار دیتا کہ ستر بار نماز جنازہ پڑھوں تو اس کی
بخشش ہو سکتی ہے تو میں اس سے بھی زیادہ پڑھتا کمال تو یہ ہے کہ شہنشاہ
حُسن و احسان نے اپنی قمیص مبارک پہنا کر انہیں دفن کیا کیونکہ آپؐ تو ابر
رحمت تھے جو دشت و چمن پر برابر برستا ہے اور یہی چیز اس شعر میں
حضرت اقدس نے ثابت کرنا چاہی ہے کہ حبیب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وسلم احسان، عفو اور درگزر میں ایک مثالی مقام رکھتے تھے اور لاتثریب علیکم
الیوم بھی ایک دن آپؐ کی عظمت کا اعلان کر رہا تھا اور یہی احسان تھے کہ خود
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "خالق کل یقینا" اس نبیؐ پر اپنی رحمتیں نازل کر رہا ہے
اور اس کے فرشتے بھی اس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ پس اے مومنو! تم
بھی اس نبیؐ پر درود بھیجتے رہو اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو اور خوب
جوش و خروش سے ان کے لئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔" (سورہ احزاب)

بغور دیکھا جائے تو ان تینوں اشعار میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام
نے سید ولدِ آدم کی مدح میں آپؐ کی وہی صفاتِ حسنہ بیان کی ہیں جو بارگاہ
خداوندی سے حضرت محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہیں۔ بیشک
آپؐ سراجاً منیرا ہیں جس نے دنیا کے بیابانوں، صحراؤں اور آبادیوں
کو اپنے نور کی چمک سے منور کر دیا ہے اور ایسی روشنی پھیلائی ہے کہ 1400
سال سے آنے والا ہر دن پہلے سے زیادہ روشن ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ ہر دن
مردوں کو زندہ کرنے والا ہوتا ہے۔ بیشک آپؐ ہی حسن و احسان کے آفتاب
ہیں اور اسی آفتاب رسالتؐ کا یہ حسین کرشمہ ہے کہ آپؐ کی بعثت مبارکہ
سے لے کر آج تک بندگان خدا ہر لحہ خدائے واحد و یگانہ کی توحید کے گن گا
رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہیں اور ففروا الی اللہ
کے ارشاد کے تحت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے قرب الٰہی
کی منازل کو طے کر رہے ہیں اور یہ عظیم احسان ہے مالک حسن و احسان کے
آفتاب کا، کہ آج ہم خدائے قدوس کی پہچان رکھتے ہیں اور اس آفتاب کی
ضوفشانی یہی ہے کہ خدائے واحد و یگانہ سے ملانے کی ایک بہترین مثال دنیا
کے سامنے پیش کی جا رہی ہے جو کوئی اور مذہب یا دین یہ کرشمہ نہیں دکھلا
سکتا۔

مندرجہ بالا مدح کی سچائی آج پندرھویں صدی میں بھی حضرت امام

الزمان کی قیادت میں بھی وہی جلوے دکھلا رہی ہے۔ آج ایک ارب سے زیادہ
اسلام کے ماننے والوں میں سے ایک کروڑ سے زائد دنیا بھر میں پھیلے ہوئے
خادمانِ جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بیّن نشان ہیں
اور آپؐ کے خاتم النبیین اور انبیاء علیہم السلام کی سرداری کا لقب پانے والے
بابرکت وجود مسعود کی پیروی سے فیضان الٰہی حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی ایک روح پرور اور دلپذیر تحریر ملاحظہ ہو حضور
فرماتے ہیں۔

"یہ برگزیدہ نبیؐ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے
لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضۂ تشریعی اور روحانی کو قیامت
تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو
دنیا میں بھیجا۔ جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ کیونکہ
ضروری تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدیؐ سلسلہ کے لئے ایک مسیح
روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔" اسی کی
طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ
اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم موسیٰ
کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدیؐ سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر
شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر۔ مثلِ موسیٰؑ موسیٰؑ سے بڑھ کر اور مثل ابن مریمؑ
ابن مریم سے بڑھ کر۔

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد

يَارَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

O===O===O
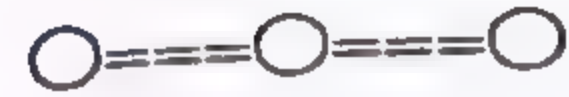
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پہ ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
آنکھ اس کی دوربیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے

4

قَوْمٌ رَأَوْكَ وَ اُمَّةٌ قَدْ اُخْبِرَتْ
مِنْ ذٰلِكَ الْبَدْرِ الَّذِىْ أَصْبَانِىْ

ترجمہ: ایک قوم نے تو تجھے دیکھا ہے اور ایک امت نے خبر سنی ہے اس بدر کی جس نے مجھے اپنا عاشق بنا دیا ہے۔

اس شعر میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ میں زمانے کی قید سے آزاد ہو چکا ہوں۔ مجھے یہ قطعی پرواہ نہیں کہ کس قوم نے آپؐ کو دیکھا اور کس جماعت نے آپؐ کی آمدِ مبارک کی خبر دی اور کوئی قوم بھی آپؐ کی محبت میں کس حد تک مشتاق و دیوانہ تھی۔ میری دیوانگی کی حدیں تو ماضی' حال اور مستقبل کی پرواہ کئے بغیر آپؐ کے مبارک وجود پر اس حد تک فریفتہ ہو گئی ہیں کہ آپؐ کی محبت میرے خون میں' میری جان میں' میرے حواس میں اور میرے دل میں رچ گئی ہے۔ کیونکہ آپؐ عالمِ روحانی کے سورج ہیں اس لئے آپؐ کی برکات ہر زمانے سے تعلق رکھتی ہیں چنانچہ اس شعر میں حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ جس قوم نے آپؐ کو دیکھا یعنی وہ خوش نصیب جو آپؐ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے وہ تو اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ آپؐ کی محبت غیر فانی ہے۔ انہوں نے شب و روز آپؐ کی ذات با برکات سے فائدہ بھی اٹھایا۔ انہیں آپؐ کی سانس کی خوشبو نے معطر کیا آپؐ کے وضو کے پانی نے دھو ڈالا۔ آپؐ کے اسوۂ حسنہ نے نکھار دیا اور آپؐ کے لعاب دہن نے شفا بخشی حتیٰ کہ وہ ایک دن آپؐ کی روشنی سے منور ہو کر چمکنے لگے اور زمین و زماں کو نور سے بھر گئے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپؐ کے زمانہ

کے لوگوں نے آپؐ سے فائدہ اٹھایا تھا تو وہ لوگ جو ماضی کے لئے تھے یعنی
آپؐ کی آمد سے پہلے کے تھے وہ کس طرح آپؐ کی برکات سے فیض یاب
ہوئے ہوں گے کیونکہ آپؐ عالم روحانی کے سورج ہیں اور سورج کی برکات ہر
زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو واضح ہو کہ اسی شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ
السلام اس بارے میں لکھتے ہیں کہ انبیاء کی ایک جماعت ایسی گزری ہے کہ
جنہوں نے آپؐ کے ظہور کی اطلاع دی تھی۔ گویا آپؐ انبیاء کے موعود بھی
تھے۔ چنانچہ انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق آپؐ نازل ہوئے اور دنیا کو شبِ
تاریک سے نجات عطا کی۔ وضاحت کے لئے یہاں ہم صرف حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہیں۔ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے
حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالیشان مقام اور شریعت کاملہ دیئے
جانے کا علم دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اس عظیم الشان تجلی
الٰہی کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا جو محمدؐ رسول خدا پر ہونے والی تھی اور موسیٰ علیہ
السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے رب مجھے وہ جلوہ دکھا
جو۔۔۔ محمدؐ رسول اللہ کو دکھائے گا۔

تو

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس تجلی کی تم تاب نہیں لا سکتے کیونکہ وہ تجلی مقام
محمدیتؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن ہم اس تجلی کو پہاڑ پر ظاہر کرتے ہیں اگر
پہاڑ اسے برداشت کرے اور اپنی جگہ قائم رہے تو تم بھی اس تجلی کو دیکھ سکو
گے۔ پھر جب پہاڑ پر اس تجلی کا ظہور ہوا تو پہاڑ میں زلزلہ پیدا ہو گیا اور وہ
زمین پر آ رہا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے
تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے اس کے حضور توبہ کی اور کہا

وانا اول المومنین کہ میں اس نبی پاکؐ پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں
جو اس تجلی کا مورد ہو گا۔" (1)

تو یہ تھی وہ برکت اور فیض جس سے ماضی کے لوگ فیض یاب ہوئے
ہوں گے کیونکہ یقین کامل ان لوگوں کو اول المومنین بنا گیا۔

الغرض اگر تفصیل میں جائیں تو ہمیں تمام سابقہ انبیاء کی شہادتیں بآسانی
دستیاب ہوں گی۔ جنہوں نے آپؐ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ لیکن بخوفِ
طوالت زمانۂ مستقبل پر چلتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ زمانۂ مستقبل کا اس چشمہ فیض
سے برکات حاصل کرنے کا کیا طریق کار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ
سرورِ کائناتؐ عالم روحانی کے سورج تھے اور آپؐ کی برکات ہر زمانے سے
تعلق رکھتی تھیں۔ تو آنے والے لوگ اس نور سے کیوں محروم رہیں اور اگر
نہ محروم رہنا چاہیں تو پھر کس طرح برکت و روشنی حاصل کریں۔؟

یاد رہے کہ یہ روشنی و برکات فیوض الٰہی ہیں اور خدا تعالیٰ کے انعامات
جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں انہیں پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی
زندگی خدا کی راہ میں قربانی دے کر اور اپنا تمام وجود اس کی راہ میں وقف کر
کے اور اس کی رضا میں محو ہو کر پھر اس وجہ سے دعا میں لگے رہتے ہیں کہ جو
کچھ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا کے قرب اور وصال اور اس کے مکالمات
اور مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب ان کو ملے اور اس دعا کے ساتھ
اپنے تمام قویٰ سے عبادت بجا لاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے ہیں اور
آستانہ الٰہی پر پڑے رہتے ہیں اور جہاں تک ان کے لئے ممکن ہے اپنے تئیں
بدی سے بچاتے ہیں اور غضب الٰہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں سو چونکہ وہ
ایک اعلیٰ ہمت اور صدق کے ساتھ خدا کو ڈھونڈتے ہیں اس لئے اس کو پا

(1) التمھیدہ صفحہ 41

لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاک معرفت کے پیالوں سے سیراب کئے جاتے ہیں۔

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب 130)

واضح ہو کہ آپؐ فخر الانبیاء محمدؐ مصطفیٰ خاتم النبین بھی ہیں۔ یعنی روحانی نعمتِ نبوت میں اتنے کامل ہیں کہ

آپؐ کی مہر سے آپؐ کی امت میں سے کسی بھی آپؐ کے غلام کو بوقت ضرورت مقام نبوت حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی نا کہ آپؐ کا فیض تمام نبیوں کے فیض سے زیادہ ہے۔ بلکہ آپؐ وجہ تخلیق کائنات تو گزرے ہوئے انبیاء کے لئے بھی وجہ فیضان الٰہی تھے۔ اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے مراتب اربعہ کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ سب آپؐ کی سچی پیروی سے مومنین کو نصیب ہو گا جس کی زندہ و پائندہ مثال خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ جو فرماتے ہیں۔

ربط ہے جان محمدؐ سے میری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

5

يَبْكُوْنَ مِنْ ذِكْرِ الْجَمَالِ صَبَابَةً
وَتَأَلُّمًا مِّنْ لَوْعَةِ الْهِجْرَانِ

ترجمہ: وہ تیرے حسن کی یاد میں بوجہ عشق کے بھی روتے ہیں اور جدائی کی جلن کے دکھ اٹھانے سے بھی۔

6

وَأَرَى الْقُلُوْبَ لَدَى الْحَنَاجِرِ كُرْبَةً
وَأَرَى الْغُرُوْبَ تُسِيْلُهَا الْعَيْنَانِ

ترجمہ: اور میں دیکھتا ہوں کہ دل بے قراری سے گلے تک آ گئے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

ان اشعار میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لوگ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کی یاد میں شوقِ محبت کے مارے روتے ہیں۔ جدائی کی جلن اور فراق کی سوزش سے ان کے آنسو بہہ رہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ دل بے قراری سے گلے تک آ گئے ہیں اور میں آنسو دیکھتا ہوں جنہیں آنکھیں بہا رہی ہیں۔ حضور کی فرمودہ ایسی جدائی کی سی کیفیت سے واضح ہوتا ہے کہ وہ محبوب جو حسن و احسان کا آفتاب ہو۔ جود و سخا کا ایسا سمندر ہو کہ جس کا کنارہ ہی نہ ہو اور گروہ در گروہ لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہوں۔ تو ایسے فیضِ لاثانی کا آنکھوں سے اوجھل ہو جانا محب کے لئے ایک ایسا درد ناک پیغام ہے کہ وہ تلوار نیام سے باہر نکال کر کھڑا ہو

جاتا ہے کہ میں آج وہ گردن ہی قلم کر دوں گا جو یہ کہے گا کہ میرا محبوب
مظہرِ خدا اس دنیا سے رخصت ہوگیا ہے۔ تو یہ کمال شوق اور جذبۂ محبت کا
ایک اظہار تھا جو محب کو بے قابو کر گیا کیونکہ وہ فراق کا تصور بھی برداشت
نہیں کر سکتا تھا۔ تو اسی طرح صحابہ کرامؓ اپنے پیارے محبوب کی جدائی پر بے
قرار ہو کر دیوانوں کی طرح بلک بلک کر روتے تھے۔
آج بھی آپؐ کی محبت کے مارے فراق کی سوزش سے آنسو بہا رہے
ہیں۔ دیکھا جائے تو محبت پیدا ہونے کے دو سبب ہوا کرتے ہیں ایک حسن اور
ایک احسان۔ اور جب کسی کی ذاتِ بابرکات میں دونوں چیزیں ہی وافر میسر آ
جائیں تو محبت کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ یہی حال محمد رسولِ کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے عاشقوں کا ہے کہ آپؐ کے ذکرِ جمال سے ہی ان کے دل روشن
ہو رہے ہیں اور آنکھیں چمک رہی ہیں لیکن آپؐ کے فراق سے وہ اس حد
تک بے قرار ہو گئے ہیں کہ ان کے دل ان کے گلے تک آ رہے ہیں۔
جہاں تک سرورِ کائنات محمدؐ مصطفیٰ کے جمال کا تعلق ہے تو سورج ہو یا
چاند یا دوسرے ستارے سب نے آپؐ کے جمال سے ہی جمال حاصل کیا
ہے۔ یا رسول اللہ! آپؐ ہی دونوں عالم کی زینت ہیں فلک پر آپؐ کی کوئی
مثال مخلوقات میں سے پیش نہیں کر سکتا۔ تاہم ایک خاکہ جو حضرت علی
مرتضیٰؓ فرماتے ہیں، قارئین کے لئے پیشِ خدمت ہے۔
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ پروقار اور بارعب، قد میانہ، رنگ
سفید سرخی مائل، گھنی داڑھی، بھری ہوئی ہتھیلیاں اور قدم جب آپؐ چلتے تو
معلوم ہوتا بلندی سے نشیب کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ سرعتِ رفتار ایسی
کہ گویا زمین لپٹی جا رہی ہے۔"
دونوں شانوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا۔ سر کے بال گھنے جو کانوں کی
لوؤں تک آئے رہتے تھے۔ سرِ مبارک بڑا تھا، چہرہ گول تھا نہ بدن بھاری،

پلکیں دراز تھیں جب کسی سے مخاطب ہوتے تو پوری توجہ فرماتے آپؐ کے
دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ سنانِ نبوی میں قدرے فاصلہ تھا۔
آپؐ مسکراتے تو معلوم ہوتا کہ ایک نور ہے جو آپؐ کے دہنِ مبارک سے
ظاہر ہو رہا ہے۔ بیشک "وہ ایک نور تھا جو دنیا میں آیا اور تمام نوروں پر
غالب آ گیا۔ اس کے نور نے ہزاروں دلوں کو منور کیا۔"
چنانچہ یہ تو تھی انسان کی پہلی نظر اب یہ مستند بات ہے کہ صورت سیرت
کا آئینہ ہوتی ہے۔ بہت جامع طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے
ہیں۔ "بیشک وہ ایک نور تھا جو دنیا میں آیا اور تمام نوروں پر غالب آ گیا۔ اس
کے نور نے ہزاروں دلوں کو منور کیا۔" (چشمۂ معرفت)
چنانچہ اس نور الٰہی سے منور ہزاروں دل فقط عارضی جدائی کا صدمہ
برداشت کرنے کے قابل نہیں تھے اور جب مستقل جدائی کا المیہ پیش آ جائے
تو بیان سے باہر ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صحابہ کرامؓ
پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ گھبرا گئے بعض سے تو بولا بھی نہ جاتا تھا اور بعض سے
چلا بھی نہ جاتا تھا اور بعض اپنے حواس اور اپنی عقل کو قابو میں نہ رکھ سکے اور
بعض پر تو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ چند دن میں گھل گھل کر فوت ہو گئے۔ حضرت
عمرؓ پر اس صدمہ کا اس قدر اثر ہوا کہ آپؓ نے حضور کی وفات کی خبر کو باور
ہی نہ کیا اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ "اگر کوئی شخص یہ کہے گا
کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو میں اسے قتل کر دوں
گا۔"
چنانچہ منور دل جو ہیں ان میں شدتِ شوق و محبت کا پیدا ہونا ضروری
ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ حضرت ابوبکرؓ تو بے ساختہ قرآن پاک کی آیت کے
نازل ہونے پر روئے تھے کیونکہ ان کی بصیرت نے آپؐ کی جدائی کو بھانپ لیا
تھا اور خدا تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں آپؐ کی وفات سے خائف ہو کر

رونے لگ گئے تھے اور یہ عشق و محبت کی انتہاء تھی اور جب ایسی محبت شدت اختیار کر لے تو پھر فراق کی گھڑی بڑی کٹھن ہوتی ہے۔ بلکہ جان لیوا ہوتی ہے اور یہی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج تھا کہ سوزِ غم اور جدائی کی جلن عشاق برداشت نہ کر سکے اور غم سے نڈھال ہو گئے یہاں تک کہ ان کے دل گلے میں آتے ہوئے محسوس ہوئے اس کا نقشہ علامہ بوہیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ کے مطلع میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھ کر ایسی حالت کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

کیا ذی مسلم مقام کے ہمسائیوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ مدینہ کی یاد میں تو اس قدر رو رہا ہے کہ تو نے آنسوؤں کو جو آنکھ سے جاری ہیں خون سے ملا دیا ہے۔ اس میں کثرتِ گریہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ جو چیز ملائی جاتی ہے وہ تھوڑی ہوتی ہے اور جس میں ملائی جاتی ہے وہ زیادہ۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ نمک آٹے میں ملا دیا۔ اسی طرح آنسوؤں کو خون میں ملا دینے سے مراد یہ ہے کہ کثرتِ گریہ کی وجہ سے آنسو باقی نہیں رہے۔ اگر کچھ رہے بھی تو وہ خون سے مل گئے اور اب تیری آنکھیں جو چیز بہا رہی ہیں وہ خون ہے۔ اگر آنسوؤں کی اس میں شمولیت ہے تو وہ برائے نام ہے جیسے آٹے میں نمک۔

اسی طرح ایک جگہ

المِ فراق کی ایسی کیفیت کا ذکر محترم غلام قادر شرق بنگلوری صاحب اس طرح کرتے ہیں کہ

میں رویا اس قدر ہجرِ رسول اللہؐ میں شب بھر
کہ یک یک قطرہ نے کی ہمسری دریائے قلزم کی

7

یَا مَنْ غَدَا فِیْ نُوْرِهٖ وَضِیَائِهٖ
كَالنَّيِّرَيْنِ وَ نُوِّرَ الْمَلَوَانِ

ترجمہ: اے وہ ہستی جو اپنے نور اور روشنی میں مہروماہ کی طرح ہو گئی ہے اور رات اور دن منور ہو گئے ہیں۔

اس شعر میں سلطان القلم مسیح موعود علیہ السلام نے دو روشنیوں کا ذکر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب آپؐ تو روشنی اور نور میں مہرِ و ماہ کی مانند ہو گئے ہوئے ہیں اور اپنے نور سے رات اور دن کو منور کر رہے ہیں۔ یہاں سورج کے لئے ضیاء کا لفظ استعمال ہوا ہے اور چاند کے لئے نور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپؐ روحانی عالم کے سورج ہیں اور خدا نے آپ کو سراجِ منیر کے لقب سے پکارا ہے کیونکہ آپؐ دوسروں کو نور سے منور کرتے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی ظلمت و تاریکی دنیا پر چھا جائے گی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی ہی فقط اس ظلمت کو دور کرے گی "کیونکہ اگر سورج نہ ہو تو نور کہاں سے آئے گا اور دنیا کیونکر زندہ رہے گی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس جسمانی سورج کو بھی آپؐ ہی سے نور ملتا ہے[1]" پس دین سے بے رغبتی، دوری اور ضعفِ دین بعض ایسے وجود دور کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے وافر حصہ پا چکے ہوں گے۔
واضح ہو کہ "حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرپر امتِ محمدیہؐ میں سے کسی ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دینِ اسلام کو تازہ

(1) زندہ کتاب اور زندہ رسول صفحہ 84

کرے گا اور چودھویں صدی کے سر پر آنے والا مجدد مسیح اور مہدی کہلائے
گا اور چودھویں صدی کا بدرِ تام اور قمرِ منیر کی طرح ہو گا اور وہ محمدؐ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اقرار کرے گا کہ "ہر ایک فضیلت کی کنجی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ آپؐ کو
عطا ہوا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ اس آفتاب
کی شعاع دھوپ کی طرح جو ہم پر پڑتی ہے اور ہم اس وقت تک منور رہ سکتے
ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے رہیں۔" (2)

پس حضرت بانی سلسلہ علیہ احمدیہ نے قصیدہ رقم کرتے ہوئے قرآن مجید
کی فضیلت بمنزلہ نور بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے
صدقے امت محمدیہؐ کی روحانی ربوبیت قرآن سے ہی کی ہے اور قرآن مجید
جس مبارک وجود پر نازل ہوا وہ اس صفت رب العالمین
کا مظہرِ کامل ہو گیا یاد رہے پہلے تمام انبیاء جو روشنی لائے اور جو شریعت
پھیلائی تھی وہ خاص لوگوں کے لئے اور خاص مقام کے لئے تھی۔ لیکن جو
قرآن اور نورِ مبین کی برکات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ غیر
محدود اور لامتناہی ہیں وہ زمان و مکان سے مخصوص نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا نور
سورج کی طرح تمام لوگوں کے لئے عام علی السبیل الدوام جاری ہے
اور کبھی منقطع نہ ہو گا اور روزِ ازل سے ہی یہ شان خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب
کے لئے مختص کر دی ہے کیونکہ وہ ہدایت کا تاج ہے اور تمام شریعتوں کا فخر
ہے۔ الحمد اللہ علی ذالک اور یہ قرآن مجید ہی ہے جو امت کو نور کی غذا سے
سیر کر رہا ہے۔ (ثم الحمد اللہ)

یاد رہے جس طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نور ہیں

(2) حقیقتہ الوحی صفحہ 116

جنہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا اور پھر اس نور کی شعاعوں سے باقی
موجودات ظہور میں آئیں اسی طرح قرآن مجید بھی خدا تعالیٰ کا ازلی ابدی کلام
ہے جس میں سے سب نبیوں کو ان کے ظرف کے مطابق تھوڑا تھوڑا حصہ ملتا
رہا پھر ہوتے ہوتے یہ نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اپنے
کمال تام کو پہنچ گیا غرض اللہ تعالیٰ نے پہلے ہر ایک نبی کی ضرورت قومی اور
زمانی کے مطابق ہدایات دیں لیکن پھر قرآن کریم کو نازل کر کے ان کتابوں کو
منسوخ کر دیا اور ان سے بہتر ہدایت جو تمام ہدائتوں کا جامع تھی عطا فرمائی اور
جیسے کہ سورہ مائدہ میں فرمایا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

آج کامل کیا میں نے تمہارے لئے دین تمہارا اور پوری کی میں نے تم پر اپنی
نعمت اور پسند کیا تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر

گویا اللہ تعالیٰ نے اتمامِ نعمت کے لفظ سے قرآن مجید کے باطنی فیوض و
برکات اور روحانی نوروں کو کمال تک پہنچا دیا ہے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ
نے یہی فرمایا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نور الملوان رات اور
دن کو اپنے نور سے منور کر دیا ہے یعنی کوئی برکت اور کوئی فیض ایسا نہیں جو
آپؐ کے مبارک وجود سے دنیا کو حاصل نہ ہو سکے۔ پس آپ ہی زندگی کا
سرچشمہ ہیں۔ جس کے پینے سے انسان موت سے بچ جاتا ہے اور جو اس چشمہ
سے نہیں پیئے گا وہ زندگی بھی نہیں پائے گا"۔ بحوالہ[1]

تو یہاں زندگی سے مراد روحانی زندگی ہے اور روحانیت کے لئے نبی
پاکؐ محمد مصطفیٰؐ کا نور اور فیوض و برکات کا ہونا از حد ضروری ہے اور اتمام

(1) زندہ کتاب اور زندہ رسول صفحہ 23

نعمت بھی یہی ہے کہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ نصیب ہو جائے۔ کیونکہ یہی روحانیت کا سب سے بڑا انعام ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جس سے دنیا آپؐ کے 1400 سال بعد بھی روشن ہو رہی ہے۔

O===O===O
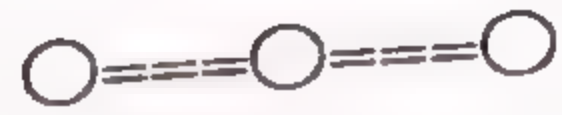
اے خداوندم بنام مصطفیٰ
کش شدی در ہر مقامے ناصرے

اے میرے خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جس کا نور ہر مقام پر مددگار ہے۔ مجھے کامیاب کر۔

پاک محمدؐ مصطفیٰ نبیوں کا سردار

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی وَاٰلِ مُحَمَّدٍ
سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ

8

یَا بَدْرَنَا یَا اٰیَةَ الرَّحْمٰنِ
أَهْدَى الْهُدَاةِ وَأَشْجَعَ الشُّجْعَانِ

ترجمہ: اے ہمارے کامل چاند اور اے رحمان کے نشان سب راہنماؤں کے راہنما اور سب بہادروں سے بہادر۔

یا حرف ندا ہے اور بدر اس چاند کو کہتے ہیں جو چودھویں کا چاند ہو۔ یعنی مکمل ہو گیا ہو۔ اپنی آب و تاب روشنی و چمک و دمک میں تکمیل کے مراحل پورا کر چکا ہو۔ اسی لئے تو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ اے میرے چاند! آسمانی بلندی کے بدر! آپؐ ہمارے ایک ایسے چاند ہیں جو چودھویں رات کو تمام جہاں کو روشنی و چاندنی سے جگمگا رہا ہوتا ہے اور اس کی ضیاء پاشی اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی سیاہی بھی ندامت کے صدمے سے سفید ہو جاتی ہے۔

اور

اے ہمارے بدر! آپ کی نورانی کرنوں سے دنیا کی ظلمت یکسر بدل کر ایسا نشان بن گئی ہے کہ خدا کا چہرہ صاف و شفاف نظر آنے لگا ہے اور جب خدا کا چہرہ ہی نظر آنے لگے تو شرک و جہالت کی بیخ کنی لامحالہ ہو جاتی ہے اور توحید کے جلوے چہار اطراف میں اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔ سو آیئے۔

آج ہم

اس مقدس رنگ کو آیتہ الرحمٰن کے وجود میں دیکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ

خدا تعالیٰ کی دو صفات رحمان اور رحیم ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ مگر یہاں اس
شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صفتِ رحمان کو ہی فقط پکارا ہے۔
کیونکہ آپؐ حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمانیت کے نتیجہ
میں ہی دنیا کو بطور انعام دیئے گئے ہیں۔ کسی محنت یا کسی کام کے اجر کے طور
پر یہ عظیم الشان نعمت ہمیں عطا نہیں کی گئی بلکہ آپؐ کو خالق نے عطا ہی
مخلوق کی محبت کے صدقے کیا ہے۔ جس طرح اللہ نے پانی، ہوا، سورج، چاند و
دیگر اشیاء انسان کی زندگی کے لئے پیدا کی ہیں بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو روحانی زندگی کے لئے پیدا فرمایا اور اسی صفت کے مطابق قرآن مجید
بھی نازل فرمایا ہے۔

گویا صفتِ رحمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایک مبارک وجود
ہادیٔ دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے کلام اللہ یعنی قرآن
مجید عطا فرما دیئے تاکہ آپؐ اس انعام کے جواب میں بطور رحمتہ اللعالمین
مخلوق کو نئی زندگی عطا کریں جبکہ تمام مخلوق روحانی موت مر چکی تھی۔

چنانچہ نزولِ نور کے بعد

رحمتہ اللعالمین اپنے جذبۂ فطری کے مطابق اٹھے اور اعلانِ عام کر دیا کہ

یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا

تو گویا آج ہادیوں سے بڑے ہادی اور بہادروں سے بڑے بہادر نے نسلِ انسانی
کی ہدایت کے لئے پیغامِ رحمانی دے دیا۔ کیونکہ آپ کسی خاص قوم یا خاص
خطہ کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا و جہاں کے لئے نازل فرمائے گئے تھے۔ اسی
لئے تو آپؐ روحانی سورج ہیں اور آیۃ الرحمٰن ہیں کہ آپؐ نے خدا کا
چہرہ واضح کیا اور شریعتِ اسلام کے کسی شعبہ میں بھی تشنگی رہنے نہیں دی۔
اگرچہ تمام ہادی و راہنما توحید کا پیغام ہی دینے کے لئے آئے تھے اور ہمارا یقین

ہے کہ شرک سے بچانے کے لئے انہوں نے تمام عمریں بسر کر دی تھیں۔
کیونکہ ان کا متمع حیات بھی یہی تھا کہ "اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اسکی ذات یا
صفات میں کسی کو اس کا شریک نہ سمجھا جائے۔" اسی پیغامِ ہدایت کے لئے
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح اپنی قوم کے بتوں کو بھی توڑ دیا تھا اور
ان پر اسی عقیدہ کا بطلان ثابت کیا تھا۔ مگر ہمارے آقا سرور کائنات نے اپنی
قوم کے سامنے ان کے بتوں کو اس وقت توڑا جبکہ ساری قوم سر جھکائے کھڑی
تھی اور آپؐ کی فتح و کامرانی کا جھنڈا دلوں پر لہرا رہا تھا۔

قارئین! آپ کو یاد ہو گا جب اس خارستان میں ظلمت کی انتہاء تھی تو
ایک تن و تنہا شخص کا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ثابت کرتا ہے کہ جس
قدر معبود تم کہتے ہو میرے خدا کے سوا سب جھوٹے اور بے ثبوت ہیں۔ یہ
ایسا قدم تھا کہ تمام دنیا کو اپنا جانی دشمن بنانے کے مترادف تھا اور پھر حقیقتاً
دنیا جانی دشمن بنی اور آج تک امتِ محمدیہؐ کی دشمن بنی پڑی ہے۔ کیونکہ
صرف کلمہ سے ہی ان کے عقیدہ کا بطلان شروع ہو جاتا ہے۔ جو کسی کو بھی
منظور نہیں ہوتا خواہ وہ یہود یا عیسائی ہو یا زرتشت ہو۔ بہرصورت دنیا کی تمام
مشرک اقوام کلمہ کے سفر کی روزِ ازل سے ہی دشمن چلی آئی ہیں مگر رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری جان فدا ہو کہ آپؐ نے شرک کو مٹانے کے
لئے اور وحدت کا اقرار کروانے کے لئے اپنی عمر کا ایک ایک لمحہ خرچ کر دیا
اور عمر بھر اس مرض کو مٹانے میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ اپنی وفات کے وقت بھی
آپ کو یہی فکر دامن گیر تھا کہ کہیں میرے بعد میری قوم خدا تعالیٰ کا شریک
مجھے نہ بنا ڈالے۔ جس طرح پہلی امتوں نے اپنے انبیاء سے سلوک کیا تھا یعنی
میری امت شرک میں نہ پڑ جائے اور مجھے معبود نہ بنا بیٹھے۔۔۔۔ چنانچہ اس
نقص کو دور کرنے کے لئے آپؐ نے مرض الموت میں فرمایا "اللہ تعالیٰ یہود
اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنی قبور کو مساجد بنا لیا ہے۔" صحابہ

کرامؓ ایسے متاثر ہوئے کہ انہوں نے خوف کے مارے آپؑ کی قبر کو ظاہر کرنا
بھی پسند نہ کیا تاکہ آپ کے حکم کے خلاف کوئی قدم نہ ہو۔ چنانچہ اب تک
مزار مبارک ایک بند مکان میں ہے۔ جس تک جانے کی لوگوں کو اجازت
نہیں ہے۔ پس بعد از وفات بھی شرک کو مٹانے کے لئے تدابیر عطا کرنا آپؐ
کا احسانِ عظیم ہے تو یہ تھی ہدایت کی انتہاء۔

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ

ہر دن پندرہ دفعہ کسی بلند مینار یا مکان سے لاالہ الا اللہ کا اقرار کرتے رہنا ہر
کونہ کونہ قریہ قریہ شرک کی جڑوں کو مٹا ڈالتا ہے۔ کیا کسی سابقہ انبیاء کا کوئی
ایسا اقرار ہے جو صبح و شام سننے میں آیا ہو۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس یہی تو وہ
تصدیق ہے کہ جس پر حضرت اقدس نے اپنے قصیدہ میں زور دیا ہے کہ اے
سیدِ وُلدِ آدم! اے ہادیوں کے سردار! آپؐ سب سے بڑے کامل انسان ہیں جن
کے چہرہ میں خدا کا چہرہ نظر آگیا ہے۔ ہاں اگر بخوفِ طوالت اشجع الشجعان کی
وضاحت چھوڑ جائیں تو بیشک میری اور قارئین کی بدقسمتی ہو گی۔ اس لئے
اس بڑے سچ کی تفصیل تھوڑی سی کر لیتے ہیں۔

غزوہ ہوازن کا جائزہ لیں اس جنگ میں بارہ ہزار بہادر سپاہی عاشق صادق
کی مانند جنگ میں شامل ہوئے۔ جذبۂ شہادت ان کا نصب العین تھا۔ شروعات
جنگ میں ہی ہوازن بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کے اموال جمع کرنے
شروع کر دیئے۔ قبیلہ ہوازن ایک تیرانداز قوم تھی۔ مسلمانوں کو مشغول پا کر
انہوں نے تیر برسانا شروع کر دیئے۔ تیراندازی کا یہ عالم تھا کہ کوئی سواری
بھی ایسی بوچھاڑ میں تابِ مقابلہ نہ لا سکی اور تربیت یافتہ عرب کا گھوڑا بھی
گھبرا کر بھاگا۔ "ہم اس قدر ان کی باگیں کھینچتے تھے کہ گھوڑے دوہرے ہو

جاتے مگر پھر بھی آگے کو ہی بھاگتے تھے۔ واپس لوٹ کر نہ آتے تھے۔" ایسے
نازک وقت میں ایک تن و تنہا شخص ڈٹ کر کھڑا ہے۔ ابو سفیان دشمن جان
نے آپؐ کے خچر کی لگام پکڑی ہوئی ہے اور مدت کے بغض و عناد کو عملی جامہ
پہنانے کے لئے ایک فٹ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہے مگر اس غیر مترقبہ موقع پر
بھی آنحضرت صلعم نہایت بہادری اور جرات سے اقرار کرتے ہیں کہ "میں
نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔
جبکہ یہی سچ ان کے لئے زہرِ قاتل ہے اور اس عظیم سچ کو ختم کرنے کے لئے
تو برسوں سے وہ برسرِپیکار تھے۔ لیکن آج ایسے موقع پر شیر کا دل رکھنے والا
شہزادۂ شجاعت خدا کے فضلوں کی منادی کرتا ہے اور عین وسطِ میدان میں
دشمنوں کے ہجوم کو للکارتا ہے کہ "میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں
عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔" یہ کوئی اتفاقی شجاعت نہیں تھی۔ جیت ہار
تو میدانِ جنگ کا لازمی نتیجہ ہے اور جیتنے والا للکار کر جیتنے کا مظاہرہ بھی کیا کرتا
ہے۔ مگر فداہ اُمی و ابی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نازک وقت
میں یہ للکار دیتے ہیں کہ جب آپؐ دشمنوں کے نرغے میں ہیں اور دشمن جیسے
کہ ہم جانتے ہیں کہ صرف اور صرف آپؐ کے خون کا پیاسا ہے۔ اسے دھن
چاہیئے نہ دولت۔ زن چاہیے نہ زمین صرف اپنے عقیدہ کے بطلان کے غم و
غصہ میں اندھا ہو کر طوفان بنا ہوا ہے۔" (ا)

الغرض رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ شجاعت اور بہادری کے
ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و تائید بھی ہمیشہ شامل حال رہی۔ مثلاً" پانچ چھ
مواقع ایسے بھی آئے کہ جن میں جان کا بچنا قطعی ناممکنات میں سے ہوتا ہے۔
(ا) ایک وہ موقع تھا جب قریشِ مکہ نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا ہوا تھا

(ا) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 79

اور تمام چنیدہ نے قسمیں کھائی ہوئی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کر دیں گے۔

(2) دوسرا موقع وہ تھا جب کفار غارِ ثور پر پہنچ گئے تھے اور آپؐ بخوبی نظر آ سکتے تھے۔

(3) تیسرا وہ نازک وقت تھا جب جنگِ احد میں آپؐ اکیلے رہ گئے تھے۔ کفار کا محاصرہ آپؐ پر تنگ تھا اور بہت سی تلواریں آپؐ پر چلائی جاری تھیں۔

(4) پھر ایک موقع ایسا بھی آیا کہ ایک یہودیہ نے آنحضرت صلعم کو گوشت میں مہلک زہر بڑی مقدار میں ملا کر دیا تھا۔

(5) پھر ایک موقع وہ بھی تھا کہ خسرو پرویز شاہ نے آپ کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کر لیا ہوا تھا اور گرفتار کرنے کے لئے سپاہی بھی روانہ کر دیئے تھے

(6) (آپؐ خدا تعالیٰ کے سچے رسولؐ تھے۔ پیغمبر برحق تھے۔ اگر نعوذ باللہ آپؐ سچے نہ ہوتے تو ان تمام پُرخطر موقعوں سے نجات پانا قطعی ناممکن ہوتا۔ پس آپ زمین پر اکیلے بے کس و بے سامان تھے جبکہ خدا آپؐ کے ساتھ ہر لحظہ اور ہر آن تھا۔ ہے اور رہے گا اور یہی آپؐ کی صداقت اور فیضِ عام کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔) کیونکہ انشاء اللہ خدا تعالیٰ بھی ہمیشہ سے ہے۔ تھا اور رہے گا۔ پھر ایک اور موقعہ بھی آیا کہ آپؐ سوئے ہوئے تھے کہ ایک کافر نے آپؐ کی تلوار اٹھالی اور آپؐ کو قتل کرنا چاہا لیکن آپ ذرا بھی نہ گھبرائے اور اس کے اس سوال پر کہ اب آپؐ کو کون بچا سکتا ہے آپؐ نے نہایت تسلی سے جواب دیا کہ "اللہ" اس غیر معمولی حالتِ اطمینان کو دیکھ کر اس کافر پر اس قدر دہشت ہوئی کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ آپؐ نے وہ تلوار اٹھالی اور فرمایا اب بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا تو اس نے لجاجت سے جواب دیا کہ آپ ہی رحم کھائیں تو یہ تھا ایک بہادر جری حوصلہ مند انسان کی دہشت جو وہ کافر برداشت نہ کر سکا۔

9

إِنِّيْ أَرَى فِيْ وَجْهِكَ الْمُتَهَلِّلِ
شَأْنًا يَّفُوْقُ شَمَائِلَ الْإِنْسَانِ

ترجمہ: بے شک میں تیرے درخشاں چہرے میں دیکھ رہا ہوں
کہ ایک ایسی شان جو انسانی خصائل پر فوقیت رکھتی ہے۔

امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب میں تیرے روشن چہرے میں ایسی شان و شوکت اور عظمت دیکھتا ہوں جو انسان کے اخلاق سے بہت بلند و بالا ہے۔ یعنی میں نے جب بھی آپؐ کے مبارک چہرے کی طرف دیکھا تو اس کی روشنی اور چمک دمک میں رؤف رحیم خدا کا پرتو نظر آیا۔ جس جہت سے بھی پرکھنا چاہا تو فوقیت اور افضلیت پر ہی نظر جا کر ٹھہری۔ اخلاقی کمالات اور روحانی احیاء نہ تو پہلے کسی نبی کو اس درجہ تک حاصل ہوئے تھے اور نہ کسی آنے والے زمانہ میں وہ کمالات اس معراج تک پہنچیں گے جہاں تک آپؐ کے چہرے کی ضیاء نے روشنی عطا کی ہے۔ یاد رہے کہ چہرے کے ظاہری حسن کا جہاں تک تعلق ہے اس کے لئے ذرا 1400 سال پیچھے جا کر دیکھتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمیرہؓ اس حسن لازوال کے لئے کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے بڑے مختصر الفاظ میں پیاری سی گفتگو کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"ایک دن چاندنی رات میں آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ میں کبھی آپؐ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو بخدا مجھے آپؐ چاند سے زیادہ حسین معلوم ہوتے تھے۔"

لفظ متہلل جو ظاہر کر رہا ہے تو اس کا ذکر حضرت اقدس اپنی تصنیف براہین احمدیہ میں صفحہ 5/62 میں اس طرح کر چکے ہیں۔ " سید الانبیاء و خیر

الوریٰ مولانا سیدنا حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان حسن
لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے۔

دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

یعنی وہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب الٰہی کے بہت قریب چلا گیا اور مخلوق کی
طرف جھکا اس طرح دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حقوق العباد ہے ادا کر دیا
اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہو
گیا۔" اس پیراء میں آپؐ کے روحانی اور ظاہری حسن کی گواہی کئی رنگوں میں
سامنے آتی ہے۔ مگر یہ تو بات ظاہری حسن کی تھی لیکن جہاں تک آقائے دو
جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کا تعلق ہے۔ اس کے
متعلق تو دو لفظوں میں ہی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی گواہی سامنے رکھ سکتے ہیں
یعنی "حضور کی سیرت تو قرآن ہے۔"

پس فیصلہ ہوا چونکہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور آپ کے افعال
اس کلام الٰہی کی تفسیر ہیں۔ اسلئے آپؐ بے شک مجسم قرآن ہیں۔

دوسرے آپؐ پر کلام الٰہی کا نازل ہونا بھی آپ کی ہمت و عظمت کی از
خود ایک گواہی ہے۔ کیونکہ "اگر قرآن مجید پہاڑ پر نازل ہوتا تو پہاڑ بھی ریزہ
ریزہ ہو جاتا۔"

لیکن چونکہ آپؐ کے افعال بھی از خود فطرت صحیحہ کے عین مطابق تھے
اس لئے قرآن کو جذب کرنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے آپؐ کو ہی چن لیا۔
جیسے کہ نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی کا نچوڑ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے
چند لفظوں میں بیان فرمایا تھا تاکہ آپ کو یقین کامل ہو جائے کہ غارِ حرا میں
آنے والا نورانی وجود آپؐ کو حق تعالیٰ کا پیغام دینے آیا تھا اور حضرت خدیجۃ
الکبریٰؓ نے آپ کے اعلیٰ شمائل کا حوالہ دے کر آپؐ کو تسکین و تسلی دی۔
چنانچہ موضوع کا تقاضا یہی ہے کہ آپؐ کے حسن کے ساتھ ساتھ آپؐ کے

شمائل حسنہ کا بھی کچھ ذکر کیا جائے جو آپؐ کی فطرت ثانیہ بن چکے تھے اور
انسانی اخلاق سے بلند مقام پر شمار کئے جاتے تھے۔

مثلاً" مہمان نوازی کا جہاں تک تعلق ہے تو آپؐ کو خدا تعالیٰ نے بدرجہ
اتم یہ صفت عطا فرمائی تھی کہ آپؐ نے مہمان کو خدا کی رحمت کے لفظ سے
یاد فرمایا ہے اور خود بھوکے رہ کر بھی مہمان کی خاطر مدارت میں کوئی کسر نہ
رہنے دی تھی۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک دفعہ ایک یہودی بدو آپؐ کا مہمان ٹھہرا
تھا۔ رات ساری خاطر کروائی اور صبح جاتے وقت بستر پر ہی نجاست کر گیا۔
جب وہ چلا گیا تو رخصت کے بعد آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے وہ نجاست شدہ
بستر دھویا تھا۔ ابھی آپؐ دھو ہی رہے تھے کہ یہودی اپنی تلوار بھول جانے کی
وجہ سے واپس آ گیا جب وہ واپس آیا تو اس کی حیرت اور شرمندگی کی انتہاء نہ
رہی کہ دو جہاں کا بادشاہ رحمتوں کا پیغمبر اپنے ہاتھوں سے اس کی نجاست دھو رہا
تھا۔ وہ اسی دم کلمہ گو اور فدائیان محمدؐ کی فہرست میں شامل ہو گیا۔ الحمد اللہ

مصیبتوں میں لوگوں کے کام آنا بھی آپؐ کا ایک اعلیٰ خلق تھا۔
ہمیشہ خود کو تکلیف میں ڈال کر بھی لوگوں کے کام آنا لوگوں کے مصائب
رفع کرنا اور بے لوث خدمات کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔ یہ مصائب زمانہ ہی تو
تھیں جو آپؐ کو نبوت سے پہلے ہی رنجیدہ خاطر اور افسردہ رکھتی تھیں آپؐ
مصیبت زدہ لوگوں کے لئے ہی تو تنہائیوں میں جا جا کر نجات کی دعائیں کیا
کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی مشرک یہودی کا قرضہ ابو جہل نے روکا ہوا تھا۔ وہ
اکثر و بیشتر مطالبہ کرتا مگر ابو جہل سختی سے پیش آتا اور ادائیگی قرض کے لئے
ہرگز تیار نہ تھا۔ یہ مسئلہ یہودی نے عرب کے رؤساء کے پاس پیش کیا تو
انہوں نے جھٹ ایک ایذا رسانی کا حربہ بنا کر یہودی کو تیار کیا کہ "محمدؐ سے کچھ
مدد لو۔" ان کا خیال تھا کہ یا تو یہ مسئلہ جھگڑے کا موجب ہو جائے گا یا محمدؐ ابو
جہل کے پاس جانے سے انکار واضح کر دے گا۔ مگر ان کی حیرت کی انتہاء نہ

رہی جب یہودی کے کہنے پر رحمۃ اللعالمین محمدؐ مصطفیٰ یہودی کی مصیبت سن کر اس کے ساتھ ابوجہل کے گھر چل دیئے۔ ادھر ابوجہل کی حیرت کا کیا عالم تھا جب اس نے اپنے دروازہ پر اپنے شکار کو کھڑا پایا۔ مگر آپؐ کا رعب اور ہیبت اس پر ایسی طاری ہوئی کہ اس نے فوراً" مطلوبہ رقم قرض خواہ کو ادا کر دی۔

جبکہ دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد آپؐ نے صرف یہ فرمایا کہ اس شخص کی کچھ رقم تمہارے ذمے ہے؟ پس مصیبت میں لوگوں کے کام آنے والے انسان کے شمائل کا ذکر تو بہت سادہ اور ثقہ الفاظ میں آپ کی رفیق حیات ہی نے کر دیا ہے اور پھر اسی طرح بانی سلسلہ فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقع تھا۔ نہ ہر جگہ حلم پسند تھا' نہ ہر مقام پر غضب مرغوب خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر رعایت محل اور موقعہ کے ملحوظ طبیعت مبارک تھی۔ سو قرآن مجید بھی اسی طرز موزوں و معتدل پر نازل ہوا کہ جامع شدت و رحمت و شفقت و نرمی و درشتی ہے۔" (1)

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سچ فرمایا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے نور کے سب سے بڑے نقش ہیں۔ کہ آپؐ جیسا انسان کبھی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ وہ جمال اور خوبصورتی جو آپؐ میں پائی جاتی ہے۔ اس کا نشان چاند میں نہیں دیکھا جا سکتا۔

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانِیْ

(1) براہین احمدیہ صفحہ 189/3

10

وَقَدِ اقْتَفَاكَ اُولُوالنُّھٰی وَبِصِدْقِھِمْ
وَدَعُوْا تَذَكُّرَ مَعْھَدِ الْاَوْطَانِ

ترجمہ: بے شک دانشمندوں نے تیری پیروی کی ہے اور اپنے صدق کی وجہ سے انہوں نے وطنوں کی یاد بھلا دی۔

11

قَدْ اٰثَرُوْكَ وَ فَارَقُوْا اَحْبَابَھُمْ
وَتَبَاعَدُوْا مِنْ حَلْقَةِ الْاِخْوَانِ

ترجمہ: بے شک انہوں نے تجھے مقدم کر لیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائیوں کے دائرہ سے دور ہو گئے۔

ان دونوں اشعار میں صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کا ہی زیادہ تر ذکر ہے اور یہ اشعار ہمیں یہ بھی توجہ دلاتے ہیں کہ کس طرح نور تاریکی کو کھا جایا کرتا ہے اور بالآخر جیت حق کی ہوا کرتی ہے۔ جیسے ہم نے دیکھا ہے کہ نزولِ رحمت سے پہلے اگرچہ ساری قوم ظلمت کی نذر ہو چکی تھی پھر بھی چند اشخاص تلاشِ حق کے لئے سرگردان عمل تھے۔ نیک اور سعید طبائع متلاشی تھیں کہ نور کی کرن کہیں سے نمودار ہو۔ پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایک انقلاب عظیم کے صدقے ان نگینے لوگوں کو جو کبھی مثل گوبر ہی ہوتے تھے سونے کی ڈلی کی طرح بنا دیا کیونکہ انہوں نے نور کو پا لیا اور متلاشی نگاہوں نے آپؐ کی عاشقانہ پیروی کی اور ہر لمحہ اپنے انتخاب پر قربانی دی۔ وہ جان گئے کہ یہی موعود فخر الانبیاء ہے اور یہی ہمارا منجی ہے وہ آگے بڑھے اور آپؐ کے ہر حکم کی تعمیل

کی اور قربانی دیتے وقت انجام کو یکسر فراموش کر دیا۔ وہ بے خوف و خطر مال و
جان آپؐ کے قدموں پر نچھاور کرتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسے وقتوں
میں وحشیانہ حالتوں سے اٹھا کر اعلیٰ درجہ کی انسانیت تک پہنچنے کے لئے مالی'
جانی' جسمانی قربانی ضروری ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روحانی
بلندیاں عطا کرنے کے لئے ان پر مختلف ذمہ داریاں بھی ڈال دیں اور انہیں
توفیق بھی دی کہ وہ بڑھ چڑھ کر یہ قربانیاں کریں۔

انہوں نے بلا امتیاز اپنی جانیں فدا کیں۔ عزیز و اقارب چھوڑے' اپنے
مال متاع' اپنی عزتیں اور راحتیں تلف کر کے جانفشانی اور صدق کے نمونے
دکھلائے اور پھر موت کے گڑھے سے نکل کر حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو
گئے۔

وہ اصحابؓ کالنجوم کہیں تو نماز میں سبقت لینے کے لئے گھٹنوں کے بل
چل کر مسجد پہنچے اور کہیں روزہ کی ادائیگی کے لئے سال بھر کے نصف دن
روزے رکھے اور کہیں مالی قربانی کے لئے اپنے مال و متاع اپنے آقا رحمتہ
اللعالمین کے سامنے ڈھیر کر دیئے خدا اور اس کے رسول کا نام گھر میں باقی
رہنے دیا۔

چنانچہ دانشمندوں نے نہ صرف پیروی کے لئے سرور کائنات محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا بلکہ اپنے بھائی بندوں کو ماں باپ کو اور گھربار کو
ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا حضرت زید بن حارث کا پیار رسولؐ خدا کے ساتھ
عشق کی حد تک تھا۔ کون ہے جو اپنے دیرینہ بچھڑے ہوئے ماں باپ کے
سامنے صاف صاف دو لفظوں میں انکار کر دے کہ میں آپؐ کو چھوڑ کر ہرگز
نہیں جاؤں گا۔ آپؐ میرے لئے چچا اور باپ سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت زیدؓ
کے باپ نے غصہ سے کہا کہ تو غلامی کو حریت پر ترجیح دیتا ہے۔ حضرت زیدؓ
نے کہا جو محبت میں نے یہاں دیکھی ہے اس پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے

سکتا۔

صحابہ کرام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کا اندازہ اس
واقعہ سے کریں۔ غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک
زخمی ہوا تو حضرت مالکؓ بن سنانؓ نے بڑھ کر خون کو چوسا اور ادب کے خیال
سے چوستے ہوئے خون کو زمین پر پھینکنا گوارہ نہ کیا بلکہ اسے پی گئے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا
چاہے جس کا خون میرے خون سے آمیز ہو تو وہ مالک بن سنانؓ کو دیکھے۔ اس
کے بعد حضرت مالکؓ نے نہایت بہادری سے لڑ کر شہادت حاصل کی۔

اسی طرح فدائیانِ رسولؐ میں سے حضرت انسؓ تھے جو آٹھ دس سال کی
عمر میں سرور کائنات کی خدمت میں مامور ہوئے تھے لیکن اس کم سنی کے
باوجود آپ پر پروانہ وار فدا تھے اور نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ اپنے
فرائض ادا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نماز فجر سے پہلے اٹھ کر مسجد نبوی میں پہنچتے اور
حضور کے تشریف لانے سے قبل حضور علیہ السلام کے لئے پانی وغیرہ کا خاطر
خواہ انتظام کر کے حاضر رہتے تھے۔

چنانچہ یہ لوگ وہ تھے جنہوں نے ایک درِ یتیم کو اختیار کیا اور دوسروں پر
ترجیح دی اور اپنے پیاروں سے جدا ہوئے اور اپنے بھائیوں کے دائرے سے
دور ہو گئے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے بھی ان کے حق میں شہادت دی۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (مجادلہ آیت نمبر 23)

"کہ تو ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ایسا نہیں پائے گا کہ
وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے مخالفوں سے محبت رکھیں خواہ وہ آپ کے
باپ دادا ہوں یا بیٹے پوتے ہوں یا ان کے بھائی بند ہوں یا اس کا کنبہ اور

خاندان ہوں۔"

اس شہادت کو تاریخ کے کئی واقعات ثابت کرتے ہیں مگر صرف ایک دو پر
اکتفا ہی ثابت کر دے گا کہ خون کا رشتہ بے معنی تھا اور روح کا رشتہ انہیں
یکجا کر گیا تھا کیونکہ وہ مضبوط اور پکا تھا۔ مثلاً" حضرت ابوعبیدہؓ کو خدا تعالیٰ نے
تقریباً" تمام غزوات میں شمولیت کا شرف بخشا تھا۔ جنگ بدر کے معرکہ میں
بھی وہ شامل تھے۔ اس وقت ان کی عمر 39 سال تھی۔ یہ جوشیلا نوجوان مجاہد
خدا کی راہ میں نکلا ہوا انسان خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی پر
کیسے راضی ہو سکتا ہے؟ جب میدان کارزار میں باپ بیٹے کے سامنے ہوا تو
حق و باطل کی جھڑپ شروع ہوئی باپ کفر الحاد کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور
بیٹا نخلِ اسلام کا پاسبان تھا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ تلوار کی پیاس بجھانے کے لئے
بے تاب تھے باپ جو کفر کی طرف سے قسمت آزمائی کرنے آیا تھا بیٹے پر
جھپٹا مگر بیٹا ہر بار طرح دیتا رہا۔ لیکن ابو عبیدہؓ تھے کہ نہ ٹلتے تھے۔ آخر فتح حق
کی ہوئی بتوں کا شیدا باپ توحید کے دلدادہ بیٹے کے ہاتھوں دنیا سے رخصت ہوا
اور خدا تعالیٰ نے اس موقع پر یہی آیت نازل فرمائی تھی کہ

"مومن خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے خواہ
ان کے باپ بیٹے یا بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا
تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔" پس ابو عبیدہؓ وہ شخص ہیں
جن سے خدا تعالیٰ ان کی زندگی میں ہی راضی ہو گیا تھا اور انہیں یہ خوشخبری
مل گئی تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قد اثروک وفارقوا احبالھم۔ بے شک آپ نے صحابہ کرامؓ کی قربانی کا
واضح نقشہ پیش فرمایا ہے جیسے کہ سعد بن ابی وقاص جن پر تاریخ اسلام فخر
کرتی ہے وہ بے شک ایک فرمانبردار اور خدمت گزار بیٹے تھے۔ اُنیس، بیس

سال کا سن تھا کہ آپ کو قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی ماں کو علم ہوا تو
سخت رنج ہوا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک سعدؓ نئے دین کو نہ چھوڑیں گے
میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی۔ اور نہ ان سے بات چیت کروں گی۔
چنانچہ اس قسم کو پورا کیا حتیٰ کہ تیسرے دن بے ہوش ہو گئیں اور نقاہت کی
وجہ سے غش پر غش آنے لگے۔ انہیں اپنے سعادت مند فرزند پر یہ امید نہ
تھی کہ وہ اس قسم کا روکھا جواب دیں گے تو حضرت سعد بن وقاصؓ کا کیا
جواب تھا؟ "اللہ کی قسم اگر تیری ایک جان کی جگہ سو جانیں ہوں اور ایک
ایک جان کر کے نکل جائے۔ تو بھی میں اپنے دین کو کسی چیز کی خاطر نہیں
چھوڑوں گا۔ اب تو کھانا کھا یا نہ کھا " المختصر کہ تاریخ اسلام ایسے واقعات سے
پُر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو بے پایاں محبت
اور اخلاص تھا۔

چنانچہ محبت کا معراج اگر ثبوت کے طور پر کوئی دیکھنا چاہے تو یہ واقعہ ہی
کافی ہے کہ کس طرح سرور کائناتؐ کے صحابہ کرام آپ پر جان قربان کرتے
تھے۔ ویسے یہ ایک مستند بات ہے کہ "صرف محبت کا دعویٰ محبت کا پتہ لگانے
کے لئے حقیقی معیار نہیں ہے مگر وہ شخص جس نے اپنے ہر ایک عمل اور
خدمات اور قربانی سے میدان جیت لیا ہو سچی محبت کا علمبردار کہلا سکتا ہے اور
ہمارا ہر صحابیؓ خدا کے فضل سے اپنے دامن میں سچی اور انمول محبت کے موتی
رکھتا تھا۔ جبکہ یہ صورت حال آج بھی کسی نہ کسی رنگ میں مسلمان پیش کرتا
ہے۔

فالحمد اللہ علی ذالک

جہاں تک کہ زیارت کا تعلق ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ "یہ امور کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاوے اصل
منشاء اور مدعا سے دور ہیں ---- خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بڑا ہی بدبخت
ہے اور اس کی کچھ بھی قدر اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں جس نے سارے انبیاء
علیہم سلام کی زیارت کی ہو۔ مگر وہ سچا اخلاص وفاداری اور خدا تعالیٰ پر سچا
ایمان خشیت اللہ اور تقویٰ اس کے دل میں نہ ہو پس یاد رکھو کہ نری
زیارتوں سے کچھ نہیں ہوتا خدا تعالیٰ نے جو پہلی دعا سکھلائی ہے۔ اهدنا
الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم ہے اگر
خدا تعالیٰ کا اصل مقصود زیارت ہوتا تو وہ اهدنا کی جگہ ارنا صور الذين
انعمت عليهم کی دعا تعلیم فرماتا۔ جو نہیں کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی عملی زندگی میں دیکھ لو کہ آپؐ نے کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ
مجھے ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہو جاوے گو آپؐ کو معراج میں سب کی
زیارت ہو گئی تھی پس یہ امر مقصود بالذات ہرگز نہیں ہونا چاہیے اصل مقصد
سچی اتباع ہے"۔ (1)

(1) الحکم 17- اگست 1902 صفحہ 7-8

12

قَدْ وَدَّعُوْا اَهْوَاءَهُمْ وَنُفُوْسَهُمْ
وَتَبَرَّءُوْا مِنْ كُلِّ نَشْبٍ فَانِ

ترجمہ: انہوں نے اپنی خواہشوں اور نفسوں کو یکسر چھوڑ دیا اور
ہر فانی مال و متال سے بیزار ہو گئے۔

اس شعر میں ودعوا کی ضمیر صحابہ کرامؓ کے لئے استعمال کی گئی ہے۔
اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر ایمان لانے کے بعد تمام ہستیاں یکسر بدل
گئیں۔ انہوں نے اپنی تمام خواہشات اور معمولات روز و شب چھوڑ دیئے۔
وہ لوگ جو کبھی اپنے نفس و جذبات کے قیدی تھے۔ آج انہوں نے سفلی
خواہشات کے تمام بندھن توڑ ڈالے اور خدا تعالیٰ کا نقش دلوں پر ثبت کر کے
نقشِ دوئی مٹا ڈالا۔

صحابہ کرامؓ کی محبتِ غیر فانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس فرماتے ہیں
کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اس طرح فنا ہوئے کہ اپنی گردنیں تلوار کی دھار
کے نیچے رکھ دیں اور سرورِ کائنات کے گرد حلقہ بگوش ہو گئے۔ وہ یہ بھی
بھول گئے کہ وہ مکی ہیں یا مدنی۔ وہ عشقِ صادق رکھتے تھے اس لئے انہوں نے
اپنے عزیز و اقارب، وطن گھربار، جذبات و احساسات تمام قربان کر کے آپ
کے قدموں میں جگہ بنا لی۔ اس کی ایک واضح مثال اصحاب صُفہ ہیں جو ایک
چھوٹے سے چبوترے پر صبح و شام گزارتے تھے۔ وہ گھروں کا سکھ چین اپنی
چھت کا امن و آشتی چھوڑ کر ایک ہی قطعۂ زمین پر ماہ و سال گزارتے تاکہ

کوئی پیغام، کوئی آواز اور کوئی حکم ایسا نہ ہو جس کے سننے سے وہ محروم رہ
سکیں۔ تمام پروانے شمعٔ محبت لئے ہوئے سرور کائناتؐ کی قربت میں رہنا اپنا
نصب العین قرار دیتے تھے۔ کیونکہ زندگی کے تمام رخ انہیں اپنے آقا کے
رخِ روشن میں ہی میسر آ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکیاں بھی
انہیں روشن و منور نظر آتی تھیں۔ کیونکہ انہیں نورِ ہدایت نصیب ہو چکا تھا۔
لیکن آج وہی یعنی خواہشات کے بندے جب سرور کائنات کی خوشنودی
کے حصار میں آگئے تو انہوں نے اپنے اور پرائے میں امتیاز ختم کر دیا اور یک
جان اور یک قالب ہو کر قربانی و ایثار کا نمونہ دکھایا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ
حضرت حمزہؓ جب جنگِ احُد میں شہید ہوئے تو ان کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ
نے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ کو دو چادریں دیں کہ ان سے حضرت حمزہؓ کا کفن کا
کام لیا جائے لیکن جب ان کو کفن پہنایا جا رہا تھا تو حضرت زبیرؓ نے دیکھا کہ
ان کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش پڑی ہے جس کے لئے کفن میسر نہیں۔
آپ نے اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ اپنے ماموں کو دو چادریں پہنا دیں اور
دوسرا بھائی پاس بے کفن پڑا رہے۔ چنانچہ آپ نے ایک چادر ان کے لئے
دے دی۔ لیکن ایک چادر حضرت حمزہؓ کے لئے کافی نہ تھی۔ سر چھپایا جاتا تو
پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ چادر سے چہرہ ڈھانک دو اور پاؤں پر گھاس اور پتے
ڈال دو۔

اللہ اللہ کیسے لوگ تھے کہ فرطِ غم کی حالت میں بھی اپنے بھائیوں کا خیال
رکھا اور ان کی ضروریات سے بھی آنکھیں بند نہ کیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے
محبوب کے صدقے ان کے دن روشن اور راتیں منور کر دی ہوئی تھیں۔ ہاں
کبھی وہ انہی خواہشات کے بندے تھے اور آج وہ خدائے واحد و یگانہ کے

حضور اپنی بندگی پیش کرتے اور پہروں روتے رہتے تھے۔ کبھی بات بات پر
جھگڑنا ان کا معمول تھا۔ ایک پرندے پر ظلم کی بناء پر سالہا سال ظلم و تشدد کی
داستان انسانوں یعنی اشرف المخلوقات پر شروع ہو کر ختم ہونے کا نام نہیں لیتی
تھی۔ آج جب انہوں نے یعنی صحابہ کرامؓ نے توحید کی داستان شروع کی تو
وہ یہاں تک بھول گئے کہ ان کے باپ اور بیٹے کون ہیں۔ عشقِ محمدیؐ میں
سرشار باپ اپنے بیٹے کی قربانی کے لئے تیار کھڑا ہے اور گستاخِ شانِ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقام پر بیٹا تلوار نیام سے باہر نکالے انتظار کر رہا
ہے کہ آج میں اپنے باپ عبداللہ بن ابی سلول کو بتا دوں گا کہ مدینہ کا معزز
ترین شخص کون ہے؟ باپ بیٹے کے سامنے کھڑا ہے اور حدودِ مدینہ میں داخل
ہونے کا متمنی ہے کہ بیٹا روک کر پوچھتا ہے کہ تمہیں یاد ہے تم نے کیا الفاظ
کہے تھے کہ مدینہ کا معزز ترین انسان میں ہوں اور مدینہ کا ذلیل ترین انسان
نعوذ باللہ محمدؐ رسول اللہ ہے۔ خدا کی قسم تو اس وقت تک مدینے میں داخل
نہیں ہو سکے گا جب تک تو اقرار نہ کرے کہ مدینے کا ذلیل ترین انسان میں
ہوں اور محمدؐ رسولِ خدا مدینے کا معزز ترین انسان ہے۔ ورنہ اس تلوار سے
تیرا سر اڑا دوں گا۔

عبداللہ بن ابی سلول نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اس کا دل لرز گیا کہ آج
بیٹے کے ہاتھوں خاتمہ یقینی ہے۔ چنانچہ تمام دوستوں کے سامنے جن کے
سامنے اپنی بڑائی کے گیت گاتا تھا اقرار کرنا پڑا کہ مدینے کا ذلیل ترین انسان
میں ہوں اور محمدؐ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے معزز ترین انسان
ہیں۔" تو یہ تھا پروانے کا عشق جس نے خون کے فرق ختم کر دیئے تھے۔ ہاں
یہی گرمیٔ الفت تھی جس کی بناء پر حضرت زید بن حارثؓ نے اپنے دیرینہ
بچھڑے ہوئے چچا اور باپ کے سامنے صاف صاف دو لفظوں میں انکار کر دیا تھا

کہ میں آپؐ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گا آپؐ میرے لئے چچا بھی ہیں اور باپ سے بڑھ کر ہیں۔

تو بے شک

"ترے عاشق صدق سے عشقِ خدا کے واسطے
چھوڑ کر اپنا وطن قدموں میں تیرے آ بسے"

آج سمعنا و اطعنا ان کا نعرہ تھا۔ محفل کی تمام شمعیں بجھا کر وہ رخ روشن کے دیوانے ہو گئے۔ ہر آواز پر لبیک کہنے والے وضو کا پانی تک زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اچک کر سینہ و دل پر مل لیتے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ پانی کے قطرے نہیں بلکہ نور کے سمندر ہیں۔ جو کثافت و گرد کو دور کر کے وہ روشنی اور اجالا پیدا کریں گے۔ جس سے خدا کا چہرہ نظر آئے گا۔ اس یقینِ کامل کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے جھولیاں بھر لیں۔ کہ توحید و رسالت قرآن و سنت کے سوا باقی تمام دنیا فانی ہے۔ چنانچہ وہ عیش و آرام سے منہ موڑ کر قربان گاہوں کی طرف چل نکلے۔ تا آنکہ قربانی میں کسی سے مات نہ کھا جائیں۔

بالآخر ایک دن وہ آیا کہ ایک عاشق صادق اور ایک پکا دوست صرف اللہ اور رسولؐ کا نام اپنے گھر میں چھوڑ آیا اور باقی تمام مال و متاع اپنے آقا کے قدموں میں لا ڈھیر کیا۔ حتیٰ کہ باوفا محبوب سرور کائنات نے فرمایا کہ "ابوبکرؓ کے مال سے بڑھ کر میں نے کسی کے مال سے فائدہ نہیں اٹھایا۔" پس یہی اغنیاء اور سیری کا نتیجہ تھا کہ فانی چیزوں سے رشتہ ہمیشہ کے لئے توڑ کر لوگ محبوبِ خدا کے محبوب بن گئے۔

اور اس طرح وہ نفس اور خواہشات کی قید سے آزاد ہو گئے اور یہ آزادی انہیں جنت کی نوید دے گئی۔

13

ظَهَرَتْ عَلَيْهِمْ بَيِّنَاتُ رَسُوْلِهِمْ فَتَمَزَّقَ الْاَهْوَاءُ كَالْاَوْثَانِ

ترجمہ: ان پر اپنے رسولؐ کے روشن دلائل ظاہر ہوئے تو ان کی نفسانی خواہشیں بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

ان کے رسولوں کی سچائی ان پر ظاہر ہو گئی اور ان کی نفسانی خواہشات کے بت ٹوٹ گئے۔

فاعفوا و اصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ

یہ پیغام جو قوم اپنے سینے پر سجا کر ایک مدت تک چلتی رہی بیشک وہ آسمان کے ستاروں سے بڑھ کر تھی اور وہ سالارِ کارواں جس پر زمین و آسمان سے بے شمار سلام آتے ہیں انہیں عفو و محبت کی زنجیر میں باندھ کر صبح و شام انہیں پتھروں پر چلتے رہے جو کبھی ان کے جسموں کو جھلساتے ہیں اور کبھی ان کے جوتوں کو خون آلود کرتے ہیں لیکن سینے میں پنہاں پیغام انہیں کوہ صدق و استقامت بنا چکے ہیں۔ وہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی تھے۔ جو قوم کے نگینے بن گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے صداقت کے کئی نشان صبح و شام دیکھے تھے۔ اگرچہ وہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے بھی اس نور کا نظارہ کئی بار کر چکے تھے۔ صدیق و امین سے مل چکے تھے۔ غریبوں' بیواؤں اور بے کسوں کے آسراء کو توحید کا پرچار کرتے سن چکے تھے۔

تاہم

حلقہ بگوش اسلام کے بعد جب روشنی ان کا نصیب ہوئی تو ان کی ذاتی زندگی یکسر بدل گئی۔ مثلاً" ایک دن وہ تھا کہ اولاد کشی کا اعلانیہ کثرت سے رواج تھا

اور یہ معصوم جانیں بتوں کی خوشی اور نذرانے کے لئے تلف کر دی جاتی تھیں۔ خصوصاً لڑکیاں تو شرم و عار کا باعث خیال کی جاتی تھیں۔ اس لئے زندہ دفن کر دی جاتی تھیں۔ لیکن جب منجیؐ اور رحمتہ اللعالمین کے ارشادات انکے سامنے آئے تو وہ دل و جان سے قربان ہو گئے۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (سورہ تکویر آیت نمبر9-10)

یاد کرو کہ جس وقت زندہ درگور لڑکی پوچھی جائے گی کہ کس گناہ پر ماری گئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت نے ان تمام سنگدلیوں اور ان تمام سفاکیوں کو مٹانے میں وہ کام کیا جو بڑی بڑی تصنیفات نہیں کر سکتی تھیں۔ یا تو خود اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے تھے یا یہ زمانہ آیا کہ "ادائے عمرہ کے موقع پر جب ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہونے کا قصد کرتے ہیں۔ تو سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی یتیم بچی امامہ جو مکہ میں رہ گئی تھیں چچا چچا کہتی دوڑی چلی آتی ہے۔ حضرت علیؓ ہاتھوں میں اٹھا لیتے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے حوالے کرتے ہیں کہ یہ تو تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیار دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ بچی مجھ کو ملنی چاہیے۔ کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے گھر میں ہے۔ حضرت زیدؓ آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ حضور یہ لڑکی مجھ کو ملنی چاہیے کہ حمزہؓ میرے مذہبی بھائی تھے۔ حضرت علیؓ کا دعویٰ ہے کہ یہ میری بہن ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دل خوش کن منظر کو دیکھتے ہیں پھر سب کے دعوے مساوی دیکھ کر اس کو یہ کہہ کر اس کی خالہ کی گود میں دے دیتے ہیں کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔"

کیا یہ وہی جنس نہ تھی جس کی ہستی شرم و عار کا موجب تھی۔ جس کی پیدائش کی خبرسن کر باپ کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا تھا اور آج ایک لڑکی کی پرورش

کے لئے چار چار گود خالی ہو جاتے ہیں وہ اولاد جو کبھی مصیبت تھی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنتی ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بلندی کی طرف لے جانا چاہتا ہے تو ویسے ہی سامان پیدا کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا کہ ایک دریتیم اور اس ماں کا بیٹا جو سوکھا گوشت کھاتی تھی جب اپنے ہی شہر مکہ سے نکالا گیا تو تنہا تھا۔ یار غار اس کا ہمسفر وہ تھا جو دشمن کے خوف سے آپؐ کے لئے پریشان تھا۔ لیکن جب مکہ میں دوبارہ داخل ہوئے تو ایک فاتح تھے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاتحانہ شان سے 360 بتوں کو تہس نہس کر کے شرک کی جڑوں پر ہمیشہ ہمیش کے لئے تبر رکھ دی تھی اور صداقت کی یہ گھڑی اتنی واضح دلیل تھی کہ نہ صرف صحابہ کرامؓ کے بلکہ اہل مکہ کے ایمان روشن ستاروں کی طرح چمک گئے اور مضبوط چٹان کی طرح پختہ ہو گئے کیونکہ یہ وہی لمحہ تھا کہ حق جیت گیا اور باطل بھاگ گیا۔

پھر اسی قاطع دلائل کے سامنے نفسانی خواہشات کا قائم رہنا قطعی ناممکن تھا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے نفسانی بت توڑ ڈالے کیونکہ وہ مقام انسانیت سے گرانے والے تھے۔ یاد رہے کہ اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نفسانی خواہشات کے مٹانے کو بتوں کے توڑنے سے تشبیہ دی ہے۔ جو نہایت نادر تشبیہ ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ارادوں اور خواہشوں کی ایسے ہی پرستش کرتا ہے جیسے بت پرست بتوں کی کرتے ہیں۔ چنانچہ خدا کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا نام قیامت تک کے لئے بلند کر کے انسان کو بت پرستی کے جنجال سے نکال کر اوج ثریا پر پہنچا دیا ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے بھی ان کے گھروں کو اونچا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ

یعنی اللہ کا نور ایسے گھروں میں ہے، جن کے اونچا کرنے کا فیصلہ خدا تعالیٰ نے کر دیا ہے۔ یعنی جن گھروں میں تعلیم قران ہو گی وہ دنیا و دین میں عزت پا جائیں گے۔ انشاء اللہ پس واضح ہوا کہ جس گھر میں تعلیم القرآن ہو گی سفلی خواہشات ہوا اور ہوس کے بت کا وہاں کیا کام وہ تو خود ہی دم توڑ دے گا اور یاد رہے کہ پختہ ایمان اور سچی محبت کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت صحابہ کرامؓ کو حقیقی جنت کا وارث بنا گئی مثلاً" غور کیجئے کہ حضرت عطاءؒ بن ابی ردیاحؒ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک دفعہ عبداللہ بن ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو ایک جنتی عورت دکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں ضرور دکھائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ سیاہ فام عورت جو تمہارے سامنے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی اور عرض کیا کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس سے میرا جسم ننگا ہو جاتا ہے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی بیماری سے نجات عطا کرے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم صبر کر سکو تو تمہیں جنت ملے گی اور اگر چاہو تو تمہاری صحت و عافیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ اس خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صبر کروں گی۔ مگر چونکہ اس دورہ کے وقت میرا جسم ننگا ہو جاتا ہے تو آپؐ اتنی دعا فرمائیں کہ میرا جسم ننگا نہ ہوا کرے۔ اس پر حضورؐ نے اس کے لئے یہی دعا فرمائی"۔

تو یہ وہی غائبانہ پختہ ایمان تھا جو امت محمدیہؐ کو عاشق صادق بنا گیا تھا۔ کہ وہ ہر قربانی پر لبیک یا سیدی کہنے میں ہی جنت خرید لیتے تھے اور یقین محکم کا دلکش نمونہ ہے۔ اور یہی ایمان

14

فِیْ وَقْتِ تَرْوِیْقِ اللَّیَالِیْ نُوِّرُوْا
وَاللّٰہُ نَجَّاھُمْ مِّنَ الطُّوْفَانِ

ترجمہ: وہ راتوں کی تاریکی کے وقت منور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں طوفان سے نجات دی۔

وہ تاریک رات کے اندھیروں میں نورِ ہدایت سے منور کئے گئے۔ اللہ نے انہیں ایک ہمہ گیر طوفان سے نجات دی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہامی شعر میں اہل عرب کی وحشیانہ اور گمراہ کن حالت کا نقشہ ہمارے سامنے رکھا ہے اور زور نو روا پر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نزولِ رحمتہ اللعالمین کے وقت اہلیان عرب تاریک رات کے اندھیروں میں ایسے گھرے ہوئے تھے کہ روشنی کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آتی تھی۔ اصل میں وہ ان تاریکیوں کے عادی ہی اس حد تک ہو چکے تھے کہ اندھیرا ہی ان کے لئے زندگی بخش تھا۔ وہ ہر راہِ راست سے بھٹکی ہوئی خواہش کو زندگی کا نصب العین بنا کر سراب کے پیچھے بھاگتے تھے۔ یمن کے بادشاہ ابرہہ کا واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایک دیہاتی کی جہالت و بے وقوفی کو (شاہ وقت) اپنے لئے چیلنج بنا ڈالتا ہے کہ جب ایک دیہاتی ان کے معبد خانہ میں نجاست کر آیا تو ابرہہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر بیت اللہ شریف کو تہس نہس کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اور کئی دن کی مسافت طے کر کے لشکر کو اونٹ، ہاتھی اور جنگی ساز و سامان سے لیس کر کے مکہ مکرمہ کی طرف حملہ آور ہوا۔ جس حماقت اور بربریت کا ارادہ وہ رکھتا تھا خدا تعالیٰ نے اتنی

ہی عظمت و جبروت کے ساتھ اسے کچل ڈالا۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ
فیل میں ہے۔ چنانچہ یہ ظلمت و تاریکی کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

اور

اسی طرح جنگ بصوص ایک ایسی جنگ تھی جو صدیوں پر محیط تھی اور وجہ
تسمیہ صرف اور صرف ایک جانور کا بے وجہ مارا جانا تھا کہ جس کے بدلے میں
ہزاروں اشرف المخلوقات کو منوں مٹی تلے سلا دیا گیا تھا اور عرب کے کونہ کونہ
میں خون کی ندیاں بہا دی گئی تھیں اور پھر طرۂ امتیاز اس ظلمت و تاریک رات
کا یہ بھی تھا کہ رشتے کی پاکیزگی ناپید ہو گئی تھی۔ احترامِ رشتہ ناممکنات میں سے
تھا اور حد تو یہ تھی کہ یہ چیزیں فخر کا موجب ہوتی تھیں۔ برملا برائیوں کو اجاگر
کر کے داد وصول کی جاتی تھی یعنی جو جتنا گناہ آلود زندگی میں دھنسا ہوا تھا وہ
اتنا ہی سورما اور بلند تر خیال کیا جاتا تھا۔

تھا جہالت کا یہ عالم گند کے دلدادہ تھے
اور فسادوں کے لئے وہ ہر گھڑی آمادہ تھے
عیب ان میں دو ہی تھے جو قوم کی پہچان تھے
ایک خرمستی کا عالم۔ بھیڑیے ہر آن تھے

مثلاً" جب بیٹی ہوتی تو زندہ دفن کر دی جاتی تھی اور جب ماں کا معاملہ ہوتا تو
ترکہ میں بانٹ دی جاتی اور جب بیوی کا معاملہ آتا تو تحفے میں پیش کر دی
جاتی۔ الغرض زمانے کو تاریکی اور جہالت نے اپنی لپیٹ میں ایسے لے رکھا تھا
کہ جیسے بچے کو ماں نے گود میں سنبھال رکھا ہوتا ہے۔ اور یہی زمانہ جہالت
کہلاتا تھا۔

ایسے وقت میں خداوند عالم کی غیرت جوش میں آتی ہے تو وہ اپنی مخلوق کو
انحطاط سے بچانے کے لئے ہمیشہ اپنی رحمت کا ہاتھ بڑھایا کرتا ہے اور یہ خدا
تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ایسے گمراہی ـــ دو ر ۰ ابدی نہیں رہنے دیا کرتا چونکہ
ابدی چیز صرف اور صرف نور ہے۔ اس لے اس نور کو پھیلانے کے لئے اور
اس ظلمت کو پاٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو نازل فرما دیا

اور

جب رحمتہ اللعالمین کا نورِ مبارک افق پر طلوع ہوا اور ہدایت کا سورج بن کر
اہلِ عرب کے لئے ایسے چمکا کہ اس کی روشنی میں جہان روشن ہو گیا اور یہ
روشنی تمام جہان میں پہنچ گئی اور اس ہادیٔ برحق نے اپنے چہرے کے نور سے
اس اندھیرے کو ضیاء پاش کر دیا اور دنیا والوں کے سامنے ہر جہت سے رحمت
کے بازو پھیلا دیئے۔ اگر آپؐ کو خدا تعالیٰ اس وقت نہ بھیجتا تو دنیا تاریکی و
بت پرستی کے اس دور میں تھی کہ توحید تا قیامت ختم ہو جاتی۔ اسی لئے تو
بمقامِ بدر سرور کائنات محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رو رو کر خدا تعالٰہ کو
واسطے دے رہے تھے کہ اے میرے پیارے اگر آج کے دن توحید کے
متوالوں کو فتح و نصرت نہ دی تو قیامت تک تیرا نام لینے والا روئے زمین پر کوئی
باقی نہ بچے گا۔ کیونکہ یہ تمام جنگ و جدال اور سارے جھگڑے توحید کے لئے
ہی تو تھے۔ یہی تو طوفانِ بدتمیزی تھا کہ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول کر پتھر
کے بت اور شراب و موسیقی کی بدمستی میں ہر شخص مشغولِ کار تھا۔
پھر ہوا کیا؟ آیئے دیکھتے ہیں کہ کس طرح نبی پاکؐ نے دنیا کو منور کیا اور
نورِ ردّا پر حضرت اقدس نے کیسے زور دیا ہے یعنی اس سے کیا مراد ہے؟ تو یاد

رہے کہ کسی کو راہِ راست پر لانے کے لئے اور سنوارنے کے لئے صرف اور
صرف نمونہ ہوا کرتا ہے۔ ہمارے ہادی و راہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو
رحمتہ اللعالمین ہو کر آئے تھے۔ آپؐ تو کلیدِ اخلاق تھے۔ آپ نے وہی نمونہ
قائم کیا جو درست اور اعلیٰ تھا۔ مکمل اور فطری تھا۔ چنانچہ ہر بات میں ہر عمل
میں طریقِ کار با اخلاق اللہ صحابہ کرامؓ کے سامنے رکھ دیا جو برکتوں کا متحمل ہوا
اور یوں منہ بولتا عمل صحابہ کرامؓ کے سامنے آگیا۔ جو خدا تعالیٰ کا مظہر تھا۔

چنانچہ

سب سے پہلا بیج تو کلمہ توحید تھا۔ ہر کلمہ گو کے دل میں خدا تعالیٰ کا نور
اس طرح جم گیا کہ کوئی دنیوی ظلم و جبر اس کو کھرچ کر نہ نکال سکا۔ ہر معاملہ
میں آپؐ خدا تعالیٰ کا ذکر فرماتے کیونکہ وہی تو منبع تھا۔ اٹھتے، بیٹھتے، سوتے
جاگتے اور کھاتے پیتے ہر لحہ خدا کا نام ضرور لیتے اور یہی تو خدا سے محبت کے
رنگ ہوتے ہیں کہ عاشق چاہتا ہے کہ ہر شخص میرے معشوق کا عکس ہو جائے
اور ہر ایک پہلو سے وہ اس کا مطیع ہو جائے۔ لیکن عرب قوم کسی کی ماتحتی
گوارہ نہیں کرتی تھی۔ آزادی کی محبت نے اسے وحشی بنا دیا ہوا تھا۔ بے راہ
روی اس کا طرۂ امتیاز تھا۔

لیکن

جب یہی آزاد قوم دائرہ اسلام میں داخل ہوئی اور توحید کا جواء اپنی گردن میں
ڈال لیا تو عشق و محبت الٰہی کا رنگ ایسا چڑھا کہ آپؐ کی غلامی کو وہی قوم فخر

سمجھنے لگی۔ "اللہ اللہ بڑے خونخوار اور وحشی مذہبی جوش سے بھرے ہوئے
قومی غیرت سے دیوانہ ہو کر آپ کے خون کے پیاسے ہو کر گھر سے نکلے تھے
لیکن جب مسلمان ہوئے تو آپ کا ہی کلمہ پڑھنے لگے اور اسی میں انہیں
عافیت نصیب ہوئی۔ پس یہ اسوۂ حسنہ تھا کوئی جادو کی چھڑی نہیں تھی۔

شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
بیان کر دیئے سب حلال و حرام
علیک الصلواۃ علیک السلام

ظلمت نور چاہتی ہے اور نور ہمیشہ انقلاب لاتا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑا
نور قرآن مجید تھا۔ جو آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی شکل میں قوم کے سامنے صبح و
شام رہا جس کا لازمی نتیجہ اصلاح تھا۔ چنانچہ ہر اصلاحی قدم قوم کو یکسر بدلتا گیا۔
حرمتِ شراب، آزادیٔ غلام، قانونی ورثہ، حرمتِ نکاح وغیرہ وغیرہ ہر پہلو قابلِ
تقلید تھا اور اصلاح کا شاہکار تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ نجات تھا۔ ہم صرف مسئلہ
غلامی پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سامنے لاتے ہیں۔ سب
سے پہلے ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی ابتداء ہی تھی کہ
آپ پر یہ وحی نازل ہوئی۔

(سورہ بلد آیت 13-12)
وما ادرک ما العقبتہ۔ فک رقبتہ
تو کیا جانے کیا ہے گھاٹی - آزاد کرنا گردن کا

"یعنی اے رسول! کیا تم جانتے ہو کہ دین کے راستے میں ایک بڑی گھاٹی والی
چڑھائی کونسی ہے؟ جس پر چڑھ کر انسان قربِ الٰہی کی بلندیوں پر چڑھ جاتا
ہے۔ اگر تم نہیں جانتے تو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ غلام کا آزاد کرنا ہے۔"
آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح وجۂ تخلیقِ کائنات نے ظلمت کو روشنی

میں بدلا اور قوم کو طوفانِ ہلاکت سے نجات عطا کی کیونکہ آپؐ رحمتہ اللعالمین
تھے سب سے زیادہ عورتوں کے لئے اور غلاموں کے لئے تو آپ محسنِ حقیقی
ثابت ہوئے کیونکہ ایک تو انہیں آزادی حاصل ہوئی۔ دوسرے مسلمانوں کو،
ایک قدم اور آگے بڑھ کر آپؐ نے باہم شادی بیاہ کا حکم دیدیا اور اسطرح
مساوات کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ آپؐ نے قرآن کا یہ حکم سنا کر کہ "
اے مسلمانوں! نہ شادی کرو تم مشرک عورتوں سے حتیٰ کہ وہ ایمان لے
آئیں۔ اور یہ جان لو کہ ایک مسلمان لونڈی ایک مشرک آزاد عورت سے
بہتر ہے۔ اور ایک مومن غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے۔ (۱)
اس طرح آپؐ نے غلاموں کی پوزیشن مستحکم تر کردی۔ آزاد مسلمان
اور مومنہ لونڈی کی شادی نے ان کی عزت و توقیر اسلامی سوسائٹی میں بڑھا
دی۔ انہی الٰہی احکامات کا نتیجہ تھا کہ اسامہؓ بن زیدؓ کو لشکرِ اسلامی نے اپنے لئے
کمانڈران چیف قبول کرلیا تا بڑے بڑے امراء اور معمر صحابہؓ کو ایک غلام
زادے کے ماتحت کام کرنے میں کوئی عار نہ ہو۔ یہ آپ کی دوربین نگاہ تھی
کہ آپؐ نے کئی بار اپنے آزاد کردہ غلام زادے اسامہؓ بن زیدؓ کو جنگی مُہموں
پر امیر مقرر کرکے جلیل القدر ہستی بنا دیا تاکہ آئندہ نسلیں ان کے نمونہ سے
روشنی حاصل کریں (2)۔
المختصر--- سرورِ کائنات نے آہنی ہاتھوں سے بدتمیزی کے ہر طوفان سے
نپٹا۔ سب سے پہلے خود اپنے غلام کو نہ صرف آزاد فرمایا بلکہ اسے پدرانہ محبت
بھی عطا کی جو بعد میں اگرچہ اسلامی احکامات کی بناء پر کچھ ردوبدل کیا گیا۔ پھر
باہم شادی بیاہ سے اس غلامی کے پرانے ناسور کو جڑ سے نکال پھینکا اور کتنا عظیم

(1) سورہ البقرہ
(2) تخلیق الاول صفحہ 176

محسن تھا وہ شخص جس نے آخری لمحات میں نہ بیوی کے لئے نصیحت فرمائی نہ
بچوں کے لئے بلکہ غلاموں کے لئے ہدایت جاری فرمائی اور تاکید فرما دی۔ اور
خود آپؐ نے 63 غلام آزاد کر کے ثابت کر دیا تھا کہ اس طرح ایک بڑے
طوفان سے قوم کو نجات دلوائی جاتی ہے۔

الھم صلی علی محمدؐ و علی ال سیدنا محمدؐ و بارک وسلم

گویا ابتدائی تعلیمات میں ہی غلاموں کے آزاد کرنے کی بات داخل تھی
اور آپؐ نے تحریک شروع کردی تھی۔ "اسلامی تعلیم کی خوبی اور کشش کے
ساتھ اس مخصوص تعلیم نے مل کر عرب کے غلاموں پر ایک نہایت گہرا اثر
پیدا کیا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اپنے لئے ایک نجات
دہندہ کی آواز سمجھنے لگ گئے۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود ان نہایت درجہ بے
دردانہ مظالم کے جو روساء مکہ مسلمان ہونے والوں پر کرتے تھے غلاموں میں
اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیلنے لگا---- اسکے بعد جوں جوں اسلامی
احکام نازل ہوتے گئے غلاموں کی پوزیشن زیادہ مضبوط اور ان کی حالت بہتر
ہوتی گئی"۔ (۱) پھر بالآخر تحریکِ آزادیٔ غلاماں کے لئے دو طریق اسلام نے
اپنائے اور ایک ایک دن میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں غلام آزاد کردیئے۔
ایک طریق سفارشی طریق اور دوسرا جبری طریق تھا۔ دونوں طریقوں سے غلام
آزاد ہوئے اور یہ تحریک تقویت پکڑ گئی۔ یعنی کئی احکامات میں حصول انعام کا
وعدہ تھا اور کئی احکامات میں بطور کفارہ گردن آزاد کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔
مثلاً" ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی
مسلمان کو آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے کلیؔ نجات عطا کرے گا۔

(۱) سیرۃ خاتم النبیین حصہ دوئم

ایسے ہی ابوبردہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔

"کہ اگر کسی کے پاس ایک لونڈی ہو اور وہ بہت اچھی طرح اسے تعلیم دے اور بہت اچھی طرح اس کی تربیت کرے اور پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ خود شادی کرے تو ایسا شخص خدا کے حضور دوہرے ثواب کا مستحق ہو گا"۔

ان پُر زور سفارشات کے علاوہ اسلامی تعلیم بعض غلطیوں اور گناہوں کے کفارہ میں غلام آزاد کرنے کا قاعدہ مقرر کرتا ہے۔ مثلاً" سورہ النساء میں آیا ہے کہ "اگر کوئی شخص یونہی غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا بھی ادا کرے اور اسی طرح اگر کوئی شخص خدا کی قسم کھا کر اسے توڑے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا کھلائے یا ایک غلام آزاد کرے۔

پھر اسی طرح سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا تھا الغرض یہ اصلاحی قدم اس حد تک رحمتہ العالمینؐ کی توجہ کا مرکز تھا کہ اپنی وفات کے وقت بھی آپؐ نے غلاموں کو مراعات دینے کے احکامات فرمائے تھے۔

15

قَدْ هَاضَهُمْ ظُلْمُ الْأُنَاسِ وَضَيْمُهُمْ

فَتَثَبَّتُوا بِعِنَايَةِ الْمَنَّانِ

ترجمہ: بے شک لوگوں کے ظلم و ستم نے انہیں چور چور کر دیا۔ پھر بھی خدا کے محسن کی عنایت سے وہ ثابت قدم رہے۔

پیس ڈالا ظلم کی چکی میں تھا اغیار نے
پر قدم نہ ڈگمگائے ان کے راہ یار میں

مکہ میں نور نبوت نازل ہوتے ہی ظالموں نے ہر راستہ ظلم کا کھول دیا یہاں تک کہ بلا امتیاز اپنے پرائے کو پیس ڈالا۔ اس نور کو اندھیرے میں بدلنے کے لئے (ماسوا چند ایک) اس بستی کا ہر ہاتھ آگے بڑھا۔ ہاں وہی بستی جو ام القریٰ کہلاتی تھی۔ ام القریٰ کے لفظی معنی ہیں بستیوں کی ماں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس خطہ ارض کو بستیوں کی ماں کے نام سے ہی پکارا ہے۔ حضرت رسولؐ خدا نے بھی ام القریٰ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ اگرچہ جب نور خاتم النبینؐ کی صورت میں نازل ہوا تو وہ کسی خاص خطہ کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ عالم گیر تھا اور اگرچہ فوری طور پر اسی ام القریٰ کے لوگ بالمقابل تھے۔ بعد میں" آہستہ آہستہ اس نور کا ہالہ بڑھتا گیا اور کرنیں مغرب و مشرق تک پھیل گئیں کیونکہ یہ دونوں جہاں کے لئے پیغام رحمت تھا۔

اور چونکہ

اس بستی کو جغرافیائی و تاریخی برتری حاصل تھی۔ لہٰذا اسی حساب سے

بربریت اور بت پرستی بھی ہر بستی میں اپنی دھاک قائم کر چکی تھی اور جب ایک دن خدا تعالیٰ کے پیغام نے انہیں جھنجوڑا اور بت پرستی کے تار پود ہلا دیئے تو بپھرے ہوئے شیر کی طرح وہ چنگھاڑا اور چیخ اٹھا۔ ایک تو اس خطہ کی انا زخمی ہوئی کیونکہ اسی کا در یتیم' اسی کا رہنے والا اور بکریاں سنبھالنے والا معمولی نوجوان جو سچا اور امین ضرور ہے مگر محفلوں کی جان نہیں تھا۔ وڈیروں کی روح رواں نہیں تھا۔ جس کی شان بان زمین پر گھسیٹتے ہوئے جبے اور آدھ فٹ اونچے طرہ میں نہیں تھی۔ بلکہ میٹھی زبان اور نرم دل میں تھی اور متکبر ابوجہل اور ابولہب کی سی امتیازی حیثیت اس کو حاصل نہیں تھی۔

لہٰذا اسی لئے

تو عوام الناس اس پیغام توحید کو شروع میں دیوانگی سے زیادہ کچھ خیال نہیں کرتے تھے۔ مگر جلد ہی یہ خیال ان کی برداشت سے باہر ہو گیا کہ ان کے معبودان باطل کی جگہ ایک غائبانہ وراء الوریٰ ہستی ہے۔ جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے والی اور مالک کل ہے۔ جس نے آگ' پانی' ہوا' روشنی' چاند اور ستارے تمام جانور انسان کے لئے مسخر کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انسان کو سنوارنے کے لئے جب ایک دن اسی کی اپنی زبان میں آخری پیغام شہادت "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" نوشتہ تقدیر بن کر سامنے آیا تو ظالم کی تمام طاقتیں اجاگر ہو چکی تھیں۔ وہ آج ہر کس و ناکس پر جھپٹا' کبھی تپتی ہوئی ریت پر حضرت بلالؓ تڑپتے ہوئے ملیں گے۔ جو احد۔ احد کہتے ہوئے جلتے چلے گئے۔ کوئی پتھر' کوئی سنگلاخ اور کوئی زنجیر بھی ان کے جذبہ احدیت کو متزلزل نہ کر سکے گی۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ صحابیات بھی کسی قربانی سے پیچھے نہیں رہی

تھیں۔ جبکہ قریش مکہ کا طیش و غضب ہر طرف سے سمٹ کر ان غریبوں پر ٹوٹتا رہا۔ خدا کی ذات کے سوا ان کا کوئی مددگار نہ تھا مرد تو صبر کے مجسمے برداشت کرتے رہے لیکن عورتیں بوجہ ناتواں و لطیف اعضاء ظلم کی چکی میں پس گئیں۔ آج ہم ابو حذیفہ کی کنیز حضرت سمیعہؓ سے مل لیتے ہیں۔ وہ حضرت عمارؓ کی والدہ محترمہ تھیں۔ جب حضرت سمیعہؓ اور یاسرؓ ایمان لائے تو اس وقت تین آدمی ایمان لا چکے تھے۔ (شبلی) بہرطور حضرت عمارؓ کے والد اور والدہ محترمہ پر مصائب کی آندھیاں بے شمار چلیں یہاں تک کہ ایک دفعہ انہیں تختہ مشق بنایا جا رہا تھا کہ رسول پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ یہ دل آزار منظر آپ کے دل کی گہرائیوں تک اتر گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔

یا ال یاسر موعدکم الجنتہ

چنانچہ زندگی میں ہی جنت کی خبر پانے والی حضرت سمیعہؓ کو تپتی ہوئی سلاخوں سے داغا گیا۔ ابوجہل نے ان کی رانوں پر اس زور سے نیزہ مارا جو ان کی ران کو چیرتا ہوا ان کے پیٹ میں گھس گیا اور انہوں نے تڑپتے ہوئے جان دے دی اور شہادت کو گلے لگا کر ہمیشہ کے لئے زندہ و پائندہ ہو گئیں اور اسلام کی صداقت کی گواہ بن گئیں۔

اصل میں ابتدائی ماننے والوں پر ہی انتہائی ظلم ہوئے۔ لیکن وہ تمام مرد و زن ظاہر میں انسان تھے مگر باطن میں فرشتے تھے۔ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ جب دوستوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ رشتہ داروں نے منہ موڑ لیا تو خدا تعالیٰ ان کے دلوں میں کہتا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تبھی تو وہ بخوشی قربانی کے جانوروں کی طرح تلوار کی دھار کے نیچے اپنے خون بہا دینے میں فخر محسوس کرتے تھے اور ادھر دشمن بھی سفاکی اور بربریت کے مظاہرہ میں کوئی حربہ بغیر آزمائے نہیں چھوڑتا تھا۔

عظمت کا مینار ایک اور شہید بہن نے دو اونٹوں کے مخالف اطراف میں
بھاگنے سے جان جان آفریں کو پیش کردی تھی۔ جبکہ ظالموں نے ہماری محسنہ
شہید کو دو اونٹوں سے باندھ کر مختلف سمتوں میں بھگا دیا اور اس طرح ان کی
ٹانگیں چیر دی گئیں وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ عظیم مجاہدہ قربانی کا ایک درخشندہ
پیکر بن جائیں گی۔

اسی طرح سوشل بائیکاٹ بھی مجموعی طور پر اتنی بڑی داستان اذیت ہے کہ
کئی باب رقم ہو جائیں لیکن بغرض اختصار یہ کہنا ہی کافی ہے کہ دراصل جتنا
بڑا عظیم مشن ہوتا ہے اتنا ہی پرہمت عزم و ایثار کا نمونہ پیش کرنا پڑتا ہے اور
دیکھا ہی گیا ہے کہ اگر بموجب حکم الٰہی صبرو استقامت والے گردن جھکانے
میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ تو فریق ثانی ظلم و استبداد میں بازی لگاتے ہیں اور
خالق کل اس وقت ہنس رہا ہوتا ہے کہ اے ظالم انسان تو کتنا بزدل ہے۔

پس

تو اس شعر میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اسی بات کا اظہار فرمایا
ہے کہ ان کو مصائب نے صدق اور استقامت کا پہاڑ بنا دیا۔ اور ظالموں نے
اس مقدس جماعت کو اپنا شکار سمجھ لیا تو تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ
زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور
اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنے پاک کلام قرآن شریف کے
ذریعے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے
میں سب دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں۔ اور
میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا یہ حکم تھا جس کا
دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔

"پس وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی مظلوم ٹھہرے اور مخلوق کی نظر میں
بھی۔ اس لئے ان کا ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ کی عنایت خاص کا نتیجہ تھا۔"

16

نَهَبَ اللِّئَامُ نُشُوبَهُمْ وَعِقَارَهُمْ
فَتَهَلَّلُوْا بِجَوَاهِرِ الْفُرْقَانِ

ترجمہ: رذیل لوگوں نے ان کے مال اور جائیداد کو لوٹ لیا۔ مگر
اس کے عوض قرآن کے موتی پا کر ان کے چہرے چمک
اٹھے۔

کمینوں نے ان کے مال اور جائدادیں لوٹ لیں لیکن قرآن کے موتیوں سے
مالا مال، ان کے چہرے چمک اٹھے۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی دکھوں کا اظہار فرمایا
ہے۔ جو نزولِ نور کے بعد تلاشِ نور میں نکلنے والوں کا مقدر بن گئے تھے۔
جتنے بھی لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے کسی نہ کسی طرح ظلم کی چکی میں پیس
دیئے گئے۔ غرباء اور مسکین لوگوں کا کیا حال ہو گا جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ
جیسی صاحبِ اقتدار ہستی تلاوتِ قرآن مجید پر ظلم کا نشانہ بنا دی گئی تھی۔
حضرت سردارِ دو عالم محمد مصطفیٰ جو کبھی امین و صدیق کے نام سے پکارے
جاتے تھے آج ایک بوڑھی بیوہ کے لئے کوڑا کرکٹ کا شغل بن گئے تھے۔ مرد
تو مرد عورتوں کا کیا حشر تھا۔ سوشل بائیکاٹ بھی مجموعی طور پر اتنی بڑی داستانِ
اذیت تھی۔ کہ کئی باب رقم ہو جائیں۔ لیکن یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ جتنا بڑا
اور جتنا عظیم مشن ہوتا ہے اتنا ہی کٹھن پُرہمت و عزم و ایثار کا نمونہ پیش کرنا
پڑتا ہے۔ ایک طرف جبرو استقامت والے اگر بموجبِ حکم الٰہی گردن جھکانے
میں فخر محسوس کرتے ہیں تو دوسری طرف فریقِ ثانی ظلم و استبداد میں بازی

لگائے بیٹھے ہیں اور خالقِ کل اس وقت ہنس رہا ہوتا ہے۔ کہ اے ظالم انسان
تو کتنا بزدل ہے کہ عورتوں اور بچوں کو گلی کوچہ میں ذبح کر کے میری آواز کو
دبانا چاہتا ہے اور اگر میں چاہوں تو ان پہاڑوں کے پتھروں سے تمہیں سنگسار کر
کے ہموار کر دوں۔

المختصر ایسے دورِ استبداد میں مال و دولت کا چھن جانا تو ابتدائی مرحلہ ہے
جبکہ شکاری عزت و آبرو جان و جوانی بلکہ سر سوغات میں مانگ رہا ہے۔ حد تو
یہ ہے کہ عرصہ حیات تنگ کرنے میں قریش مستقل تیرہ برس لگے رہے اور
کوئی موحد بھی امن میں نہ رہا لیکن کوئی بھی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کے
چھن جانے سے نالاں نہ ہوا۔ کیونکہ ہر مسلمان اپنی اپنی جگہ قوم کا نگینہ تھا۔
یہاں تک کہ اولاد کے لٹ جانے سے ہراساں نہیں ہوا۔ بلکہ قرآن مجید کے
انمول موتی اکٹھے کرنے میں مصروف ہو گیا اور ان موتیوں سے بھری جھولی پر
وہ فخر کرنے لگا جسے کوئی لوٹ سکتا تھا نہ چھین سکتا تھا۔ وہ اس بے بہا خزانے کو
لے کر جس ملک میں گیا اور جس قوم کے پاس پہنچا اس کی بے حد تکریم کی
گئی۔ اور اسی دنیا میں انہوں نے اپنے خالق و مالک سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا
سرٹیفکیٹ لے لیا۔

سبحان اللہ وہ لوگ کیسے راست باز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے
جو دار الصفہ میں صبح و شام نثار کرتے تھے کیونکہ انہوں نے جان لیا کہ
"قرآن مجید ہر خیر و خوبی اور ہر کامیابی و کامرانی کی کلید ہے۔"

شفاء لما فی الصدور

"دل کی تمام بیماریوں کا علاج موجود ہے۔ شک' بدظنی' بے یقینی' عدم
استقامت' وسوسہ سب کا علاج اس میں موجود ہے۔ نفس کی بے راہ روی اور
بے قیدی سے چھڑاتا ہے اور شیطان کے دام سے رہائی دیتا ہے۔"

کیونکہ اس کا بتدریج نازل ہونا بھی تربیت کے لئے نہایت موزوں اور
عمدہ اصول تھا۔ جس نے قرب الٰہی کو حاصل کرنا آسان کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے
ذکر کے لئے دل کو نرم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے انسانی دستبرد سے
قطعی بے پرواہ ہو کر خدا تعالیٰ کے سپرد خود کو کر دیا اور فنا فی اللہ اور فنا فی
الرسول ہو کر دائمی جنت کے وارث بن گئے۔ کیونکہ قرآن مجید کے موتی
حاصل کرنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول نے بھی بے پناہ عزت و تکریم
عطا کی۔ آپ کو علم ہو گا کہ حضرت عمر بن مسلمہؓ کی عمر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت میں سات آٹھ برس کی تھی۔ مگر اپنے قبیلے میں سب سے
زیادہ قرآن دان تھے۔ قبیلے کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
دریافت کیا کہ امام الصلواۃ کسے بنائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ
قرآن دان ہو۔ چنانچہ آپ کو امام بنایا گیا۔ (۱)

اسی طرح حضرت مجمع بن جاریہؓ نے بچپن میں ہی قرآن کریم حفظ کر لیا تھا
اور زہد و تقدیس کی وجہ سے اپنی قوم میں امام تھے۔ آپ کا باپ مسجد ضرار کا
بانی تھا۔ مگر آپ نے تعلیم اسلامی کی روح کو اس طرح جذب کیا ہوا تھا کہ باپ
سے قطعاً" کوئی اثر نہیں لیا۔ چنانچہ مسلم نوجوانوں کو قرآنِ کریم سیکھنے کا اس
قدر شوق تھا کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں فوج کے ایک دستہ میں
تین سو سے زائد حفاظ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حفاظ کی تعداد واقعہ قتلِ حفاظ
سے ہی ظاہر ہے یہ تو ایسے خوش نصیب تھے جنہوں نے خدا کے کلام سے
جھولیاں بھر لیں۔

---

(۱) ابوداؤد کتاب الصلواۃ

تو یہ کمال تھا اس قوتِ قدسی کا کہ صدیوں کے بگڑے ہوئے لوگ چند سالوں میں عضوِ واحد کی طرح ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویر بن گئے۔

"اور ایک صادق و کامل نبیؑ کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔" الحمد للہ ثم الحمد للہ

پس یہ قرآنِ مجید کے موتی ہی تھے جو وہ اپنے محبوب نبیؐ کی صحبت میں رہ کر اکٹھے کرتے تھے سو خدا تعالیٰ نے انہیں نور دیا اور روحانی بلندی عطا کی۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں فرمایا ہے کہ

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (سورہ نور آیت نمبر27)

وہ نور گھروں میں ہے حکم دیا ہے اللہ نے کہ وہ بلند کئے جائیں گے اور ذکر کیا جاوے ان میں نام اس کا تسبیح کرتے ہیں اس کی ان میں صبح و شام۔

(یعنی اللہ کا نور ایسے گھر میں ہے جن کے اونچا کرنے کا فیصلہ خدا تعالیٰ نے کر دیا ہے[1]) پس جن گھروں میں قرآن ہو گا وہ دین و دنیا میں عزت پا جاویں گے اور خدا نے ایسے گھروں کو اونچا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے وعدہ کے مطابق خدا تعالیٰ نے ان گھروں کو اونچا کیا ہے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ

(1) تفسیر کبیر صفحہ 822

17

كَسَحُوْا بُيُوْتَ نُفُوْسِهِمْ وَتَبَادَرُوْا لِتَمَتُّعِ الْاِيْقَانِ وَالْاِيْمَانِ

ترجمہ: انہوں نے اپنے نفس کے گھروں کو خوب صاف کیا اور یقین و ایمان کی دولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے آگے بڑھے۔

"انہوں نے اپنے دلوں کی کوٹھڑیوں کو صاف کیا اور یقین اور ایمان کی دولت لینے کے لئے تیزی سے آگے بڑھے۔"

حضرت محمدؐ مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ انسانی جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ ٹکڑا گوشت خراب ہو جائے تو سارا وجود خراب ہو جاتا ہے۔ اور اگر ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے چنانچہ اس شعر میں بھی گوشت سے مراد انسانی دل ہی ہے اگر دل کی حالت سدھر جائے تو تمام جسم سدھر جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس شعر میں یہی ذکر فرما رہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب حلقہ جاہلیت میں سے نکل کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے انہوں نے اپنے دل کی کوٹھڑیاں صاف کیں۔ تاکہ خدا کے نور سے قلوب روشن ہو سکیں۔ وہ جانتے تھے کہ ایک گناہ آلود زندگی سے نجات حاصل کرنے کے لئے گو وہ کلمہ توحید پڑھ چکے ہیں لیکن یہ بھی لازم ہے کہ اب اپنے نفس کی آواز پر کان نہ دھریں۔ بلکہ نفس کشی کریں۔ اور حسنِ اخلاق سے مزین ہو کر وہ سچے امتی بن جائیں اور صحیح معنوں میں محمدیؐ کہلانے کے مستحق ہوں۔

نفس کشی کیا ہے؟ مسلمان کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نفس
کشی کیا چیز ہے؟ چنانچہ واضح ہو کہ انسان کا نفس ہی تو ہمیشہ برائی پر آمادہ کرتا
ہے اور ایسی نفس کی رضا و رغبت پر ہم عمل درآمد بھی کرتے ہیں پھر اسی
نفس کی ایک آواز ہمیں ملامت کرتی ہے کہ یہ کام غلط ہے اور برے نتائج کا
موجب ہو رہا ہے کیونکہ نفس لوامہ کا یہی کام ہے۔ اور دل کی کوٹھڑی کا کوئی
حصہ صاف کرنا بھی یہی مطلب رکھتا ہے۔

چنانچہ نفس لوامہ نے ہمیں راہ دکھائی اور برے نتائج سے آگاہ کیا۔ پھر ہم
نے اس آواز پر اپنی اصلاح کی اور روشنی کی طرف قدم اٹھالیا۔ گویا اندھیرے
میں ہمیں روشنی کی کرن مل گئی اور یاد رہے کہ روشنی کی ایک کرن بھی
ظلمت کو پاٹ دیتی ہے اور روشن شاہراہ پر ڈال دیتی ہے۔ گویا ایک وقت ایسا
آتا ہے کہ ارادے کی نفی کر کے ہم مثبت قدم اٹھا لیتے ہیں اور اس طرح
برائی کی طاقت کو کچل کر ناکارہ کر دیتے ہیں۔ جس طرح سانپ کا سر کچلا جائے
تو اس کی ساری طاقت ختم ہو کر ناکارہ ہو جاتی ہے۔ بعینہٖ نفس کی شیطانی
طاقت و تحریک کچلے جانے پر بے کار ہو کر روشنی کی ایک لکیر چھوڑ جاتی ہے
جس پر چل کر ہم منزل کو پا لیتے ہیں اور تقویٰ کی راہیں ہم سے قریب تر ہو
جاتی ہیں۔

اور

جب کوئی تقویٰ کی راہ پر چل نکلے تو اس کا دل خدا کا گھر بن جاتا ہے۔ جس
میں اس کا محبوب خالق رہتا ہے۔ وہ سوتے میں بھی، جاگتے میں بھی، خلوت
میں بھی اور جلوت میں بھی اپنے پیارے رب کا چہرہ دیکھ لیتا ہے۔ اس سے
سرگوشی کرتا ہے۔ اس کے آگے جھکتا ہے اور راز و نیاز سے بہرہ مند ہوتا ہے
یہ منزل اس کی فتح و نصرت کی منزل ہوتی ہے۔ اور یہی نفس کشی کا کمال ہے

اور اگر کوئی شخص اپنے دل کی کوٹھڑی کو صاف نہ کر سکے یعنی نفس کو نہ مار
سکے تو وہ آہستہ آہستہ دہریہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ ایک برائی دوسری برائی کو جنم
دیتی ہے۔ اور بالآخر یہ سلسلہ شرک پر جا نکلتا ہے اور شرک ایک عظیم گناہ
ہے۔ جسے معاف کرنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ ہی نہیں فرماتا۔

لہٰذا

ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ صحابہ کرامؓ جو کبھی شرک و بدعت کی دنیا میں مست
تھے۔ آج حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ہی انہوں نے نفس کی کوٹھڑیوں کو
خوب صاف کیا اور یقین و ایمان کی دولت لینے کے لئے ایک دوسرے سے
سبقت لینے لگے اور وہ جانتے تھے کہ یقین و ایمان کی دولت بغیر نفس و باطن
کی صفائی حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے وہ اپنے باطن کی صفائی پر سب
سے پہلے معمور ہوئے۔ ناپاکی کے کئی واقعات وہ از خود بیان کر کے سزائے
شرعی کے طلب گار ہوئے اور کیونکہ طہارت باطنی کا بہت خیال کرتے تھے۔
صحابہ کرامؓ کے علاوہ ہمیں تاریخ کے اوراق میں صحابیاتؓ بھی ایسی ملیں گی
جنہوں نے اپنے نفوس کے بتوں کو رضائے الٰہی اور خوشنودی مولا کریم کے
لئے توڑ ڈالا اور داعیٔ خیر کی طلبگار ہوئیں مثلاً"

"قبیلہ غامد کی ایک حاملہ عورت نے آکر خود اپنے جرم کا اقرار کیا اور
سزا کی درخواست کی آپؐ نے فرمایا کہ وضع حمل کے بعد آنا وہ اس کے بعد
آئی فرمایا بچے کی پرورش کرلو۔ جب بچہ دودھ چھوڑ دے تب آنا۔ وہ کچھ
زمانے کے بعد اس فرض سے سبکدوش ہو کر آئی اور اب بھی اس کے احساس
گناہ کا جذبہ کم نہیں ہوا تھا۔ آپؐ نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ اس
کو سنگسار کیا گیا تو اس کے خون کی چھینٹیں اڑ کر حضرت خالدؓ بن ولید کے منہ
پر پڑیں انہوں نے عورت کو برا کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا
خالد چپ رہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے

وہ توبہ کی ہے کہ اگر شاہی محصول لینے والا بھی وہ توبہ کرتا تو بخشا جاتا

پس ہم سب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور صحبت نے قوم کو ایسا نور عطا کیا تھا کہ ان کے نفس بھی طہارت باطنی میں ایک کمال حاصل کر گئے تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ ساتھ وہ حقوق نفس کو بھی مدنظر رکھتے تھے اور باموقع ادا کرتے تھے۔ ہاں قربانی ان کا شعار زندگی تھا۔ اس لئے ہر صحابیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو اسلام کی سب سے بڑی خدمت خیال کرتا تھا۔ کیونکہ حضور کی ذات سے ہی اسلام کا قیام وابستہ تھا اور کوئی معاوضہ لینا پسند نہ کرتا تھا۔ اور یہ سب آپ کی تعلیم اور بہترین فطری احکامات کا نتیجہ تھا۔ مثلاً" آپ نے یتیموں کے لئے کیسے عمدہ پیرایہ میں احکامات شرعی عطا کئے فرمایا مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہے اور سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہے۔ ایسی تعلیم نے ہی تو ان کے دل بدلے اور پتھر کے سے دل موم میں تبدیل ہو گئے ہر صحابی کا گھر ایک یتیم خانہ بن گیا۔ ایک ایک یتیم کے لطف شفقت کے لئے کئی کئی ہاتھ ایک ساتھ بڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی یتیم بچہ کو ساتھ لئے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ تو یہ وہ حکمتیں تھیں جن سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیشہ صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے سبقت حاصل کی۔

بس پھر ایک عمران کو ایسی نصیب ہو گئی کہ انہوں نے وحی کے پانی سے اپنے دلوں کو دھو لیا۔ بتوں کی ناپاکی اور دلوں کو کینوں سے صاف کر کے ساری مخلوق پر فوقیت لے گئے اور آج اسلام کے نام لیوا پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا اور یہ ہے نور محمدیؐ کا کمال اور امت محمدیہ کو اسی کمال پر دن میں کئی کئی بار الحمدللہ پڑھنا لازمی ہو گیا ہے۔ الحمد اللہ ثم الحمد اللہ۔

18

قَامُوْا بِاِقْدَامِ الرَّسُوْلِ بِغَزْوِهِمْ
كَالْعَاشِقِ الْمَشْغُوْفِ فِي الْمَيْدَانِ

ترجمہ: وہ رسول کی پیش قدمی پر اپنی جنگ میں ایک عاشق شیدا کی طرح میدان میں ڈٹ گئے۔

جب بعمر 40 سال ایک دن بتاریخ یکم ربیع الاول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا سے نکلے تو مخالفت کی کوئی لہر بھی آپ کے ساتھ نہیں تھی۔ مگر ایک بھاری ذمہ داری ضرور تھی۔ جو آپؐ کو دل گیر اور پریشان کر گئی تھی۔ آپؐ حیران و ششدر تھے کہ اس عالم گیر پیغام کو عالم میں کیسے پہنچاؤں؟ کیسے اس عظیم ذمہ داری کو نبھاؤں؟ لیکن مخالفت کا ایک شائبہ بھی آپ کے ذہن میں نہیں تھا۔ اسی لئے تو جب ورقہ بن نوفل نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں اس وقت سے کہ جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی تو آپؐ نے حیرت و تعجب سے پوچھا تھا کہ کیوں؟ میری قوم مجھے کیوں نکال دے گی آپؐ اس انوکھی دشمنی پر ہی تو متعجب ہوئے تھے۔

چنانچہ

جب اپنی قوم کے پاس' ہاں اسی قوم کے پاس جو عزیز و اقارب اور وطنی باشندوں پر مشتمل تھی اپنا وصول شدہ پیغام لے کر گئے تو ہر ذی حوصلہ نے منہ موڑ لیا۔ سوائے آپؐ کی عظیم المرتبت رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت ابوبکرؓ اور ایک ننھے مجاہد علیؓ بن ابی طالب اور ایک غلام زید بن

حارثؓ کے تمام احباب و سامعین نے اپنی اپنی راہ لی۔ پھر ہوا کیا؟ وہ پیغام کہ
اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کا رسول ہے۔ اپنے پرائے سب تک پہنچانا ہی آپؐ کا
مقصد حیات تھا۔ اور پھر۔۔۔۔

آپ جانتے ہیں کہ

جب خدا، رسول، کتاب اور عقائد و مقاصد بھی ایک ہوں تو اعمال و افعال بھی
ایک ہی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام اہل ایمان ایک ہی منزل کی طرف رواں
دواں ہو گئے۔ اور بالآخر وہ دن آن پہنچا کہ بحکم ربی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم کو بھی وطن سے خیرباد کہتے ہوئے جانا پڑا۔ ان گلیوں کے قربان
جائیں جنہوں نے اپنی بانہوں کو کھول دیا اور ایک درِ یتیم کو اپنی آغوش میں
لے لیا۔ آج اے یثرب! تیری عظمت کے ترانے حوریں گا رہی ہوں گی کہ تو
نے اپنی مٹی کو سرور کائنات کے قدموں سے سجا لیا۔

لیکن

یہاں آ کر آپؐ نے ہجرت کا دکھڑا محسوس نہیں کیا۔ بلکہ سب سے پہلا
مقصد خدا تعالیٰ کا گھر بنا کر پورا کیا۔ گویا ہجرت کا مقصد صرف امن ہی نہیں تھا
بلکہ وسعت تبلیغ اور آزادی رائے بھی تھی۔ یعنی توحید کا پرچار چنانچہ آپؐ
نے سب سے پہلا کام بعد از ہجرت بیت اللہ شریف بسا کر شروع کیا۔ کفار مکہ
تو آپؐ کے بخیریت مدینہ پہنچنے پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح گرجنے لگے۔ مگر
خدا تعالیٰ کا شیر تو جا چکا تھا اور یہ ان کے لئے کسی آگ سے کم نہ تھا۔ انتقام
یہاں سے شروع ہوا اور ادھر جوق در جوق آپؐ کے دیوانے اپنے گھربار چھوڑ
کر آپؐ کے گرد جمع ہونے لگے۔ آپؐ نے تو آج تک دفاع کے لئے کبھی قدم

نہیں اٹھایا تھا۔ حالانکہ طاقت تو آپؐ کے پاس مکہ شریف میں بھی تھی۔ یہی
حوصلہ و عزم اور بہادری آپؐ کا شعار تھا۔ مردانگی اور شجاعت آپؐ کا شیوہ
تھا۔ جو تن تنہا ایک دن ظالم دنیا کے سامنے آپؐ کو کھڑا کر چکا تھا۔ ایک عظیم
للکار تھی جو آپؐ کے قدموں کو مضبوط کئے ہوئے تھی اور سب سے بڑھ کر
آپؐ کے پاؤں تلے آپؐ کی اپنی آبائی زمین تھی مگر حکم ربی نہیں تھا اس لئے
آپؐ کا بچ نکلنا ایک معجزہ تھا اور یہ معجزہ کفار مکہ کے لئے اعلان جنگ تھا۔
چنانچہ یوم ہجرت یکم ربیع الاول شب جمعتہ المبارک آپؐ کے لئے غلبے کا دن تھا
اور کفار کے لئے شکست فاش کا دن تھا۔ آپؐ نے نماز شکرانہ ادا فرمائی اور کہا
کہ آپؐ دفاع کے لئے قدم آگے بڑھائیں۔ لیکن ایک دن وہ بھی تھا جب
بحالت نماز اوجھری آپ کی گردن پر ڈال دی گئی اور پٹہ آپ کے گلے میں
ڈالا گیا تھا تو کوئی ہاتھ ایسے میں اپنے محبوبؐ کے لئے آگے بڑھ سکتے تھے۔ مگر
یہاں تو حکمت و مصلحت ہی کارفرما تھی اور ایک صنف نازک نے ہی اپنے ابا
جان کی تیمارداری کی تھی۔ یہ نازک ہاتھ ہی سپر مہیا کر رہا تھا۔

اور آج

اللہ تعالیٰ نے جہاں یثرب کو نبی پاک محمدؐ مصطفیٰ کا شہر قرار دیا وہاں دفاع
کی اجازت بھی عطا فرما دی۔ جس کے نتیجہ میں خطہ مدینتہ النبیؐ کو بمقام
بدر کفار قریش کے خون سے سیراب کرنے کا منظر پیش آیا۔ اگرچہ لشکرِ روحانی
کا شہزادہ' بہادروں کا سردار ہرگز جنگ کا دلدادہ نہیں تھا۔ مگر رحمتہ اللعالمین
ضرور تھا۔ اس لئے تقاضا یہی تھا کہ اصلاح کے لئے قدم اٹھا لیا جائے۔ کیونکہ
مکہ کی سی خاموشی مدینہ میں کمزوری کے نام سے موسوم کی جا سکتی تھی۔ اس
لئے خداوند عالم نے اپنے محبوب کو اس لشکر کا سامنا کرنے کی اجازت مرحمت
فرما دی۔ جو چڑھائی کرنے کے لئے آ رہا تھا۔
تو واضح ہو کہ لشکر قریش کو نہ تو زمین چاہیئے تھی نہ زر و زن بلکہ صرف

اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت میں ہی اندھے تھے کہ آندھی اور طوفان کی طرح ہزاروں کا لشکر لے کر اہل ایمان کے تعاقب میں نکل پڑے تھے۔ آج لشکرروحانی بھی اس للکار کا جواب دینے کے لئے میدان بدر میں آ جما تھا۔

جب پڑی آواز پیغمبرکی ان کے کان میں
عاشقِ صادق کی مانند آ گئے میدان میں

مگر میدان میں آنے والے ایک اور تین کی نسبت سے اترے تھے۔ کیونکہ جو ایک شخص کے لئے 200 اونٹ بطور انعام دے سکتا تھا اپنے لشکر و اسباب میں کیونکر کم ہو گا۔ مگر جہاں نصرت ایزدی ہو تو کسی ساز و سامان کی کچھ حقیقت نہیں ہوا کرتی۔ یہ سب اسباب پھیکے اور بے حقیقت ہو جاتے ہیں۔جب عشق حقیقی کا رنگ چوکھا آ جائے تو باقی رنگ ماند پڑ جاتے ہیں۔ آج بدر کا میدان محمدؐ سردار دو عالم کے عاشقوں سے قطار اندر قطار تھا اور ان تین سو تیرہ کے دلوں میں جذبہ محبت ہزاروں کی قربانی کا جوش لئے ہوئے موجزن تھا۔ ننھے نوجوان بچے بھی آگے سے آگے بڑھنے کی خواہش لئے بڑھ رہے تھے۔ جبکہ دو بچے پنجوں پر کھڑے ہو کر قد بڑھاکر شمولیت کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ ان جوان مردوں کی محبت اور صدق کا یہ عالم تھا کہ ان کے خون قربانی کے جانوروں کی طرح تلواروں کے نیچے بہنے لگے تھے۔

بالآخر سچائی اور محبت جہاں یکجا ہو جائے تو کوئی بھی مشکل اور آفت باقی نہیں رہتی۔ سو خدا تعالیٰ کی نصرت و تائید کے ساتھ ہر میدان میں عشق و محبت کے دیوانے غالب آتے رہے۔ وہ دائیں لڑے' بائیں لڑے وہ آگے لڑے اور پیچھے لڑے کیونکہ ان کا مدعا و منتہا سلطنت و دربار شاہی نہیں تھا بلکہ خدا اور رسولؐ کے کلمہ کی حفاظت تھی۔ وہ مرنے اور مٹ جانے کے لئے باہر آئے تھے۔ مارنا اور مٹانا ان کا نصب العین نہیں تھا۔ سو وہ کامیاب ہوئے۔ اور کامرانی نے ہر میدان میں ان کے قدم چومے نہ صرف خشکی بلکہ

سمندر میں بھی صحابہ کرامؓ نے گھوڑے ڈال دیئے۔ کیونکہ فدائیان محمدؐ کا مقصد بلند تھا اور مقدر بھی ہمیشہ بلندی پر ہی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ان اشعار میں بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے کان میں جب یہ آواز پڑی کہ تمہیں دفاع کے لئے ہتھیار بند ہونے کی اجازت مرحمت ہو گئی ہے تو ہر ذی شعور نے تن دھن سب کچھ سیّد ولدِ آدم پر نچھاور کرنے میں اپنی سعادت خیال کی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک صحابیہ کو بتایا گیا کہ تمہارا بھائی' بیٹا اور باپ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے ہیں تو وہ یہی کہتی چلی گئیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ اور یہ جان کر کہ آپؐ بفضل خدا بخیریت ہیں تو وہ بے ساختہ بولیں کہ اگر میرا رسولؐ زندہ ہے تو خدا کی قسم مجھے کسی کی شہادت کا غم نہیں۔ گویا قربانی اور جذبہ محبت کا یہ عالم تھا کہ سرور کائنات کی زندگی کے سامنے بھائی' بیٹا' باپ اور شوہر کی زندگی بے معنی تھی۔ بلکہ رسول اکرمؐ کی بقا میں سب کی احیاء تھی اور یہ ہر مسلمان کا ایمان تھا۔ ایسے جانثار معشوقوں کا میدان جنگ میں اتر جانا دشمن کے لئے قیامت ہوا کرتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب خدا تعالیٰ نے آپؐ کو غلبہ دیا تو دس ہزار قدوسیوں کے جھرمٹ میں آپؐ سرزمین مکہ پر کھڑے لا تثریب علیکم الیوم کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔

پس واضح ہوا کہ دس ہزار قدوسی عشاق صادق تھے اور ہمیشہ سختیوں اور مصیبتوں کے دھندے سچے عاشق ہی سنوارا کرتے ہیں۔ کوئی کسی کی آگ میں بغیر محبت و عشق کے کودا نہیں کرتا۔ سو یہ سچا عشق تھا جو ہر فرد مسلمان کو میدان جنگ میں ایک صدائے توحید پر ہی کشاں کشاں لے آتا تھا۔ وہ ستر ستر زخم کھاتے تھے۔ کبھی غازی ہوتے تھے کبھی شہید مگر اپنے محبوب کے لئے ہر قربانی دے کر تلوار کے نیچے گردن رکھ دیتے تھے۔ تاکہ سچے عشق پر الزام نہ آئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

(1) آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے
(درثمین)

(2) جو شخص نماز میں عاجزی سے جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بادشاہوں کو جھکا دیتا ہے۔

(3) جو شخص سچے دل سے خدا کی طرف آتا ہے وہ خالی نہیں جاتا۔

(4) اگر ایک آدمی با خدا ہو۔ تو سات پشت تک خدا تعالیٰ اس کی اولاد کی خبر گیری کرتا ہے۔

(5) جو نماز کا مضیع ہے اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔

(6) بدی کو ابتداء میں روکئے اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی کے حاصل کرنے میں دیر نہ کیجئے۔

19

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِیْ حُبِّهِمْ
تَحْتَ السُّیُوْفِ أُرِیْقَ کَالْقُرْبَانِ

ترجمہ: سو ان جوان مردوں کا خون اپنی محبت میں ثابت قدمی کی وجہ سے تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہایا گیا۔

ان اشعار میں سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے کس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور راہِ حق کی سچائی میں اپنی جانوں کی قربانی کر کے جانوروں کی طرح تلوار کی دھار کے نیچے رکھ دیا اور ایک لحظہ کے لئے بھی تامل نہیں کیا کیونکہ ان کا محور دینِ اسلام کی سچائی اور عشق رسول تھا اور اسی جذبۂ عشق نے انہیں کبھی یہ تک سوچنے نہیں دیا کہ کس طرح اور کس رخ پر قربانی پیش کی جائے۔ وہ آپؐ کے دائیں قربان ہوئے آپؐ کے بائیں قربان ہوئے آگے قربان ہوئے اور آپؐ کے پیچھے قربان ہوئے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہا کہ جا تو اور تیرا رب راہِ حق میں لڑیں ہم تو منتظر بیٹھے ہیں بلکہ امتِ محمدیہؐ نے تو اس کٹھن وقت میں ہر میدان عمل میں بیش از بیش قربانیاں پیش کیں اور تیرہ سال مستقل حکم خداوندی کی اطاعت میں جھکے رہے اور ایک قطرہ خون تک نہیں بہایا۔

مگر

جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہی آگیا تو حقیقی شجاعت کا لبادہ ہر خاص و عام اور

بوڑھے جواں نے پہن لیا اور چونکہ شجاعت کی جڑیں صبر اور ثابت قدمی میں ہی ہوا کرتی ہیں اس لئے ہر بوڑھے سے لے کر جوان تک ہر کوئی غازی یا شہید بن کر آگے بڑھا۔ کیونکہ اسلام کو نابود ہوتے کون دیکھ سکتا تھا۔ خدا تعالیٰ کے قانون حفاظت نے بھی یہی چاہا کہ مظلوموں کو بچالے اور ادھر انہیں بھی بے سزا نہ چھوڑے کیونکہ ان کو بے سزا چھوڑنا راست بازوں کو انکے پاؤں کے نیچے ہلاک کرنے کے مترادف تھا۔ پس خدا تعالیٰ کا حکم آیا اور حکم خداوندی سے صبرو ثابت قدمی کے پیکر بھی میدان عمل میں آئے نہ صرف تلوار کے مقابلے میں تلوار اٹھائی گئی بلکہ بوقت ضرورت سمندر میں گھوڑے بھی ڈال دیئے گئے۔

کیونکہ

وہ بہادر اور حقیقی شجاع تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ جذبہ اطاعت سے مزین تھے۔ شہادت کا شوق ان کی پونجی تھا۔ جبھی تو جان بلب بھی آہ و زاری کرتے تھے کہ ہائے! اے خدا شہادت کی متاع لٹ گئی۔ صفحہ دنیا پر کوئی قوم ایسی نہیں ابھری جس نے جذبہ شہادت کو اپنا محور بنالیا ہو۔ اور اس منزل کی طرف یقین محکم کے ساتھ رواں دواں ہو۔ یہ دولت صرف اور صرف اسلام کے جانثاروں کا طرہ امتیاز ہے۔ کہ وہ شہادت کو گلے لگانے میں ہی زندگی پاتے ہیں۔ جذبہ شہادت انہیں میدان جہاد میں شرکت کرنے کے لئے ہر لحہ تحریک کرتا ہے اور وہ یہ یقین محکم لے کر آگے بڑھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر خرید لیا ہے اور کہ خدا کی راہ میں لڑنے سے ان کے لئے جنت ہے۔"[1]

(1) سورہ توبہ آیت کریم 140

مسلمانوں کے لئے یہ نوید ہی کافی ہے کہ "یقین کرو کہ بہشت تلواروں کی چھاؤں میں ہے"۔ اور مسلمان یہ یقین بھی رکھتا ہے کہ موت یقینی ہے اور اس کا وقت مقرر ہے اور یہ کسی کے بس میں نہیں کہ اللہ کے حکم کے سوا مر سکے۔ اس لئے موت کا خوف چہ معنی دارد؟ چنانچہ فرمان الٰہی کے مطابق اور جذبۂ اطاعت و فرمانبرداری کے ماتحت صحابہ کرامؓ سلسلہ محبت و صدقِ و وفا اتنا مضبوط رکھتے تھے کہ جان کی اہمیت ان کے قریب تقریباً" ختم ہو چکی تھی اور وہ عاشقِ صادق ہزار جان سے آپؐ پر قربان تھے۔

آپ کو تو جنگ احد کا واقعہ یاد ہو گا۔ جب ایک جماعت کی غلطی سے بظاہر شکست کا منظر پیش آگیا تھا اور کفار مکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے تحاشا تیروں کی بارش برسانے لگ گئے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے یہ دیکھ کر اپنا ہاتھ رسول خدا کے آگے کر دیا اور تیر کے بعد تیر ان کے ہاتھ پر لگتا تھا۔ مگر وہ جانباز اور وفاشعار صحابی اپنے ہاتھ کو کوئی حرکت نہ دیتے تھے۔ تیر پڑتے گئے اور حضرت طلحہؓ کا ہاتھ بے کار ہو گیا۔ حضرت علیؓ کے وقت میں کسی دشمن نے حضرت طلحہؓ کو ٹنڈا کہہ دیا اس پر دوسرے صحابی نے کہا وہ ٹنڈا تو ہے مگر کیسا مبارک ٹنڈا ہے کہ رسولؐ خدا کے چہرہ کی حفاظت میں ٹنڈا ہوا ہے۔ لیکن اس نے کبھی اف تک نہیں کی اور نہ شدتِ درد سے میدانِ جنگ میں اُف کالفظ منہ سے نکالا کہ مبادا اُف کہتے وقت میرا ہاتھ ہل جائے اور تیر رسول خدا کے چہرہ پر آ لگے۔

اسی طرح اس صحابیہؓ کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے جس نے ایک جنگ کے لئے چاروں بیٹوں کو بھیجنے میں ہی تفاخر محسوس کیا تھا کیونکہ قربانی اس کی روح کا حصہ بن چکی تھی۔ اس نے اولاد کو اسلام پر قربان کرنے کے لئے ہی پروان چڑھایا تھا۔ سو آج موقعہ جہاد پر وہ فخر سے اپنے جگر گوشوں کو جنت کی کنجی دے رہی تھی۔

صلی علی محمدؐ وال محمد سید ولد آدم و خاتم النبیین

درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے۔

○===○===○

بجز قرآن مجید کیا کسی کتاب نے اپنی ابتداء میں اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم پس یاد رہے کہ یہ رحمتہ اللعالمین کی فیوض اور برکات ہیں جو امت محمدیہؐ کو ہی حاصل ہیں کہ وہ اپنی ہر نماز میں نعمتوں کی وہ راہیں مانگتے ہیں جو نبی رسول اور صدیق شہید اور صالح لوگوں کو عطا کی گئیں تھیں اور یہ دعا خیر الامم ہونے کی ایک دلیل ہے جو کسی سابقہ امت کو نصیب نہیں ہوئی۔

20

جَاءُوْكَ مَنْهُوْبِيْنَ كَالْعُرْيَانِ
فَسَتَرْتَهُمْ بِمَلَاحِفِ الْاِيْمَانِ

ترجمہ: وہ تیرے پاس لٹے پٹے برہنہ شخص کی مانند آئے۔ تو تو نے انہیں ایمان کی چادریں اوڑھا دیں۔

قوموں کا زوال شروع ہی عریانی سے ہوا کرتا ہے۔

مزاج کی عریانی' زبان کی عریانی' جسم کی عریانی' خیالات کی عریانی اور علاوات۔ اقوال اور افعال کی عریانی اور جب بھی کسی قوم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے تو دن بدن صورت حال بگڑتی جاتی ہے اور اخلاقی پستی ان کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ کیونکہ اخلاق کی مفلسی و ناداری اس عریانی کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ عریانی کے گھٹا ٹوپ بادل جب عرب کے وسیع ریگستان پر مدتوں چھائے رہے تو دریں اثناء تمام قوم سوائے چند ایک کے اخلاقی مفلسی میں مبتلا تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسی صورت کو دیر تک رہنے نہیں دیا کرتا۔

لہٰذا اپنی سنت کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے اس ظلمت کدہ پر نور نازل فرمایا تو وہ لوگ جو رحمتہ اللعالمین کی طرف جھکے اور اس نور کے ہالہ میں آ گئے اخلاقی مفلسی اور عریانی سے وہ قطعی آزاد ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے توحید کو گلے سے لگا لیا تاآنکہ ایمان کے لحاف میں لپیٹ لئے جائیں اور مزین کر دیئے جائیں لباس تقویٰ سے۔ اخلاق کی بلندی سے اور ایمان کی دولت سے جبکہ وہ مدتوں مصائب کی چکی میں پستے رہے تھے۔

لیکن پھر ایک دن

ایسا آیا کہ محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور تربیت کے نتیجہ

میں عرفان کی دولت سے وہ اس حد تک مالا مال ہوئے کہ نور کی چادر میں لپیٹ دیئے گئے وہ نہ صرف خود منور ہوئے بلکہ اکناف عالم میں روشنی پہنچانے والے ستارے بن گئے۔ وہ نیکیوں کے میدان میں سبقت لے جانے کی کوشش میں سرگرداں عمل رہے اور ان کے ہر رگ و ریشہ میں ایمان کی حرارت نے گرمی پہنچا دی۔ یاد رہے کہ ایمان ایک بڑی دولت ہے اور اطاعت فرمانبرداری اور محبت اس ایمان کا ایسا جزو ہے کہ جو سبقت لے جانے کے لئے ہر وقت آمادہ کرتا ہے اور صحابہ کرامؓ کے شب و روز ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ کس طرح ایمان کی دولت سمیٹنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ 4 ہجری کو جب اللہ تعالی نے شراب قطعی حرام کر دی تھی۔ تو کلمہ صداقت پر ایمان لانے والے صحابہؓ کرام ابو طلحہؓ انصاری کے گھر میں جمع تھے اور شراب کا دور چل رہا تھا کہ منادی کی آواز آئی۔ کہ شراب قطعاً حرام کر دی گئی ہے۔ تو ابو طلحہؓ نے کہا۔ انھو اور شراب کے مٹکے زمین پر بہا دو (1)

حضرت انس کہتے ہیں کہ اس دن شراب گلیوں میں بہتی نظر آتی تھی۔ کسی شخص نے تحقیق نہیں کی بلکہ فوراً شراب ترک کر کے آمنا و صدقنا پر عمل کیا۔ آج ہر شخص سبقت لینے کے لئے تیار ہے اور صحابہ کرامؓ اتنا انتظار بھی نہیں کرتے کہ کون سچ کہتا ہے اور کون جھوٹ بلکہ یہ سوچ کر کہ شراب پھر خریدی جا سکتی ہے اگر منادی غلطی پر مبنی ہے لیکن اگر منادی سچی ہے تو ایسا نہ ہو کہ میں رسولؐ خدا کا حکم ماننے میں کسی سے پیچھے رہ جاؤں۔ گویا ہر صحابیؓ صدیقؓ ہے اور دلیل سے حکم ماننے کا منتظر نہیں تھا۔ بلکہ کلمہ صداقت پر ایمان لے آیا تھا اور صحابہ کرامؓ نے شراب اپنے حلق میں انڈھیلنے کی بجائے پاؤں میں روند ڈالی تھی اور نالوں میں بہا کر اس کی

(1) صحیح مسلم

ہستی گم کر دی۔ آج ان کے لئے اپنے آقا و مولی محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں تاخیر کرنا ایمان کی کمزوری کے مترادف تھا۔ سو وہ کامیاب و بامراد ہوئے۔ تو یہ تھا لباس تقویٰ جو لٹے پٹے صحابہ کرامؓ کو قربت رسولؐ کریم سے میسر آ گیا تھا۔

ایمان کے لطف سے بھی یہی مراد ہے کہ ہر موحد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد ایمان کی دولت سے اس طرح مالا مال ہوا کہ اس کی تمام کمزوریاں اور کوتاہیاں اطاعت و قربانی کی چادر میں ڈھانپ دی گئیں۔ تاریخ کے اوراق ایسی امثال پیش کرتے ہیں کہ بے ساختہ سرور کائنات محمدؐ مصطفیٰ کی تربیت و صحبت پر کامل یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ بیشک ہر صحابی اطاعت میں یکتا اور عبادت میں طاق تھا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو لیجئے کہ ایک دن وہ محب رسولؐ مسجد کی طرف چلے آ رہے تھے کہ ان کے کانوں میں محمدؐ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پڑی کہ "اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔" وہ وہیں راہ گزر پر ہی چلتے چلتے رک کر بیٹھ گئے اور باقی راستہ تا مسجد انہوں نے بیٹھ کر ہی مکمل کیا۔ انہوں نے سوچا کہ اطاعت و فرمانبرداری کا تقاضا یہی ہے کہ جہاں میرے کان میں میرے محبوب رسول پاکؐ کی آواز آئی ہے وہیں سے میں اطاعت شروع کر دوں۔ حالانکہ آنحضرتؐ مسجد کے اندر مقتدیوں سے مخاطب تھے۔ تو یہ عاشق صادق کا ذاتی نمونہ تھا۔ کیونکہ عبداللہ بن رواحہؓ کے لئے یہ الفاظ ایک جادو کا اثر رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کے محبوبؐ کی آواز میں اس قدر شوکت تھی کہ پاؤں نے آگے قدم اٹھانے سے انکار کر دیا یوں معلوم ہوا کہ کسی نے بریک لگا دی ہے۔

ایسے ہی آپ کو یاد ہو گا کہ حضرت ابو طلحہؓ جنہوں نے 20 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ ایک مسلمہ حضرت ام سلیمؓ کے ساتھ نکاح کے خواہاں ہوئے۔ ان کو پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ میرا

نکاح تم سے نہیں ہو سکتا جب تک تم اسلام قبول نہ کرو۔ ہاں اگر مسلمان ہو جاؤ تو میں بخوشی نکاح کرلوں گی اور میرا مہر بھی تمہارا قبول اسلام ہو گا اس کے سوا تم سے کچھ نہ مانگوں گی۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے تو یہ تھا ایک مسلمان عورت کا ایمان کہ اس نے تبلیغ اسلام کا بہترین حق ادا کیا۔

O===O===O

میرا ہر ذرہ ہو قربان احمدؐ
میرے دل کا یہی اک مدعا ہے
اسی کے عشق میں نکلے میری جان
کہ یادِ یار میں بھی اک مزہ ہے

21

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

ترجمہ: تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل پایا تو تو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

اس الہامی شعر میں سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت جامع اور مختصر الفاظ میں اس زمانے کا نقشہ کھینچا ہے جس کے متعلق قرآن پاک نے گواہی عطا کی ہوئی ہے کہ ظهر الفساد فی البر والبحر ---- اور اس بحرو بر کی حقیقتوں کو آپ نے یوں واضح فرمایا کہ

تھا جہالت کا یہ عالم۔ گند کے دلدادہ تھے
اور فسادوں کے لئے وہ ہر گھڑی آمادہ تھے

اصل میں فساد چونکہ خود کاشتہ تھا۔ اس لئے نہ تو خشکی والے امن میں تھے اور نہ پانی والوں کو چین نصیب تھا۔ یعنی فساد جب آسمانی یا زمینی آفات کی بناء پر نہ ہو تو عموماً دریا اور سخت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی انتہائی حد کوئی نہیں ہوتی یہی حال عرب و عجم کا تھا۔ تاریکی و ضلالت قوموں کا مقدر بن چکی تھی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ انذاری اور تبشیری طاقتوں کا استعمال کیا کرتا ہے۔ چنانچہ سنت اللہ کے مطابق وجۂ تخلیق کائنات حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت و محبت کا پیغام لے کر جس قوم کی طرف بھی بڑھے وہ قابلِ صد افسوس حالت میں تھی یعنی بت پرستی' زن پرستی اور مے پرستی حجازی لوگوں کا طرۂ امتیاز تھا۔ لیکن جب نزول نور کے بعد سرور کائنات کے سایہ میں حجازی

آ لیے تو نور ہی ان کا طرۂ امتیاز ہو گیا۔ انہوں نے نور کو جذب کیا اور خدا تعالیٰ سے محبت کر کے روشنی کے اس مینار تک جا پہنچے جہاں نور نبوت کا دیا یعنی چراغِ نبوت روشن تھا۔

اور

اسی چراغِ نبوت کی روشنی سے قربانیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔

یہاں تک کہ ایمان لانے والوں کی روشنی مشرق و مغرب تک جا محیط ہوئی۔ اور یہ سب محبوبِ خدا محمدؐ مجتبیٰ کی محبت کا نتیجہ تھا اور جملہ رسولِ خدا کی اس روز کی پیروی سے وہ روشنی ملتی ہے جو اس سے پہلے ہزار برس کے مجاہدہ سے بھی نہیں مل سکتی تھی۔ حد تو یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ سے شیطان بھی دور بھاگتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر شیطان تجھ کو کسی راہ میں پاوے تو دوسرا راہ اختیار کرے اور تجھ سے ڈرے۔"

اور جب کسی کا شیطان ہی مسلمان ہو جائے تو مزید تفصیل میں کیا جانا؟ تاہم یہ بھی خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ اگر ہم یہ جان لیں کہ ایک مثل گوبر نما چیز سونے کی ڈلی کیسے بن گئی؟ اور کس کی قوت قدسیہ سے یہ انقلاب آیا؟ اور کیسے؟ تو واضح ہو کہ انسانی خلق اور انسانی قدریں پامال کرنے والے وجود جب حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے تو خدا تعالیٰ کے ارادے اور نبی کریمؐ کی دعاؤں سے اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے ظلم و بربریت صبر و غمزاری میں بدل گئے اور شراب و شب نگاہی رات کی نماز اور تفرعات کے ساتھ بدل گئیں انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کی کوششیں کیں اور اپنے خون سے گواہی دے دی کہ وہ ایک سچی قوم ہے۔"

پس پھر کیا تھا۔ "مصیبتیں ان کے لئے سلامتی اور ٹھنڈک ہو گئیں۔ وہ ہوا و ہوس کے جنگل کو کاٹ کر اپنے مولیٰ سے جا ملے۔" الغرض جہاں جہاں کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا اور شرک نے اپنی تلوار سونت رکھی تھی وہ وہیں پہنچے اور موت کے سامنے نہ منہ موڑا اور نہ ایک بالشت پیچھے ہٹے۔ اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ آج وہ ایک قوم ہے جس نے جنگ کے میدانوں سے تھکن نہ کیا اور زمین کی انتہائی آبادی تک زمین پر قدم مارتے ہوئے جا پہنچے۔ ان کی عقلیں آزمائی گئیں اور ان کی لیاقتیں جانچی گئیں سو وہ ہر ایک امر میں فائق نکلے اور علم و عمل میں سبقت کرنے والے ثابت ہوئے۔"

وضاحت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ کوئی حتمی مثال قارئین کے سامنے پیش کی جائے۔ ہاں تو مثال کے طور پر واضح ہو کہ "حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت کمسن تھے۔ تاہم بے حد عبادت گزار تھے۔ نماز اس قدر استغراق سے پڑھتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ایک بے جان ستون کھڑا ہے۔ کہ رکوع اتنا لمبا کرتے کہ اتنے عرصہ میں ساری سورہ بقرہ ختم کی جا سکے۔ سجدہ کرتے تو اس قدر محویت طاری ہوتی تھی کہ چڑیاں آ آ کر پیٹھ پر بیٹھ جاتی تھیں۔"

پس یہ وہی لوگ تھے جو کبھی پرانی عادات اور ناقص روایات کے بندے ہوا کرتے تھے مگر جب خدا تعالیٰ نے فرش سے اٹھا لیا تو عرش ان کا ٹھکانہ بن گیا وہ ہمارے مشعل راہ ہو گئے اور روشنی کا مینار ثابت ہوئے۔ مثلاً"

حضرت عثمانؓ کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر طاری رہتا کہ جب کوئی جنازہ سامنے سے گزرتا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ قبرستان سے گزر ہوتا تو روتے روتے ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔

اور اسی طرح آپ کی قوتِ قدسیہ کا واقعہ ملاحظہ کریں کہ کس طرح شیبہ نامی شخص سونے کی ڈلی بن گئے تھے مثلاً غزوۂ حنین کا ایک اور عجیب واقعہ بھی تاریخوں میں آتا ہے شیبہ نامی ایک شخص جو مکہ کے رہنے والے تھے اور جو خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے مقرر تھے وہ کہتے ہیں میں بھی اس لڑائی میں شامل ہوا مگر میری نیت یہ تھی کہ جس وقت لشکر آپس میں ملیں گے تو میں موقعہ پا کر رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو قتل کر دوں گا اور میں نے دل میں کہا عرب اور غیر عرب تو الگ رہے اگر ساری دنیا بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب میں داخل ہوئی تو بھی میں نہیں ہوں گا جب لڑائی تیز ہو گئی اور ادھر سے آدمی ادھر کے آدمیوں میں مل گئے تو میں نے تلوار کھینچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونا شروع کیا اس وقت مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرے اور آپؐ کے درمیان آگ کا ایک شعلہ اٹھ رہا ہے جو قریب ہے کہ مجھے بھسم کر دے اس وقت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دی کہ شیبہ! میرے قریب ہو جاؤ۔ میں جب آپؐ کے قریب گیا آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا اے خدا شیبہ کو شیطانی خیالوں سے نجات دے شیبہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پھیرنے کے ساتھ ہی میرے دل سے ساری دشمنیاں اور عداوتیں اڑ گئیں اور اس وقت سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنی آنکھوں سے اپنے کانوں سے اور اپنے دل سے زیادہ عزیز ہو گئے پھر آپؐ نے فرمایا۔ شیبہ! آگے بڑھو اور لڑو۔ تب میں آگے بڑھا اور اس وقت میرے دل میں سوائے اس کے کوئی خواہش نہیں تھی کہ میں اپنی جان قربان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاؤں اگر اس وقت میرا باپ زندہ ہوتا اور میرے سامنے آ جاتا تو میں اپنی تلوار اس کے سینہ میں بھی بھونک دینے سے ایک ذرہ دریغ نہ کرتا۔ (۱)

(۱) دیباچہ تفسیر قرآن صفحہ 345

اور اگر

حضرت محمد مصطفیؐ کی قوتِ قدسیہ کا اعجازی زمانہ حضرت مرزا غلام احمد مہدی موعود کے وجود میں دیکھا اور پرکھا جائے تو قطعی بے جا نہ ہو گا بلکہ ایک زندہ و پائندہ صورت سامنے آ جائے گی۔ صحابہ کرامؓ زمین سے لئے گئے اور آسمان کی بلندی تک پہنچائے گئے اور درجہ بدرجہ برگزیدگی کے مقام تک منتقل کئے گئے۔ "انہوں نے اپنی جانوں کو محبتِ خدا میں جلایا یہاں تک کہ ان کا کوئلہ راکھ کی طرح ہو گیا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں افروختہ ہو گیا۔" یہ کوئلہ ہی تو خدا تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے سونا بن گیا اور آج اس سونے نے کندن بن کر دنیا کو بتلا دیا کہ فیضانِ الٰہی کا چشمہ جاری و ساری ہے اور امتِ محمدیہؐ بدنصیب امت نہیں کیونکہ کسی بھی فیض و عرفان کا خشک ہو جانا ملت کی بدنصیبی ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے امتِ محمدیہؐ کو خیر و برکت کے خطاب سے نوازا ہے اور آج یہ سونا یہ کندن آپ کے میرے اور تیرے گھر کے دروازے پر دستک دے رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَّنَبِیُّنَا
حَیٌّ وَّ رَبِّیْ اِنَّہٗ وَافَانِیْ

يَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانٍ

(1) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور اس بچے کے لئے دعا فرمائیں میں اس سے پہلے تین بچوں کی وفات کا صدمہ اٹھا چکی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے خاتون! تب تو تم نے جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے ایک مضبوط باڑ تیار کرلی ہے۔" مقامات النساء

(2) حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور وہ سیاہ فام مومن عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا اور وہ بیوہ رہ گئی لیکن اس نے صبر اور ضبط نفس کے ساتھ اپنے بچوں کی تربیت کی جنت میں ایک دوسرے سے ایسے قریب ہوں گے جیسے کہ یہ دو انگلیاں اور یہ الفاظ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی انگلیاں اٹھا کر آپس میں جوڑ دیں۔ مقامات النساء

22

حَتّٰى انْثَنٰى بَرٌّ كَمِثْلِ حَدِيْقَةٍ
عَذْبِ الْمَوَارِدِ مُثْمِرِ الْأَغْصَانِ

ترجمہ: یہاں تک کہ خشک ملک اس باغ کی مانند ہو گیا جس کے چشمے شریں ہوں اور جس کی ڈالیاں پھلدار ہوں۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ "عرب کا چٹیل میدان اس باغ کی طرح ہو گیا جس کے چشمے میٹھے۔ پھل شریں اور نظارے خوشگوار ہوں۔" حدیقہ سے مراد وہ باغیچہ ہوتا ہے جس کے چاروں طرف دیوار ہو۔ چنانچہ عرب کا میدان جو کبھی ظلم و بربریت کے جنگلیوں کا مسکن ہو چکا تھا یہاں تک کہ یہ خطہ اخلاق سیئہ کی بناء پر اپنی تمام سکینت و عظمت کھو چکا تھا۔ ہر طرف مصیبت ہی مصیبت اور ہلاکت ہی ہلاکت نظر آتی تھی۔ وہاں جب خدا تعالیٰ نے ایک ایسی بے آب و گیاہ وادی کو باغ میں تبدیل کرنے کا ارادہ کیا تو نہ صرف باغ میں تبدیل کیا بلکہ ایسے باغ میں تبدیل کیا کہ جس کے چاروں طرف احاطہ ہو اور محفوظ ترین ہو امن و امان ہو۔ جس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے خود لے لیا ہو بس حدیقہ کا لفظ بول کر حضرت اقدس نے بڑی معنی خیز بات فرمائی ہے یعنی کہ یہ دہشت انگیز بیاباں ایسے ایک فرحت خیز باغ میں تبدیل ہو گیا کہ اس کی احاطہ بندی نے شرعی احکامات کی بھی احاطہ بندی کردی اور اس کے تمام پھل جو ہر خوشہ باغ پر لگے ہوئے تھے وہ مثالی اور یکتا ہو گئے۔

یہاں ثمر الاغصان قابل ذکر چیز ہے۔ یعنی ہر پھل جو اس باغ کو رونق

دیتا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ مثلاً حضرت عمرؓ کو لیں تو وہ باغِ اسلام کے
ایک لذیذ پھل ہیں جو آج تک پندرہ صدیوں سے دنیا کے لئے امورِ سلطنت
میں خارجی، داخلی، دفاعی اور معاشی و معاشرتی ہر شاہراہ پر راہنما ثابت ہوئے
ہیں۔

حضرت بلال حبشیؓ جو ایک دن قریش مکہ کی جان و مال اور عزت و ناموس
کے لئے پناہ بن کر سامنے آئے اور یہ اعزاز پا کر حبشیوں کا سر ہمیشہ کے لئے
بلند کر گئے۔ وہ بھی تو اسی باغِ اسلام کے میٹھے اور مثالی پھل ہیں اور قابل ذکر
پھل ہیں۔

پھر

حضرت ابوعبیدہؓ کو لیں تو ان کے اخلاقِ حسنہ کو دیکھ کر آپ دنگ رہ
جائیں گے کہ ایک جنگ میں حمص اور شام کو فتح کرنے کے بعد جب دوسرے
محاذ پر فوج جانے لگی تو حضرت ابوعبیدہؓ نے سرداروں کو بلوا کر کہا کہ "چونکہ
اب ہم آپکی حفاظت نہیں کر سکیں گے اس لئے آپ سے جو سال بھر کا جزیہ
لیا ہے وہ آپ کو واپس کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہماری ذمہ داری ختم ہو۔" اس سے
ان کی حسنِ معاملگی کا اندازہ کیجئے اور اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ اس علاقہ کے تمام
عیسائی بہت متاثر ہوئے اور زار زار رونے لگے، کہ ایسا سلوک تو ہم نے اپنی
ہم مذہب حکومت سے بھی کبھی نہیں دیکھا اور یہ حسنِ اخلاق اچھے اثرات
بلکہ دیرپا اثرات قائم کر گیا۔

پھر نورِ محمدیؐ کو سمیٹنے والے حضرت عثمانؓ کو لیجئے کہ دو دفعہ آپؓ نے
رسولِ خدا محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مول لے لی ایک دفعہ
کنواں خرید کر، دوسری دفعہ تمام لشکر کے لئے ساز و سامان جنگ مہیا کر کے یہ
ثابت کر دیا کہ "میرا ذاتی چیزوں سے ہمیشہ کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ اور خدائے

واحد و یگانہ میرا ماحصل ہے۔ میں نے اسی سے اپنا رشتہ مضبوط کر لیا ہے۔"
چنانچہ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ان کو ایک منفرد مقام حاصل ہو گیا کہ ان کا
ہاتھ نبی کا ہاتھ ہو گیا اور پھر ایک دن اتنا بڑا اعزاز نصیب ہوا کہ اس کے مقابلہ
میں ہزار سالہ زندگی بھی ہیچ ہے کہ جب سرورِ کائنات رحمتہ اللعالمین حسن و
خوبصورتی کے شہزادے محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹی ام کلثوم
تمہارے دولہا کے دادا حضرت ابراہیم اور تمہارے باپ محمد مصطفیٰؐ صورت میں
مشابہ ہیں۔" یہ تو تھے وہ میٹھے شیریں پھل جو عشرہ مبشرہ میں شامل تھے اور مثال
کے طور پر ان کا ذکر ضروری بھی تھا لیکن آیئے اس امت محمدیہؐ کی دوسری
پیڑھی والے ثمرات کو دیکھتے ہیں بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ اس حدیقۃ المبشرین نے
سینکڑوں سالوں تک شیریں اور زندگی بخش پھل عطا کئے ہیں۔ مثال کے طور
پر حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی مثال لیجئے جو اپنے اخلاق کی بلندی، رحمدلی، فیاضی
اور بے نیازی سے تاقیامت درخشندہ ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ کھجوروں کے ایک باغ میں سے گزرے تو
دیکھا کہ ایک حبشی غلام روٹی کھا رہا ہے لیکن اس طرح کہ ایک لقمہ خود کھاتا
ہے اور دوسرا کتے کے آگے ڈال دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے آدھی روٹی کتے کو
کھلا دی آپ نے اس سے پوچھا کہ کتے کو دھتکار کیوں نہیں دیتے۔ اس نے
کہا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ آپ نے اس کے آقا کا نام دریافت کیا۔ اور اس
سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں یہیں رہنا۔ وہ تو وہیں کام کرتا رہا اور آپ
اس کے آقا کے پاس پہنچے اور باغ اور غلام دونوں چیزیں اس سے خرید لیں۔
واپس آئے اور آ کر غلام سے فرمایا کہ میں نے تمہیں معہ اس باغ کے
تمہارے آقا سے خرید لیا ہے اور تمہیں آزاد کر کے یہ باغ تمہارے نام ہبہ
کرتا ہوں۔ غلام نے یہ بات سنی تو کہا کہ آپ نے جس خدا کے لئے مجھے آزاد
کیا ہے اسی کی راہ میں یہ باغ صدقہ کرتا ہوں"۔ سبحان اللہ ایک طرف رحم

دلی اور نیک عادات کی قدر و قیمت دیکھیے، فیاضی پر نظر ڈالیے اور پھر دوسری طرف سیر چشمی اور بے نیازی ملاحظہ فرمایئے۔

اصل میں یہ تمام اسلام کے اندر کی تاثیر تھی اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے غلام بھی فیاضی اور بے نیازی میں بادشاہوں سے بڑھے ہوئے تھے۔

تو یہ بھی ایک اس حدیقہ کے پھل تھے جو کبھی خاردار جنگلوں کا مسکن تھا مگر جب خدا تعالیٰ نے اپنا نور اس خطہ تاریک میں نازل فرمایا تو ہر ہر ذرہ اس کا منور ہو گیا اور روشنی نے مغرب و مشرق پر احاطہ کر لیا۔

اور اصل میں محبت کی معراج یہی ہے کہ محبوب کے نام پر بھی محب اپنی جان و مال قربان کرنے سے دریغ نہ کرے اور یہ خدا کا خاص الخاص فضل تھا کہ اس نے محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے کامل متبع عطا کئے ہوئے تھے کہ انہوں نے سابقہ تمام انبیاء کی امت کی پیش کردہ قربانی و اطاعت کا ریکارڈ توڑ ڈالا۔ الحمد للہ۔ اور ہوتا بھی ایسا ہی ہے کہ جب محبت دل و دماغ کو گھیرے تو دنیا کی ہر چیز اس کے سامنے بے معنی لگتی ہے۔ حتیٰ کہ اپنا وجود بھی انسان بے کار خیال کرتا ہے اور سر سوغات میں پیش کر دیتا ہے۔ پس یہی حال باغِ اسلام کے ہر پھل کا تھا اور آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی امت محمدیہؐ میں ایسے پھل پائے جاتے ہیں جو اپنے سر ہتھیلی پر برائے سوغات راہِ اسلام میں پیش کرنے کے لئے لئے پھرتے ہیں۔ شہزادہ عبداللطیف شہیدؓ اور ڈاکٹر عقیلؓ بن عبدالقادر اور پروفیسر عباسؓ بن عبدالقادرؓ اور بہت سے شیریں لذیذ پھل آج بھی آپ کے اور میرے گھروں میں نظر آتے ہیں۔

فالحمد اللہ علی ذالک

23

عَادَتْ بِلَادُ الْعُرْبِ نَحْوَ نَضَارَةٍ
بَعْدَ الْوَجٰی وَالْمَحْلِ وَالْخُسْرَانِ

ترجمہ: ملک عرب خشک سالی۔ قحط اور تباہی کے بعد سیراب ہو گیا۔

القصیدہ کے ان اشعار سے پہلے ہم خطۂ عرب کی ناگفتہ بہ حالت بالتفصیل جان چکے ہیں کیونکہ وہاں پر نہ صرف قحط تھا۔ بلکہ معاشی اور اخلاقی قحط نے بھی گھیرا ڈال رکھا تھا۔ ہر طرف خستہ حالی و خشک سالی اور تباہی و ویرانی تھی۔ اور آپ نے یہ نقشہ ہر زاویہ نظر سے پیش کیا ہے۔ اور اس شعر میں اس حقیقت کو کچھ اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ جس خطہ سے بھلائی اور فائدہ کی توقع بے سود تھی۔ وہ ایک دن نزول نور کے بعد احاطہ نور میں آ کر ایسے تر و تازہ ہو گیا کہ خشکی کی جگہ حسن و بہار نے لے لی اور ریگستان مرغزار بن گیا۔ ہر طرف رونق و شادابی نظر آنے لگی۔ اور وہی خطہ جو ویرانی کے سایوں سے ڈھک چکا تھا۔ محبت و ایثار کی روشنی سے چمک اٹھا۔ اور ہر در و دیوار سے سکینت و اطمینان ٹپکنے لگا کیونکہ خدا تعالیٰ کا منشاء پورا ہو چکا تھا۔ جس کے لئے خالق کل نے کائنات پیدا کی تھی۔ سجایا تھا سنوارا تھا۔

پس آج

اس کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کہ مردِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو

اس کی اصلاح کے لئے نازل فرمائے۔ چنانچہ تقاضائے رحم کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اعلیٰ و اکمل انسان کو بھیج دیا تو اس سرزمین کا چپہ چپہ کونہ کونہ روشن ہو گیا اور سیاہ دل لوگوں نے وحی کے پانے سے اپنے دلوں کو دھو ڈالا۔ وہ بتوں کی نلپاکی اور کینوں سے پاک ہو گئے۔

اور پھر ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ وہ تمام دنیا اور دین میں فوقیت لے گئے کیونکہ انہوں نے قرآن کے تاج سے خود کو مزین کر لیا اور شریعت کے احکامات کو دل و جان سے قبول کر لیا۔ وہ خدا کے ہو گئے اور خدا انکا ہو گیا۔ انہوں نے ایسی ایسی عظیم الشان قربانیاں دیں کہ وہ رحمان کے محبوب بندے بن گئے۔ وہ خدا کی محبت میں فنا ہو گئے حالانکہ وہ ایک دن عورت اور شراب کی محبت میں گرفتار تھے اور سر تا پا گرفتار تھے۔ مگر جب اس گرفتاری کے بندھن ٹوٹے تو وحدہ لاشریک لہ کی زنجیر سے جلڑے گئے اور انہیں اس میں راحت محسوس ہونے لگی اور سب کچھ رسول خدا محمد مصطفیٰ کی محبت کے صدقے رونما ہوا۔ آج 363 بتوں کی جگہ ایک واحد و یکتا ذات اللہ تعالیٰ ان کا مسجود کل ہو گیا۔

اسی لئے تو

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اے میرے پیارے محمد (ﷺ) میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں کہ آپؐ کی محبت کے نتیجہ میں وہ خدائے رحمان کے عشق میں فنا ہو گئے۔ اور فنا ہونے کے نتیجہ میں ان کے خیالات ان کے افکار ان کے احساسات' ان کے جذبات' ان کی حرکات و سکنات ان کا قیام قعود' ان کا کھانا پینا' ان کے اقوال و افعال اور ان کے ارادات و خواہشات سب خدا تعالیٰ کے ماتحت ہو گئے۔ انہوں نے

اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسے سونپ دیا جیسے کہ مردہ بدست زندہ ہو۔"

چنانچہ

سابقہ اور لاحقہ عبارت سے واضح ہو گیا کہ عرب کی زمین جو کبھی بے خیر اور بے فائدہ تھی سرور کائنات محمد مصطفیٰ کی تشریف آوری کے بعد حسن و رعنائی رونق و شادابی میں بدل گئی۔ اور یکسر بدل گئی۔ اب پرکھ کا تقاضہ یہ ہے کہ ان حالات پر غور کر لیا جائے جو حسن و بہار کا موجب ہوئے۔

تو سب سے پہلے حضور پر نور رحمتہ اللعالمینؐ کا بابرکت وجود ہی قحط زدہ زمین کو سنوارنے کے لئے کافی تھا۔ پھر آپ کا جاہ و جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے اور دنیا کے لئے سچے اور فطری مذہب کا پرچار کرنے اور پھر آپ کے معجزات اور تاثیر خطابت کا کارگر ہونا اور پھر سب سے بڑھ کر اسوہ حسنہ اور آپ کی محبت نے عرب کا نقشہ ہی پلٹ دیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہدایت پاتے ہی ان کا اندھاپن اور ان کی روح کا اندھیرا جاتا رہا تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کایا پلٹی کیسے؟ تو آپ جانتے ہیں کہ اسلام فطری مذہب ہے اور قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ دوسرے شریعت بھی نازل ہوئی تو بتدریج نازل ہوئی۔ اس لئے اس کو ماننے میں اور عمل کرنے میں صحابہ کرامؓ کے لئے دوری اور دیری رکاوٹ نہیں بنی۔ یعنی بتوں کی جگہ اگر توحید نے لے لی تو خدا تعالیٰ کے واحد ہونے کا ثبوت معجزات کی صورت میں ان کے سامنے آیا۔ کہیں انہیں یہ دین اسلام اور رسول خدا کی محبت ایسی راسخ ہوئی کہ انہوں نے اپنے عزیز و اقارب کو خیر باد کہا اور آپؐ کے گرد دھونی رمالی۔ باپ بیٹے کی شناخت پدری بے معنی ہو گی۔ مثال کے طور پر

حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ نے بموقع جنگ احد اپنے باپ کے مخالف صف میں جنگ آرائی کی تو بعد از جنگ بھی ذکر اذکار میں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ ایک مقام پر میں نے آپ کو چھوڑ دیا کیونکہ آپ میرے والد محترم تھے۔ حالانکہ آپ تو میری تلوار کی زد میں تھے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے برجستہ جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر میرے وار کی زد میں کہیں تم آ جاتے تو میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتا فوراً قتل کر دیتا۔ کیونکہ تم خدا کے رسولؐ سے جنگ کرنے آئے تھے۔ پس آپؓ نے تمام خونی رشتے اسلام کے سامنے بے معنی کر دیئے۔

پھر تاریک حالات کو بدلنے کا موجب ارکان اسلام بھی ہیں۔

زکوٰۃ

ان ارکان اسلام میں سے زکوٰۃ کو ہی لے لیں۔ تو آپ کو حیرت ہو گی کہ مال کو پاک و صاف کرنے کے لئے کیسی عمدہ تحریک اسلام نے پیش کی ہے۔ خیرات و زکوٰۃ کی ترغیب کچھ اس انداز سے فرمائی ہے کہ قربانی کے لئے تاکیدی پہلو سامنے آ گیا ہے۔ فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی محبوب ترین چیز نہ دے گا وہ ثواب کا مستحق نہ ہو گا۔ پھر اس طرح ستر گنا ثواب کی تحریک بھی محرک ہوتی ہے۔ وراثت کو ہی لیں تو وراثت نے بھی کایا پلٹ دی آپ جانتے ہیں کہ عرب عورتوں کو وراثت سے محروم رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ وراثت صرف اس کا حق ہے جو تلوار چلائے۔ لیکن خدا کے پیارے نبیؐ نے مسلمانوں کو یہ نوید دی کہ مرد کے ترکہ میں سے دو تہائی اس کی بیٹیوں کو اور آٹھواں حصہ اس کی بیوی کو دیا جاوے۔

اسی طرح

وقف:

جائیداد کے وقف کا مسئلہ بھی شریعت کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اسلام کا سب سے پہلا وقف وہ مدینہ کی زمین تھی جو ہجرت کے بعد پہلے ہی سال مسجد نبوی کے لئے رکھی گئی تھی۔ جو دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ پس الختصر یہ کہ وہ قوم جو کبھی خسارہ، خرابی اور نقصان کی دھنی تھی اور شراب غزل اور غزالہ ان کا نصب العین تھا سب سے یکسر منہ موڑ کر صرف اور صرف رحمان کے وجود میں فنا ہو گئے۔ اور یہ سب نتیجہ تھا اس تربیت کا، محبت کا، اور اسوہ حسنہ کا، جو انہیں خدا تعالیٰ نے حلقہ اسلام میں شمولیت کے بعد بطور انعام عطا کیا تھا اور پھر فرمان خداوندی کے مطابق

ارشاد ربانی بھی موجود ہے کہ۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (٤)

کہ آپؐ کی سیرت طیبہ ہر مومنؐ کے لئے بہترین مشعلِ راہ ہے۔

کامل خلق

حضرت امام مہدی علیہ السلام آپؐ کی اس عظیم رہنمائی اور رہبری کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا

کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نقش جما دیا جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے۔ یعنی اصول نجات نے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا تو ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی کہ آنحضرتؐ ضرور خدا[1] کی طرف سے سچے ہادی ہیں جو محض تعصب اور ضد سے انکاری ہو اس کی مرض تو لا علاج ہے خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے ورنہ یہ ساری آثار صداقت جو آنحضرتؐ میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر کے دکھلاوے۔ تاہم بھی جانیں"۔

(1) سورہ احزاب آیت 22

24

كَانَ الْحِجَازُ مَغَازِلَ الْغِزْلَانِ
فَجَعَلْتَهُمْ فَانِيْنَ فِي الرَّحْمَانِ

ترجمہ: اہل حجاز آہو چشم عورتوں سے عشق بازی میں لگے ہوئے تھے سو تو نے انہیں خدائے رحمان کی (محبت)) میں فانی بنا دیا۔

"ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قبیلہ کا رئیس آیا اور اس نے کہا کہ میری قوم اسلام لانے کے لئے تیار ہے۔ آپؐ میرے ساتھ کچھ آدمی بھجوا دیں وہ تو اپنی اس بات میں سچا تھا۔ اور بعد میں ایمان بھی لے آیا لیکن اس کی قوم نے غداری کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اعتبار کرتے ہوئے 70 حفاظ کا قافلہ اس کی قوم کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہ اس قبیلے کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس رئیس کے بھتیجے کے پاس ایک آدمی کے ذریعہ پیغام بھجوا دیا کہ ہم لوگ آگئے ہیں۔ اب ہمیں بتایا جائے کہ ہمارا کیا کام ہو گا۔ اس نے ان کے سردار کو بلوایا۔ اور جب وہ ان سے باتیں کر رہا تھا تو اس رئیس نے ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے اس صحابیؓ کی گردن میں نیزہ مارا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا جب اسے نیزہ لگا تو تاریخ میں لکھا ہے کہ اس نے نعرہ لگایا اور کہا فزت ورب الکعبتہ کعبہ کے رب کی قسم میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ پھر وہ اکٹھے ہو کر تمام صحابہؓ پر ٹوٹ پڑے انہیں لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ کا وہ غلام بھی تھا جو ہجرت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب ہزاروں آدمیوں

کے ہجوم نے ان ستر صحابہؓ پر حملہ کر دیا تو یہ لازمی بات تھی کہ انہوں نے مارا ہی جانا تھا۔ چنانچہ وہ سارے کے سارے وہیں قتل ہو گئے اور ان میں سے کسی نے بھی ہتھیار نہ ڈالا۔ یکے بعد دیگرے جب وہ لوگ مرتے یا کسی کو خنجر لگتا یا تلوار سے کسی کا سر کٹتا تو یہی الفاظ ان کی زبان پر ہوتے کہ فزت ورب الکعبتہ خدائے کعبہ کی قسم میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اسلام سے واقف نہیں تھا۔ میں باہر سے آیا تھا۔ اور قبیلہ والوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل ہو گیا تھا۔ میں نے جب دیکھا کہ یہ لوگ مرتے وقت بجائے یہ کہتے کہ کہ ہائے اماں یا ہائے ابا یہ کہتے ہیں فزت ورب الکعبتہ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ تو مجھے حیرت ہوئی کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ کیا موت میں کامیابی ہوا کرتی ہے؟ آخر میں نے ایک شخص سے اس کے بارے میں پوچھا اس نے کہا تم مسلمانوں کو نہیں جانتے یہ ایسے ہی پاگل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاتا ہے وہ سب سے زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے دل میں نیکی تھی۔ وہ کہتا ہے میں نے جب یہ بات سنی تو سمجھا کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ میں نے اسلام کی تحقیق کی اور میں بھی رسول پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ (1)

تو یہ تھے فانین فی الرحمن کی ایک عظیم مثال پیش کرنے والے مبارک وجود جو ہمیں حیرت میں ڈالتے ہیں کہ کس طرح حجازی لوگ نشہ شراب و عورت اور موسیقی و جنگ جدال سے آزاد ہوئے اور

كَانَ الْحِجَازُ مُغَازِلَ الْغِزْلَانِ
فَجَعَلْتَهُمْ فَانِيْنَ فِي الرَّحْمٰنِ

(1) تفسیر کبیر سورہ العنکبوت صفحہ 270

خداوند عالم کے وجود میں فنا ہو کر غیر فانی وجود بن گئے۔ اور حد تو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے جب تک کہ آپؐ نے تمام اقوام کو یکسر بدل نہیں دیا۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زور فجعلتھم فانین فی الرحمان پر دیا ہے۔ کیونکہ ہم اہل حجاز کی شب و روز سے تو کئی اشعار میں واقف ہو چکے ہیں جو چیز وضاحت طلب ہے وہ یہی ہے کہ کس طرح وہ لوگ جو خوبصورت عورتوں کے بے محابا عاشق تھے رحمان خدا کے فدائی بن گئے؟ تو اس کے جواب میں دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک حضرت محمد مصطفیٰ وجہ تخلیق کائنات کا اسوہ حسنہ اور انقلابی تربیت کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔

دوسرے وہ شریعت جو بتدریج آپؐ پر نازل ہوئی خدا تعالیٰ کے لئے فنا ہو جانے کی ایک تعبیر تھی۔ اسی لئے رحمان میں فنا ہو کر وہ غیر فانی ہو گئے۔ دیکھا جائے تو فانین فی الرحمن کا سلسلہ لامتناہی سلسلہ ہے اور یہ نبی پاک محمد مصطفیٰ کے فیض جاودانی کی طرح قیامت تک جاری و ساری ہے اور رہے گا جس طرح سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے چشمہ سے علم عرفان ایمان و قرآن کے موتی تقسیم ہوتے رہے اور ہوتے ہی رہیں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عشق اور سرور کائنات کی محبت میں لوگ فنا ہوتے رہے ہیں ہوتے ہی رہیں گے۔ جس طرح صحابہ کرامؓ کے احساسات جذبات اور حرکات و سکنات اور ان کا قیام و قعود افعال و اقوال اور ان کی خواہشات سب خدا تعالیٰ کی منشاء کے ماتحت ہو گئے تھے بعینہ ایک وقت آخرین پر بھی آیا اور آتا ہی رہے گا کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسے سونپ دیا جیسے مردہ بدست زندہ ہو۔ کہ آج بھی 1400 سال بعد صحابہ کرامؓ جیسی قربانیاں پیش کرنے والے اصحاب پائے جاتے ہیں جو مصائب کی چکی میں پس کر رشتوں

لور نفس کے سب بندھن توڑ کر خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں اور جب انسان
خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو پھر خدا کی رضا کے لئے فنا ہو جاتا ہے ہماری تاریخ
آج بھی ہمیں ایسی کئی فنا فی اللہ لور فنا فی الرسول مبارک ہستیوں سے ملاتی
ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہوتی ہیں۔ مثلاً ہم اپنے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے
وقت میں ایک صدی ہی پیچھے جاکر دیکھتے ہیں تو ہمیں۔

پشاور سے انہی راہوں پہ سنگستاں کابل کو
میرا شہزادہ لے کر جان کا نذرانہ آتا ہے

درحقیقت

انبیاء کی جماعتوں پر یہ اوقات ہمیشہ آئے ہیں اور درحقیقت یہی اوقات
ان کے دعویٰ ایمان کے صدق اور کمال پر دلالت کرتے ہیں اور قومی ترقی کا
ایک ہی گر ہے لور وہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اپنے آپ کو فنا کر دینا اور اس
راہ میں کسی قربانی سے دریغ نہ کرنا۔ انکا شیوہ ہوتا ہے۔ مثلاً"
شہزادہ عبداللطیف شہید بھی انہی لوگوں میں سے تھے جن کے متعلق اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ یعنی
اللہ ہمارا رب ہے۔ یہ دعویٰ اور پھر اس پر استقامت دکھائی جلوے۔
قارئین!! آپ کو یاد ہو گا شہزادہ شہید کو شہادت کے لئے اس مقام کی
طرف لے جایا جا رہا تھا جہاں آپ کو سنگسار کر کے شہید کرنا تھا۔ تو بادشاہ
وقت یا امیر کابل نے کہا کہ یہ کافی نہیں ہے ان کے ناک میں سوراخ کرو جس
طرح بیل کو ناک میں رسی ڈال کر کھینچ کر لے جایا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کے
ناک میں سوراخ کیا گیا اور رسی ڈالی گئی۔ اور ہجوم تھا کہ ہنستا شور مچاتا طعنے
تشنیع کرتا ہوا آپ کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ اور ان کے درمیان کابل کی گلیوں

میں سے استقامت کا شہزادہ سر اٹھائے گزر رہا تھا۔ لور کوئی خوف لور کوئی بلا
اس کے سر کو سرنگوں نہیں کر سکی۔ اس عظمت لور شان کے ساتھ ان گلیوں
سے گزرا ہے کہ اس کی یادیں قیامت تک وہ گلیاں بھلا نہیں سکیں گی۔ یہاں
تک کہ جب شہزادہ صاحب شہید کو زمین میں چھاتی تک گاڑ دیا گیا تو بادشاہ
وقت نے کہا جو ان سے ہمدردی رکھتا تھا اب بھی آپ انکار کر دیں لور اپنی
جان کا خیال کریں اپنی اموال لور جائدادوں کا خیال کریں اور اپنے بچوں کا
خیال کریں۔ شہزادہ صاحب نے سر اٹھا کر کہا کہ اے بادشاہ ایمان کے مقابلہ
میں میری جان کیا چیز ہے؟ میرا مال کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اور میرے بچوں کی
کیا قیمت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔
اس لئے تم وہی کرو جو ارادہ کر چکے ہو۔ اس پر بادشاہ نے کہا تو مجھے
اجازت دو اگر تم انکار نہیں کرنا چاہتے تو میں اعلان کر دوں۔ آپ نے کہا نہیں
میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ بادشاہ نے قاضی سے کہا پہلا پتھر مارو
قاضی وقت نے جواب دیا آپ بادشاہ ہیں پہلا پتھر آپ چلائیں۔ بادشاہ نے کہا
کہ نہیں شریعت کے بادشاہ تم بنے ہوئے ہو تمہارا حکم چل رہا ہے میرا نہیں
اس لئے پہلا پتھر تم ہی مارو۔ چنانچہ قاضی نے پہلا پتھر مارا اس کے بعد اس
طرح پتھروں کی بوچھاڑ ہوئی کہ ان کے سر کے اوپر پتھروں کی ڈھیری بن گئی۔
کہ تمام وجود غائب ہو گیا۔۔۔۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جنوری 1983 بمقام ربوہ

ہاں تو

آج خدا کی راہ میں فنا ہونے والا شہزادہ لطیف آپ کو ہر گھر میں ملے گا۔
یہ عظیم شہادت تقریباً ایک صدی پہلے کی قربانی ہے۔ مگر آج بھی اس نفسانفسی
کے دور میں جماعت احمدیہ کے جانثار بطور سوغات راہ خدا میں پیش کر رہے

ہیں۔ اور یہی ایمان کا معراج ہوا کرتا ہے۔ آپ میری ایک بہن رخسانہ طارق کو تو جانتے ہی ہونگے جس نے اپنے سردار محبوب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق میں شمولیت کر لی اور ایک روز عید کے دن اپنے ہی سسرالی رشتہ داروں کو سر پیش کر کے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ تو یہ وہی چہرہ اور وہی نور مصطفیٰ تھا جو اس کے دل میں سیدنا مرزا غلام احمد مہدی موعود علیہ السلام نے روشن کیا تھا۔ جو ہمارے لئے مشعل راہ بن گیا۔

اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد

25

شَیْئَانِ کَانَ الْقَوْمُ عُمْیًا فِیْھِمَا
حَسْوُ الْعُقَارِ وَکَثْرَۃُ النِّسْوَانِ

ترجمہ: دو باتیں تھیں جن میں قوم اندھی ہو رہی تھی یعنی مزے لے لے کر شراب نوشی اور بہت سی عورتیں رکھنا۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عرب کے تاریک ترین دور میں عادات و بدعات کا ذکر فرمایا ہے یعنی کہ عرب میں وبائی مرض کی طرح جو عادتیں پھیلی ہوئی تھیں ان میں سے دو عادتیں ایسی تھیں جو انہیں قطعی مفلوج کر گئی ہوئی تھیں۔ ایک شراب تھی اور دوسری عورتوں کی کثرت یعنی عورتوں سے میل جول بے ضابطگی کی حدود سے بڑھ کر تھا اور شراب کا چسکہ لامحالہ دوسری طفیلی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ شراب نوشی کا جہاں تک حال تھا ہم سب جانتے ہیں کہ اسلام کی آمد کے ساتھ ہی کئی عادات کا قلع قمع ہو گیا تھا۔ کیونکہ یہی کلمہ توحید کا نصب العین تھا۔ لیکن شراب نوشی کی جڑیں بدستور اپنا مقام بنائے ہوئے تھیں۔ اور یہ جڑیں اس حد تک پھیلی ہوئی تھیں کہ اعلیٰ کردار کو نگل گئی تھیں۔ اور قومی اخلاق کا ایک حصہ بن گئی تھیں۔ یہاں تک کہ ہر گھر ہر مقام اور ہر کوچہ اور ہر سوسائٹی اس وقت مکمل کہلاتی تھی جب شراب نوشی کا خاص اہتمام ہو سکے۔

خدا کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس مبارک وجودؐ پر جس نے نبوت سے قبل بھی اپنی چالیس سالہ زندگی میں شراب جیسی پلید چیز کو کبھی مس نہ کیا تھا اور اس بدعادت سے ہمیشہ مجتنب رہے۔ آپ کی فطرت صحیحہ ہی اس طرف

سے قطعی متنفر تھی گو بعض صحابہؓ بھی ابتداء سے ہی تارک شراب تھے۔ جیسے حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ تاہم کئی صحابہ کرامؓ اسے استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ مذہبی طور پر شراب حرام نہ تھی۔ حالانکہ شراب نوشی کے بدنتائج بھی کئی دفعہ سامنے آتے تھے۔ جیسے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت حمزہؓ نے شراب کے نشہ میں حضرت علیؓ کے اونٹ ذبح کر دیئے تھے اور جب حالت کو بگڑتے دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سمجھانے کے لئے گئے تو حضرت حمزہؓ نے اپنے نشے میں اپنے محبوب نبیؐ کو پہچانا تک نہیں تھا۔(1) ایسی ہی کئی قباحتیں پیدا ہو گئی تھیں۔

رقاصات' مغنیات اور آوارہ عورتیں اس کثرت سے گھیرے ہوئے تھیں کہ رشتہ کی حرمت ختم ہو چکی تھی۔ اور یہ دونوں برائیاں قوم میں اس حد تک سرایت کر چکی تھیں کہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر ان میں غلطاں قوم بھلائی برائی کی تمیز ہی ختم کر چکی تھی۔ لہٰذا اس کے نتیجہ میں بحر و بر میں فساد برپا تھا۔ لیکن چونکہ اسلام کے احکامات بتدریج نازل ہوئے تھے اس لئے 4 ہجری میں حرمت شراب کا حکم نازل ہوا۔

اور وہی ہستیاں جو بحر و بر میں فساد کا موجب ہوا کرتی تھیں جب داخل اسلام ہوئیں تو عبادت گزاری اور پاک بازی میں بازی لے گئیں۔ مثلاً

عکرمہ بن ابی جہل نے اسلام لانے کے بعد اقرار کیا تھا کہ اسلام کی مخالفت میں جو کچھ کیا ہے' اور جس جس رنگ میں مخالفت کی ہے۔ اسی رنگ میں مگر اس سے دوگنا وہ خدمت اسلام کریں گے۔ چنانچہ اسلام کی تائید میں میدان جہاد میں آپ نے جو جو کارنامے اور کارہائے نمایاں کئے اور جس طرح بڑھ چڑھ کر ہر موقعہ پر داد شجاعت دیتے رہے اس کے بے شمار ثبوت تاریخ

(1) بخاری ابواب غزوہ بدر

اسلام میں نظر آتے ہیں۔

جبکہ

حالت کفر میں ان کی جبین بتوں کے آگے سجدہ ریز رہ چکی تھیں۔ اور اپنی اس نادانی پر انہیں رہ رہ کر افسوس بھی آتا تھا۔ اور بے چین و بے قرار رہتے تھے۔ چنانچہ اسے خدا تعالیٰ کے سامنے اس طرح جھکایا کہ پوری طرح تلافی مافات کر دی۔ قرآن کریم کے ساتھ آپ کو والہانہ عشق تھا۔ اسے چہرہ پر رکھ کر فرماتے کتاب ربی کتاب ربی اور یہ کہتے ہوئے ساتھ ساتھ روتے جاتے تھے" نمبر 2

(2) استیعاب جلد 2 صفحہ 560

سردار تھے مجمع الانوار

اس بے پناہ محبت اور عشق صادق کا ایک اور رخ دیکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

و واللہ لوحب وجہ محمد کما کان بی حول لا مدح احمدا۔

اور خدا کی قسم! اگر مجھے محمدؐ کے چہرے کی محبت نہ ہوتی تو مجھے کوئی طاقت نہ ہوتی کہ احمدؐ کی مدح کر سکوں۔

O——O——O

(3) حضرت ابوبکر بن عبیداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دو لڑکیوں کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں وہ اور میں ان دو انگلیوں کی طرح جنت میں اکٹھے ہوں گے (اس پر آپؐ نے اپنی دو انگلیاں اٹھا کر باہم پیوست کر دیں۔ مقلات النساء

26

أَمَّا النِّسَاءُ فَحُرِّمَتْ إِنْكَاحُهَا زَوْجًا لَهُ التَّحْرِيمُ فِي الْقُرْآنِ

ترجمہ: عورتوں سے متعلق تو یہ حکم ہوا کہ ان کا نکاح ایسے خاوند سے۔ جس کی حرمت قرآن میں آگئی۔ حرام کر دیا گیا۔

زمانہ ظلمت کی ایک تاریخی تاریکی یہ بھی تھی کہ عورت جبکہ بحیثیت ماں۔ بیٹی۔ بہن سماج میں کوئی وقار نہیں رکھتی تھی تو بیوی ایک خریدی ہوئی چیز کی حیثیت رکھتی تھی۔ تھوڑے یا بھاری داموں سے وہ خریدی اور بیچی جاتی تھی۔ لہذا توقیر اس کا نصیب کیسے ہو سکتا تھا؟ بیٹی کو باپ زندہ درگور کرتا ہی اس لئے تھا کہ وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی اس کا داماد بنے یا اس کی بیٹی کسی کی بیوی بنے۔ یہ شرمناک طعنہ سماجی طور پر اس کے لئے گالی تھا۔ ورنہ بیٹی کس کو پیاری نہیں ہوتی؟ جبکہ اپنا رزق بھی وہ خود ساتھ لاتی ہے۔ اور بیوی تو ایک جوتی کی حیثیت رکھتی تھی جب چاہا جہاں چاہا جس کے لئے چاہا اتار پھینکا۔

اگرچہ ماں بھی ترکہ میں ہی بانٹ دی جاتی تھی۔ کیونکہ وہ بھی ایک عورت تھی۔ بہر صورت عورت رحم کے رشتوں کے سوا ایسی مفلوک الحال چیز تھی کہ دنیا بھر میں اس سے بڑھ کر کوئی ستم رسیدہ نہ تھا۔ اس کا کوئی حق نہیں تھا جبکہ ذمہ داریاں غیر محدود تھیں۔

لیکن

ایک دن ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ حقوق دلوانے کے لئے رحمتہ اللعالمین تشریف لائے تو ولهن مثل الذی علیهن فرما کر عورت کے حقوق کو وجہ رحمت بنا ڈالا یعنی محسن انسانیت نے رحمت کے بازو جب اس جنس کے لئے پھیلائے تو اس کو عرش پر جا مقام عطا کیا۔ وہ ماں جو کبھی ترکہ میں بانٹی جاتی تھی آج حضرت اویسؓ کے لئے جنت کی نوید سنانے کا موجب ہو گئی۔ جیسے کہ ہم سب جانتے ہیں حضرت اویسؓ حج پر گئے بھی نہیں تھے کہ بوجہ خدمت و فرماں برداری والدہ محترمہ انہیں قبولیت حج کی خوشخبری نصیب ہو گئی تھی اور اس سے بڑھ کر آپ نے قول زریں یہ بھی فرما دیا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور اس طرح یہ سند عطا کر دی کہ آج تک معاشرہ میں ماں یعنی عورت کو ایک مقام حاصل ہو گیا ہے۔ بیٹی کو اپنا سلام قرار دیا اور اس سے بھی بڑھ کر محسن اعظم نے یہ بھی فرما دیا کہ جس شخص کا امتحان خدا تعالیٰ بیٹیوں کے ذریعہ سے لے اور وہ شخص ان بچیوں کی اچھی تربیت کر لے تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

مگر

اس وقت ہمارا موضوع زیادہ تر عورت بحیثیت بیوی پر محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا تذکرہ ہے۔ سب سے بڑا احسان بیوی پر یہ ہے کہ رشتہ کے تقدس کو قائم فرما دیا تھا بیوی کو اپنی چار دیواری میں نہ صرف ملکہ مکرمہ اور رب البیت بنایا بلکہ مرد کے معاملات کی بھی مشیر و مددگار بنا کر پیش فرمایا۔ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ بیت الرضوان کے موقع پر اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمیٰؓ کی رائے کو حتمی رنگ دے کر مشیر اعلیٰ کا درجہ عطا کر دیا اور اس طرح اپنا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے نمایاں

طور پر رکھ کر ہمیں انہیں راہوں پر چلنے کی تاکید فرمائی۔ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ برابری کا سلوک کر کے مساوات کو قائم فرمایا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو بعد از وفات بھی وہ محبت کا مقام دیا کہ زندہ بیویوں کو بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے رشک پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ اتنی گہری محبت کے نقوش حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے لئے آپ کے دل پر ثبت تھے کہ ان کی سہیلیوں اور بہنوں کو بھی عید و شادی کے موقع پر تحائف روانہ فرمایا کرتے تھے۔

خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی

یہ زریں قول فرما کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا پس دیکھیں سورہ النساء میں ازدواجی تعلقات پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور جن رشتوں کی تحریم قرآن مجید میں واضح طور پر آ گئی ہے ان کے باہمی نکاح کی تفصیل عطا کر دی گئی ہے۔ اور یہ امت پر ایک عظیم احسان ہے کہ وہ جنسی تعلقات کی بدی سے دور ہو گئے ہیں۔

پس خدا کی یاد میں ساری زندگی گزارنے والا برگزیدہ شخص جو کبھی کبھی رات کی تنہائی میں بیویوں کو دس سہیلیوں کی باہم گفتگو کی کہانی سناتا جس پر ہر سہیلی اپنے خاوند کا ایک وصف بیان کرتی ہے۔ اور ایک سہیلی اپنے خاوند کے ہر ہر وصف خلق کی تعریف کرتی ہے اس کی تعریف سن کر حضور فرماتے عائشہ! میں تمہارے لئے اس سہیلی کے خاوند ابوزرعہ کی طرح ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتیں میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپؐ میرے لئے اس سے بڑھ کر ہیں۔

تو بیوی ان تمام جذبات محبت سے بھرپور اس وقت ہوتی ہے جب شوہر اس کے دل کا بادشاہ اور ضامنؓ ہوتا ہے اور بیوی اس کے میدان محبت و جذبات کی ملکہ ہوتی ہے۔

پس محسن انسانیت حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو محترم و مکرم بنایا۔ اس کے لئے آبگینے کا لفظ استعمل کر کے مردوں کے دلوں میں نزاکت کے ساتھ احتیاط پر زور دیا۔ اگر کہیں نافرمانی اور نشوز کی صورت میں سزا کی اجازت دی تو مسواک سے سزا دینے کی ہدایت کی۔ یہ اتنا پیارا اور محبوب حکم ہے کہ اگر غور کیا جائے تو نزاکت و احتیاط کے تمام زاویے عورت کی طرف پھیر دیئے۔ قرآنی احکامات کے مطابق ایسی کوئی گنجائش نہیں رہنے دی جس سے بے راہ روی پیدا ہو۔ اور احترام رحم مجروح ہو نکاح و شادی کا حکم دے کر بے ضابطگی کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ فرمایا کہ نکاح میری سنت میں سے ہے۔ جس سے کسی نے روگردانی کی وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان غور کرے تو ساری عبادت و ریاضت ایک طرف دھری کی دھری رہ جائے اگر ایک شرعی حکم نکاح سے کوئی انحراف کرے۔

لہذا نکاح کو لازم قرار دے کر مجرد کی زندگی کا خاتمہ فرما دیا۔ اور باہم خلط ملط رویے کی نفی سختی سے کر دی۔ اور یہ توازن اسلام دین فطرت کے لئے ضروری قرار پایا۔

حضرت ابو جحیفہؓ نے سفر سے واپسی پر بیوی کی آغوش محبت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی۔ تو یہ بھی دینداری کی وجہ سے تھا۔ اور جب حضور نے ابودرداءؓ کو ساری رات کی تہجد سے روک کر بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی تھی تو یہ بھی اسلام کی منشاء اور تعلیم کے عین مطابق تھا۔ ابن ہشام 480 - 948

27

وَجَعَلْتَ دَسْكَرَةَ الْمُدَامِ مُخَرَّبًا
وَأَزَلْتَ حَانَتَهَا مِنَ الْبُلْدَانِ

ترجمہ: اور تو نے ہی خانوں کو ویران کر دیا اور شہروں سے شراب کی دوکانیں ہٹا دیں۔

ہم سب جانتے ہیں کہ نور محمدیؐ کے نزول کے وقت عرب کا خطہ اخلاقی بیماریوں کا مرجع تھا۔ اخلاقی قحط زیادہ تر دو باتوں کے گرد گھومتا تھا اس شعر میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام انہی دو بیماریوں کا ذکر وضاحت سے کرتے ہیں جو قوم عرب کو انحطاط کی طرف لے گئی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ ان دو باتوں میں عرب اس حد تک اندھے ہو گئے تھے کہ روشنی کی تمیز ختم ہو گئی تھی۔ یعنی۔ حد سے زیادہ استعمال شراب اور حد سے زیادہ بے حرمتی نسواں' لیکن یہ دونوں عیوب ان کے لئے طرۂ امتیاز تھے۔ وہ انہیں فخریہ پیش کرتے اور داد تحسین وصول کرتے تھے۔ ان دو بنیادی چٹانوں کو پاٹنا کسی معجزہ سے کم نہ تھا کیونکہ یہ قوم کی بنیادوں میں گھر کر چکی تھیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کے وجود کو مجسم رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ آپ کی تاثیر قوت قدسیہ کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی اعلان سے شراب نوشی کی وہ عادت جو عرب کی گھٹی میں تھی اور اخلاق کو چاٹ رہی تھی یکسر ختم ہو گئی۔ اور آج 4 ہجری کو صحابہ کرامؓ نے شراب اپنے حلق میں انڈیلنے کی بجائے پاؤں میں روندھ ڈالی تھی اور نالوں میں بہا کر اس کی ہستی گم کر دی تھی۔

اور حضرت اقدس اسی فوری انقلاب کا ذکر فرماتے ہیں قارئین آپ کو یاد ہو گا کہ ہجرت کے بعد نبی پاک محمدؐ مصطفیٰ ﷺ کو بہت سے شرعی احکامات

عطا ہوئے تھے مثلاً اجازت جہاد۔ وراثت۔تحویل کعبہ۔ حکم روزہ، حکم زکوۃ،
حکم آزادی غلام وغیرہ وغیرہ

لیکن حکم بندش شراب نازل نہیں ہوا تھا جس کے لئے حضرت عمرؓ بہت
دعائیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اسے استعمال کرتے تھے اور یہ مذہبی
طور پر حرام نہ تھی۔ اس لئے حکم امتناعی کے منتظر تھے اگرچہ رسول پاک ﷺ
کو بھی تشویش تھی مگر چونکہ اسلامی احکام بتدریج آئے تھے اس لئے شراب
بھی بتدریج احکامات کی ایک کڑی تھی۔

چنانچہ

جب قطعی حکم آیا تو صحابہ کرامؓ نے نہایت جوش اور رضا مندی کے
ساتھ اس انسانی عقل کو سلب کرنے والی علت سے ایسا اجتناب کیا کہ تاریخ
اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ شراب قطعاً حرام کر دی گئی ہے کی منادی سننے
والے صحابہ کرامؓ نے جو ایک محفل میں شراب پینے میں محو تھے بلا تاخیر مٹکے
توڑ دیئے۔ کسی شخص نے تحقیق نہیں کی۔ بلکہ آج ہر شخص سبقت لے
جانے کے لئے تیار ہے۔ اور صحابہ کرامؓ نے انتظار نہیں کیا کہ کون سچ کہتا ہے
اور کون جھوٹ بلکہ یہ سوچ کر کہ شراب پھر خریدی جا سکتی ہے۔ اگر منادی
غلطی پر مبنی ہے، لیکن اگر منادی سچی ہے تو ایسا نہ ہو کہ میں رسول خدا کا حکم
ماننے میں کسی سے پیچھے رہ جاؤں۔ گویا ہر صحابیؓ صدیق تھا۔ اور دلیل سے حکم
ماننے کا منتظر نہیں تھا۔

پس سرور کائنات رحمتہ للعالمین پر ہزاروں سلام و رحمتیں ہوں کہ آپؐ
نے اس چیز کی جڑ پر تبر رکھ دی۔ جو ایک عقل مند کو وقت کا بے وقوف بنا

دیتی ہے۔ آج ان ہستیوں سے جو کسوٹی پر گھس کر اور کٹھالی میں پس کر کندن
بن چکی تھیں ایک ایسا معاشرہ تیار ہو چکا تھا جو اندرونی طور پر یکسر بدل گیا ہوا
تھا۔

تو یہ تھا محبوب خدا محسن انسانیت کا روحانی انقلاب جس نے شراب کو
طبائع سے یکسر نکال کر امت کو ایسے راستوں پر ڈال دیا جو قرآن و نماز کے نور
سے منور تھے۔ اور اندر سے ان کے ذہن و قلب کو بدل کر نئے کردار پیدا کر
دیئے۔ اور یہی پیغام حق تھا جو محمد مصطفیٰ ﷺ لے کر نازل ہوئے تھے۔ سو
آپؐ رفیق اعلیٰ سے ملنے سے قبل سرخرو ہوئے۔ اور امت محمدیہؐ اس کی شاہد
ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

آپ کو بھی یاد ہو گا کہ سرور کائنات نے اپنی وفات سے تقریباً اکیاسی 81
روز پہلے ایک جامع اور اثر انگیز اور اہم خطبے میں چند احکام کا اعلان کیا تھا اور
استفسار فرمایا تھا۔

"تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟
صحابہ کرامؓ نے عرض کی ہم کہیں گے کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا
فرض ادا کر دیا۔ آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا اے
خدا تو گواہ رہنا۔ (1)

اور واضح ہو کہ محبوب خدا محمد مصطفیٰؐ اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف نہیں گئے
جب تک کہ آپؐ نے اپنی قوم کی ان کمزوریوں کو جو خطہ عرب کو چاٹ رہی
تھی حقیقی معنوں میں ملیامیٹ نہیں کر دیا۔

---

(1) شبلی حصہ دوئم صفحہ 196

آپؐ نے فرمایا جاہلیت کے تمام فرسودہ مراسم آج میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ (2)

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جو کہ محبوبِ خدا ہے
ہو اُس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دوسرا ہے
خدا کو اُس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اِک راہِ دیں کا رہنما ہے

(کلام محمود)

(2) تحقیق الاول صفحہ 250

28

كَمْ شَارِبٍ بِالرَّشْفِ دَنًّا طَافِحًا
فَجَعَلْتَهُ فِي الدِّينِ كَالنَّشْوَانِ

ترجمہ: بہت سے تھے جو لبالب خم لنڈھا جاتے تھے سو تو نے ان کو دین میں متوالے بنا دیا۔

سابقہ ان تمام اشعار میں ہم نے بغور دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت عمدہ ترتیب و ترکیب دی ہے۔ ایسے جامع اور اعلیٰ نمونے سے قصیدہ کو بیان کیا ہے کہ ہر جہت سے مزیّن ہے۔ مثلاً اگر پہلے چند اشعار میں اپنے محبوب محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خصوصیات اور اعلیٰ صفات کا ذکر کیا ہے تو دوسرے اشعار میں صحابہ کرامؓ کی صبر و استقامت اور ذاتی قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ اس قوم کی حالت پر روشنی ڈالی ہے جس میں ایک جلیل القدر اور عظیم الشان اخلاق کا حامل مصلح آنا ضروری تھا۔ آپ نے اس ضرورت کو قومی سطح پر نمایاں کر کے دکھایا ہے اور پھر آپ نے بتایا کہ وہ مبارک عالمگیر وجود جو سیّدِ وُلدِ آدمؑ تھا قوم کو کس طرح اندھیرے اور جہالت کی دلدل سے نکال کر اوجِ ثریا تک لے گیا۔

اس شعر میں بھی حضرت اقدس نے قوم کی اس حالت پر روشنی ڈالی ہے جس نے اسے یکسر ظلمت و تاریکی میں دھکیل دیا تھا۔ یہی دو غلطیاں نمایاں طور پر ایسی تھیں جن میں غلطاں قوم آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھی ہو چکی تھی اور اس کی سدھ بدھ ماری جا چکی تھی یہاں تک کہ ارض عرب پر یہ آفت بھی آ چکی تھی کہ شراب میں جتلا نوجوان بیوی، بیٹی اور ماں کی تمیز بھی بھول چکا تھا اور شراب کا لازمی نتیجہ بھی یہی ہوا کرتا ہے۔ کہ شرابی عورتوں کے جھرمٹ میں ایسے رہے جیسے چاند ستاروں میں رہتا ہے۔ پھر ایسے بد افعال کے

لئے قطعی ضروری ہے کہ وہ اپنا پرایا بھول جائے۔ کیونکہ قومی سطح پر کوئی
عادت بھی اگر قومی شعار بن جائے تو وقتی طور پر وجہ تکریم بھی ہوا کرتی ہے۔
لہٰذا اس طرۂ امتیاز کے ساتھ شراب کے رسیا بہت دور جا چکے تھے۔

لیکن پھر ایک دن شراب کی حرمت کا اعلان جو ہوا۔ تو ایک انقلاب آیا
اور کایا پلٹ گئی وہی جو کل شراب کے رسیا تھے آج دعاؤں کے رسیا بن گئے۔
انہوں نے مٹی کے مٹکے توڑ کر شراب ہی نہیں بہائی تھی بلکہ نفسانی خواہشات
کے بت جو مٹکوں کی شکل میں ان کے سامنے تھے یکے بعد دیگرے توڑ
ڈالے۔ دراصل شراب کے ترک کرنے کا حکم بھی اپنے اندر عجیب حکمت
رکھتا تھا۔ کہ اس کے بعد قوم اپنے شعور میں نہ صرف پختہ ہوئی بلکہ پُر اثمار
ہوئی اور ہر ثمر زندگی بخش اور پُر بہار ہو گیا۔ کیونکہ اسلام کے تمام احکامات کا
نزول ہی اتنا فطری اور با ترتیب نمونے سے ہوا تھا کہ کسی فرد و بشر پر گراں
نہیں گذرا۔ بلکہ ہر ایک نے آمنا و صدقنا کی روح کو زندہ کرتے ہوئے
لبیک یا سیدی کی سعادت حاصل کر لی۔ آپؐ رحمۃ اللعالمین فخر
موجودات نے جب شراب سے روکا تو اس کی جگہ معرفت الٰہی کے جام پلا کر
ایک اور ہی بشر پیدا کر دیا اور وہ بشر آپ کے ساتھ ساتھ قدم چلا کر چلنا سیکھ
گیا آپ کو یاد ہو گا کہ ایک دن وہ بھی تھا کہ۔

حضرت حمزہؓ جیسے پروقار اور ذی شعور شخص نے حضرت علیؓ کے اونٹ
ذبح کر دیئے تھے جبکہ وہ شراب کے نشہ میں مست تھے۔ لیکن جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ کو بگڑتے ہوئے دیکھا اور جا کر روکنے کی کوشش
کی تو حضرت حمزہؓ نے اپنے محبوب آقا سرورِ کائنات کو پہچانا تک نہیں تھا
کیونکہ وہ حالتِ شراب میں تھے۔ حالانکہ حضرت حمزہؓ تو فدائے رسولؐ تھے۔

الغرض کہ شراب کی عادت سے چھٹکارا پانے والے محمدیؐ دیوانے دین سے
ایسے چمٹے کہ وہ خود کو بھی بھول گئے۔ کبھی وہ شراب پانچ اوقات میں پی پی کر
فخر کرتے تھے اور آج وہ خدا کے قریب ہوئے تو پانچ وقت نماز ان کا شعارِ

زندگی بن گیا۔ وہ اتنی دیر تک انہماک اور التزام سے نمازیں ادا کرتے کہ پاؤں
متورم ہو جاتے اور پرندے ان کے کندھوں پر بیٹھ بیٹھ کر اڑ جاتے مگر وہ اپنے
خدا سے راز و نیاز میں مشغول ہوتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے شراب کا نشہ نماز
کے شربت میں حاصل کر لیا تھا۔ اس شعر میں بہت خوبصورت جزاؤ قسم کا
وزن شعر کو عطا کیا۔ مثلاً "آپ کہتے ہیں کہ وہ نشہ جو شراب کے پینے سے سر
چڑھ کر بولتا تھا۔ حرمتِ شراب کے بعد دین کے پیمانے سے نصیب ہوا اور
دین کا نشہ اس حد تک میسر آیا کہ رشتوں کی زنجیریں سب ٹوٹ گئیں حتیٰ کہ
بے خودی کے عالم میں فنا فی اللہ ہو گئے۔ آیئے ہم تھوڑی دیر کے لئے
حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کے روحانی نشے کا جائزہ لیتے ہیں۔ چونکہ نماز صحابہ کرامؓ
کے لئے بہت قیمتی چیز تھی اور اس کی راہ میں حائل ہونے والی کسی چیز کو بھی
وہ برداشت نہیں کرتے تھے۔ حضرت طلحہ انصاریؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں
مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک نظر ایک چڑیا پر پڑی اس کی رنگت اس قدر
خوشنما تھی کہ دیر تک اسے دیکھتے رہے نماز سے توجہ ہٹ گئی اور یہ بھی
بھول گئے کہ کتنی رکعت باقی ہیں اور کتنی پڑھ چکے ہیں۔ اس سے آپ کو اس
قدر قلبی اذیت پہنچی کہ آپؓ نے فیصلہ کر لیا کہ یہ باغ میرے لئے فتنہ روحانی
کا موجب ہوا ہے۔ اس لئے اسے صدقہ کر دوں گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کر کے باغ صدقہ کر دیا۔

ایسی صورتِ حال کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ
السلام کے فرمان پر غور کریں تو دل یقین سے پُر ہو جاتا ہے کہ بیشک نماز انسان
کو خدا سے جا ملاتی ہے اور مملوک کو مالک بنا دیتی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"نماز ایک ایسی سواری ہے جو بندہ کو پروردگارِ عالم تک پہنچاتی ہے۔ اس
کے ذریعہ انسان ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ گھوڑوں کی پیٹھوں پر بیٹھ کر نہ
پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے بادشاہوں کو جھکا دیتا ہے اور اس مملوک بندہ
کو مالک بنا دیتا ہے۔" (تفسیر سورہ فاتحہ 202)

محمدؐ مصطفیؐ پر رحمتیں ہوں فیض بے پایاں
کہ وہ آیا تو دنیا کو خدا پر بھی یقین آیا

O===O===O

"جو لوگ محبت اور اخلاص کے ساتھ درود پڑھیں گے وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اللہ تعالیٰ کی برکات سے حصہ پائیں گے ان کے گھر رحمتوں سے بھر دیئے جائیں گے ان کے دل اللہ تعالیٰ انوار کا جلوہ گاہ ہو جائیں گے اور نہ صرف ان روحانی نعماء سے وہ لذت اندوز ہوں گے بلکہ محمد مصطفیٰؐ کی محبت کی وجہ سے چونکہ ان کی خواہش ہو گی کہ اسلام پھیلے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اکناف عالم تک پہنچے اس لئے وہ اپنے اس ایمانی جوش اور درد مندانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اسلام کے غلبہ کا دن بھی دیکھ لیں گے اور سچی بات تو یہ ہے کہ دعائیں ہی ہیں جن سے عظیم الشان کام ہو سکتا ہے"۔

29

كَمْ مُحْدِثٍ مُسْتَنْطِقِ الْعِيْدَانِ
قَدْ صَارَ مِنْكَ مُحَدَّثَ الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: کتنے ہی سارنگی سے راز و نیاز کرنے والے تھے جو تیرے طفیل خدائے رحمان سے ہم کلام ہوئے۔

30

كَمْ مُسْتَهَامٍ لِلرَّشُوفِ تَعَشُّقًا
فَجَذَبْتَهُمْ جَذْبًا إِلَى الْفُرْقَانِ

ترجمہ: کتنے ہی عاشق جو عورتوں کے عشق میں سرگرداں تھے۔ سو تو نے انہیں عرفان کی طرف کھینچ لیا۔

تقریباً سابقہ دو درجن اشعار میں سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحدیداً عرب کی حالت زار کا نقشہ کھینچا ہے۔ ان کی عادتوں کا ذکر کیا ہے جو ان کی فطرت کا حصہ بن چکی تھی۔ چونکہ شراب اور عورتوں کی کثرت ان کا قومی اعزاز ہوا کرتا تھا۔ اس لئے نتیجۃً بے راہ روی اور بے حیائی لازمی چیز تھی۔ ناچ گانا اور موسیقی کی دھن پر راتیں بسر کرنا بھی ضروری امر تھا۔ لہٰذا عرب لوگ ساز و سارنگی اور شراب کے راز و نیاز فخریہ طور پر دہراتے تھے۔

لیکن

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب موعود محمدؐ مصطفیٰ ﷺ کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجا تو ان میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوا۔ کہ جو ان کو یکسر بدل گیا۔ نور نے ظلمت کی جگہ لی اور ساز و سارنگی کی جگہ سجدہ اور دعا نے لے لی۔ آج تو شہنشاہ بھی خدا تعالیٰ کے دروازے کے بھکاری ہو گئے۔ اور معرفت کی طرف بھاگے اور علم و عرفان سے جھولیاں بھر لیں اور گھر بار چھوڑ کر ایک چبوترے پر دھونی رمالی۔ ہر معرفت کی آگہی و آہٹ سے آشنائی حاصل کی اور دین کو اس طرح جذب کیا کہ وہ محدث الرحمٰن بن گئے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کو اس شعر میں حضرت اقدس نے محدث الرحمٰن کے لقب سے پکارا ہے۔ جو ایک بڑا اعزاز ہے لہٰذا محدث الرحمٰن کی وضاحت باعث طوالت تو ہو گی مگر مفید صورت بھی اختیار کرے گی۔ انشاء اللہ۔

محدث الرحمٰن

یعنی خدا سے باتیں کرنے والے۔ گویا وہ تنہائی میں خدا سے باتیں کرنے لگے۔ خدا ان کا ساتھی ہو گیا۔ اور وہ خدا کے ملاقی ہو گئے۔ اور یہ سب نتیجہ تھا اس سچی اطاعت کا جس کی سند "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کے الفاظ میں خود خدا تعالیٰ نے دے دی ہے اس طرح اس سچی اتباع نے انہیں اعلیٰ ترین انعامات سے نوازہ اور انہوں نے خدا سے باتیں کیں جو سب سے بڑا انعام ہے۔

یاد رہے کہ صالح روحانی ترقی کا سب سے پہلا درجہ ہے۔ "اور دوسرا درجہ شہید کا ہے۔ جس کے معنے حاضر اور سچے گواہ کے بھی ہیں۔ جب انسان

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کمال اخلاص ظاہر کرتا ہے تو اسے شہیدوں یعنی حاضر باشوں میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اسے ایسی معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ گویا وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا رہتا ہے۔ اور جو حاضر ہو گا وہ کلام بھی سنے گا۔ اور خدا اس سے کلام کرے گا بھی لہٰذا وہ محدث الرحمان کہلائے گا۔" (1)

چنانچہ

"ایک محدث الرحمٰن خدا تعالیٰ سے استقامت اور سکینت کی قوت پاتا ہے کوئی زلزلہ اور حادثہ اس کو متغیر نہیں کر سکتا"

یاد رہے کہ محدث الرحمٰن وہ امتیازی اعزاز ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حاصل ہوتا ہے اور یہ سب سے بڑا انعام ہے جو خدا نے اپنے بندوں کو صفت رحمانیت اور رحیمیت کی بناء پر عطا کیا ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ صفات جاری و ساری ہیں اور تا قیامت رہیں گی۔ اس لئے یہ انعام بھی جاری و ساری رہے گا۔ صرف صحابہ کرامؓ تک یہ نمونہ محدود نہیں رہا بلکہ اس قادر و قدیر نے ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں اس کے سچے تابعداروں میں رکھ دی ہیں۔ اور یہ برکتیں متقاضی ہیں کہ اس عظیم انعام سے کوئی بھی محروم نہ رہے۔ بشرطیکہ اس نے چوکھٹ محمدیؐ پر سر رکھ دیا ہو۔

ان چودہ سو سالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے مجدد نازل ہوتے رہے ہیں اور ہر ایک محدث نے اپنی بساط و ہمت کے مطابق خدا تعالیٰ سے باتیں کی ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ دوستوں اور رشتہ

---

(1) مخزن المعارف صفحہ 237

داروں سے مالا مال تھے۔ اور صاحبِ دولت و ثروت بھی تھے۔ مگر جب شوقِ
دیوانگی اور عشقِ رسولؐ نے گھیر لیا تو ہر چیز اور ہر رشتہ ان کے لئے بے معنی
ہو گیا۔ صرف اور صرف غیر فانی ان کے لئے رحمٰن کی محبت تھی۔ جس میں وہ
فنا ہو گئے اور قرآن مجید و حدیث شریف کے متوالے دنیا کی ہر شان و شوکت
اور دولت و ثروت سے منہ موڑ کر آستانہ رسولؐ پر جمع ہو گئے اور قرآن مجید
کے موتی سمیٹ لئے۔ ہر شخص جو بھی دل و دماغ محبت و عشق میں کھو دیتا
تھا۔ آج قرآن مجید کا ایسا گرویدہ ہوا کہ اس نے قرآن مجید کے احکامات کی
چاردیواری میں ہی زندگی بسر کر دی۔ اور جہاں تک احادیث کا تعلق ہے
حضرت ابوہریرہؓ ایک ایسی مثال ہیں کہ جو آپؐ کے سایہ کی طرح آپؐ کے
ساتھ رہتے تھے تا آنکہ کوئی لفظ بھی ایسا نہ ہو کہ جو میری دانست سے باہر رہ
جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے سب سے زیادہ ثقہ احادیث جمع
کیں تھیں۔

اسی طرح

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روزہ داری کا چرچا سب جانتے ہیں۔ اگرچہ
صوم وصال کا طریقہ عرب میں مدتوں سے جاری تھا۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ
نے ارادہ کیا کہ دن کو روزے رکھوں گا اور رات بھر عبادت کرونگا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی تو بلا بھیجا اور پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے۔
انہوں عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ!! آپؐ نے فرمایا کہ تم پر تمہارے جسم کا
حق ہے۔ بیوی کا حق ہے اور مہینے میں تین دن کے روزے کافی ہیں۔ بالآخر
یہ طے پایا کہ ایک دن بیچ دے کر روزہ رکھا جاوے۔ اور یہی حضرت داوٗد علیہ
السلام کا روزہ تھا اور یہی افضل الصیام ہے۔

الغرض

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ذریعے وہ لوگ انعام
یافتہ گروہ میں شامل ہو گئے اور عبادات میں' قربانی میں' اطاعت و وفاشعاری
میں' ان میں مسابقت کی روح دوڑنے لگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ
آپؐ نے فرمایا پہلی امتوں میں محدث گزرے ہیں جن سے خدا ہمکلام ہوتا تھا
اور ان کی زبان پر فرشتے بولتے تھے۔ میری امت میں بھی ایسے افراد ہوں گے
اور ان میں سے ایک حضرت عمرؓ کو قرار دیا تھا۔ بیشک قرآن مجید کی برکتیں ان
میں جذب ہو گئی تھیں۔

پس

اس دین اسلام میں جس کا نمونہ ہی خدا تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے الحمدللہ
کہ صحابہ کرامؓ نے اس میں وافر حصہ پایا۔
لہٰذا بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید
کی کیسی جامع اور عظیم الشان تعریف بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:-

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بن اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

قارئین آپ کو تو یاد ہو گا کہ ہجرت سے پہلے ایک دن حضرت ابوبکرؓ اپنے
گھر میں ہی تلاوت قرآن مجید کر رہے تھے کہ شدت غم و غصہ سے مغلوب ہو
کر اہل مکہ نے آپ کو مارنا شروع کر دیا تھا۔ اصل میں حضرت ابوبکرؓ کی طبیعت
حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتی جلتی تھی۔ اور سوز و گداز کا مادہ آپ میں

بہت تھا۔ آپ اکثر و بیشتر تلاوت قرآن مجید خوش الحانی اور سوز سے کیا کرتے تھے۔ جب صبح اٹھتے تو جہری تلاوت نہایت رقت سے کرتے جبکہ آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ عورتیں اور بچے اس نظارہ کو دیکھتے تو اکٹھے ہو جاتے اور بہت توجہ اور انہماک سے سنتے کہ ابوبکرؓ کیا پڑھ رہے ہیں۔ ایک طرف وہ حضرت ابوبکرؓ کی گریہ زاری اور آنسوؤں کو دیکھتے اور دوسری طرف اس پاک قرآنی تعلیم پر غور کرتے تو بے اختیار ان کے دل و زبان کہہ اٹھتے کہ سبحان اللہ کیسا ارفع کلام ہے اور یہ تاثر روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا کہ نازک طبائع تو قرآن مجید کے سوز سے ہی متاثر ہو جاتی تھیں۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کا انداز تلاوت ہی اپنے اندر ایک سوز ایک عشق اور ایک ترنم رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ مکہ والے خائف ہو گئے کہ ہماری عورتیں اور بچے حضرت ابوبکرؓ کی تلاوت سے مائل بہ اسلام ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ خوف انہیں ایک صاحب اقتدار پر بھی تشدد کے لئے آمادہ کر گیا۔

لیکن

پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ ہر مسلمان اور ہر مکہ کا مکین کلام اللہ میں جذب ہو کر رہ گیا۔ اور یاد رہے کہ کلام اللہ صرف قرآن مجید ہے اور قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

الخیر کلہ فی القرآن

یعنی ساری بھلائیاں اور نیکیاں اور سب موجبات رحمت قرآن کریم میں ہیں۔ اور رحمت کے کوئی سامان ایسے نہیں جو قرآن کریم کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے حاصل کئے جا سکیں۔ یہ صرف اور صرف قرآن کریم سے ہی حاصل

ہو سکتے ہیں۔ پھر حضرت محمد مصطفیٰ فخر الانبیاءؐ نے قرآن کے متعلق فرمایا ہے کہ "بے شک لوگوں میں سے بندگان الٰہی تو بہت ہیں۔ لیکن اہل اللہ اور خدا کے خاص بندے وہ ہیں جن کو قرآن کے برکات و علوم حاصل ہیں۔" (۱)

اور پھر اپنے پیارے کی خاطر اس کے پاک کلام کو عزت واحترام کا وہ ارفع مقام عطا کیا کہ امام بھی وہ ہو گا جو زیادہ سے زیادہ قرآن جانتا ہو۔ امام اسے اور بھی وہی خوش نصیب ہو گا جو سب سے زیادہ قرآن مجید جانتا ہو۔ یہ تو زندگی کی ترجیحات تھیں بلکہ بعد از وفات بھی قرآن مجید کے عشق کو فضیلت کے انعام سے نوازا گیا۔ الحمدللہ۔

اس شعر میں حضرت اقدس نے کس قدر خوبصورت تعریف فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ آپؐ نے اسے سردار دو جہاں اصحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کا متوالا بنا دیا جبکہ وہ بے پناہ عشق و عاشقی کے مرض میں گرفتار تھے لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع محبت کی ایک عظیم مثال یہ ہے کہ آپؐ نے اپنے پیارے کے کلام کو حد درجہ پیار کیا اور اپنے محبوب کے پیار کا جواب اس شکل میں دیا کہ خداوند خالق کل کی مخلوق کو اپنے پیارے کے کلام سے پیار کرنا سکھلا دیا۔ خود کلام اللہ سے عشق کیا اور امت کو اس کا عاشق بنا دیا۔ پہلے انبیاء سے بھی خدا تعالیٰ ہم کلام ہوا۔ انہیں اپنی مبارک زبان سے پیغامات دیتا رہا اور وہ امت تک پہنچاتے بھی رہے مگر کتنے ہیں جو زبور۔ انجیل اور تورات حفظ کئے ہوئے ہیں جبکہ خدا تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے اس کرۂ ارض پر لاکھوں بلکہ کروڑوں حفاظ ہوں گے جنہوں نے اپنی زبان و دل کو قرآن پاک کی چاشنی سے ٹھنڈا میٹھا کیا ہوا ہو گا۔

مثلاً" ایک دفعہ

---

(۱) مسند احمد بن حنبل الجزء ثالث صفحہ 242

حضرت عمر فاروقؓ نے کسی خاص غرض کے ماتحت حفاظ کی مردم شماری کروائی تو معلوم ہوا کہ فوج کے ایک دستہ میں 300 حفاظ تھے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایک دن جنگ بدر کے موقع پر ساری فوج ہی 313 افراد پر مشتمل تھی۔ تو یہ تھا معراج اس محبت کا جو رسول پاک وجہ تخلیق کائنات کو خالق کل یعنی اپنے محبوب کے کلام سے تھی کہ ہر فرد بشر بڑا چھوٹا بوڑھا اور جوان قرآن مجید یعنی کلام الہی کے نشے میں مخمور تھا۔ انہیں قرآن مجید سیکھنے کا شوق اس قدر تھا کہ گھر بار چھوڑ کر ایک چبوترہ پر آ بیٹھتے تھے اور وہ ہماری ہی ایک بہن تھی جو قرآن مجید کی دولت کو اپنے مہر کے طور پر قبول کر چکی تھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

O-----O-----O

اللہ تعالیٰ کے حضور درود شریف ہی
کے طفیل دعائیں مقبول ہوتی ہیں

31

أَحْيَيْتَ أَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَةٍ
مَاذَا يُمَاثِلُكَ بِهٰذَا الشَّأْنِ

ترجمہ: تو نے صدیوں کے مردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کر دیا۔ کون ہے جو اس شان میں تیرا مثیل ہو۔

رب العلمین کی ربوبیت کا ایک یہ بھی دائرہ عمل ہے کہ جب لوگ اپنے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ گمراہی ان کا مقدر بن جائے تو وہ اپنی مخلوق کی حالت کو سنوارنے اور تاریکی سے نکالنے کے لئے نور کی روشنی سے انہیں منور کرتا ہے۔ ہادی و راہ نما ان کی طرف بھیجتا ہے جو انہیں راہ مستقیم دکھاتے ہیں ہدایت کی دنیا میں واپس لاتے ہیں اور اسی کو احیاء دین کہتے ہیں۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی ازل سے سنت ہے۔ چنانچہ جب بھی زمین مردہ ہوئی تو رب العالمین نے روحانی علاج کے لئے مسیحا نازل فرما دیا۔ اور زمین کو مسیحائی سے زندہ کر دیا۔ اور اپنی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے نور کی غذا سے انہیں سیر کرتا رہا۔

چنانچہ اسی سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ کو خاتم النبین کی صورت میں بھیجا اور ظلمت و تاریکی کو دور فرما کر احیاء دین کے ساتھ ساتھ فیض لاثانی کا چشمہ بھی عطا فرما دیا۔ یعنی سنت اللہ کے مطابق روز آفرینش سے لے کر دور محمدیؐ تک انبیاء علیہ السلام نے قوموں کو زندہ کیا اور گزر گئے۔ لیکن تاج مرسلینؐ وجۂ تخلیق کائنات کو مہر نبوت قرار ہی اس لئے دیا کہ قیامت تک دین محمدیؐ کو زندہ کرنے کے لئے کوئی نہیں

آئے گا صرف اور صرف یہی بابرکت وجودؐ احیاء دین کرے گا اور چشمہ فیوض و معرفت اسی چوکھٹ محمدیؐ سے نصیب ہو گا۔ اور مردہ اقوام کی زندگی جلوہ محمدیؐ سے ہی منور روشن ہو گی۔ یعنی قیامت تک کسی بھی تاریکی کو پاٹنے کے لئے صرف مہرِ محمدیؐ ہی کام آئے گی۔

یہ وہی شان ہے جس کا ذکر بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے قصیدہ میں کیا ہے کہ اے میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایک ایسے محسن ہیں کہ جس کا ثانی فرشتوں کو بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ "اس بحر و بر کے فساد کو روحانی حیات بخشنے میں اس ذات کامل الصفات نے قیامت کا نمونہ دکھایا کہ زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا اور لوگ سچ مچ موت کے گڑھے سے نکل کر پاک حیات کے بلند مینار پر جا کھڑے ہوئے تھے۔ اور ہر ایک نے ایک تازہ زندگی پا لی تھی۔ اور اپنے ایمانوں میں ستاروں کی طرح چمک اٹھے تھے۔ درحقیقت ایک ہی کامل انسانؐ دنیا میں آیا تھا۔ جس نے ایسے اتم اور اکمل طور پر روحانی قیامت دکھائی کہ اس کے آنے سے قبریں کھل گئیں۔ اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ گئی۔ اور اس نے ثابت کر دکھلایا کہ وہی حاشر ہے اور یہی روحانی قیامت ہے۔" (1)

اور پھر

اس فیضان کا نمونہ صرف صحابہ کرام تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ اس قادر قدیر نے ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں اس کے سچے تابعداروں میں رکھ دیں۔(1)

(1) آئینہ کمالات اسلام صفحہ 204

اور یہی وہ قوت احیاء ہے کہ جس کی بدولت آج بھی تیرہ سو سال بعد آپ کی ہی تربیت اور تعلیم سے مسیح موعود علیہ السلام آپ کی امت میں سے ہی اور آپؐ کی مہر نبوت سے دنیا کی اصلاح کے لئے نازل ہوئے تھے۔ ہاں یاد رہے کہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت کے بعد کسی پر شرعی نبی کا لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو امتی نہ کہا جائے۔ تو یہ شان تھی قوموں کو زندہ کرنے کی اور کیسی عظیم زندگی ہے جو محمدؐ مصطفیٰ احمدؐ مجتبیٰ نے عطا کی ہے۔ پس آپؐ کی بلند و ارفع شان کا یہ عالم ہے کہ ایک امتی کو خدا تعالیٰ نے مسند نبوت عطا کر دی۔ اور یہ فیض زندگی بخش فیض یوں جاری و ساری ہو گیا کہ قوت احیاء کا معراج شمار ہوا۔ جب آپؐ مردہ زمین پر اترے تو اسے قیامت تک کے لئے زندہ کر گئے۔

یاد رہے کہ یثرب کے لفظی معنی ہیں ہلاک کرنے والا۔ یعنی یثرب میں ایک سخت وبا پڑتی تھی۔ لیکن آپ جب داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شہر کا نام مدینہ ہو گا یعنی تمدن اور آبادی کی جگہ اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ اس سے ہمیشہ کے لئے مدینہ کی وبا نکال دی گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اب تک مکہ اور مدینہ ہمیشہ طاعون سے پاک رہے ہیں۔ یہ تو تھا زمین کا حال۔۔۔۔۔

اور اسی طرح

جب آپ مردہ دلوں پر اترے تو ان کو ایسا نکھار دیا کہ وہ اصحاب کالنجوم ہو گئے۔ اور روحانیت کا رنگ ان پر ایسا چوکھا آیا کہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ان کا مقدر ہو گیا۔ اور حضرت نبی پاک احمدؐ مجتبیٰ کے ذرہ ذرہ اور رگ و ریشہ نے

انہیں وہ پیغامات دیئے جو سچے مذہب کے لئے زندگی بخش ہوتے ہیں۔ وہ مذہب سچا ہو ہی نہیں سکتا جو اختتام پذیر ہو جائے۔ تکمیل دین کا واضح مطلب ہی یہی ہے کہ یہ دین اتنا مکمل اور پختہ ہے کہ جھول کہیں باقی نہیں۔ بس یہ قیامت تک رہے گا۔ البتہ اس کو سنوارنے اور نکھارنے کے لئے ہر زمانہ میں انسانی دسترس کی ضرورت پڑے گی۔ اور ہر دسترس ایک امتی کی مرہون منت ہو گی۔ کیونکہ ہر در و دروازہ ماسوائے محمدیؐ دروازہ کے بند ہو چکا ہے تمام دسترخواں لپیٹے جا چکے ہیں۔ جو ٹکڑا بھی نصیب ہو گا وہ خوان محمدیؐ پر دستیاب ہو گا۔ اسی لئے ہمیں دستک کی ضرورت ہے۔ اور یہی زندگی ہے جو حضرت محمدؐ مصطفیٰ نے دنیا کو عطا کی ہے اور یہی محمدیؐ جلوہ ہے جو دنیا کو عطا ہوا ہے۔

الحمد اللہ علی ذالک

O---O---O

کثرت سے درود شریف پڑھنے سے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے

32

تَرَكُوا الْغَبُوْقَ وَ بَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِهٖ
ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْاَحْزَانِ

ترجمہ: انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کی لذت کو غم کی راتوں میں دعا کی لذت سے بدل دیا۔

جو جہالت کی قبلت میں تھے صدہا سال سے

خاک سے ان کو اٹھایا چرخ پہ کر دیا

اس شعر میں نزول نور کے بعد عرب کی راتوں کا نزول نور سے پہلے والی راتوں کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے منجی رحمۃ اللعالمین کی اتباع میں اپنے تمام مشاغل یکسر بدل دیئے۔ وہ لوگ جن کا مشغلہ شام ڈھلتے ہی سے شراب و عریانی کی محفل سجانا ہوا کرتا تھا۔ جب نور کے لبادہ میں آئے تو سر تا پا اپنے افعال اور اشکال میں حسن اخلاق سے مزین ہو گئے۔ یہ ایک عظیم انقلاب تھا جو اپنی نظیر آپ تھا اور پہلی جماعتوں میں اس کی نظیر تلاش کرنا بے سود ہے اور یہ سب حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی تاثیر کا کمال تھا اور اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی سرور کائنات کی اسی قوت قدسی کا ذکر فرماتے ہیں اور اس امر پر روشنی ڈالتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی جماعت کا اعلیٰ نمونہ سید ولد آدمؐ کی اعلیٰ درجہ کی تربیت اور صحبت کا مرہون منت تھا۔ آپؐ نے درندہ نما انسانوں کو خدا نما انسان بنا دیا۔ بیشک اس میں کسی ارفع انسان کے کمالات اور خدائے مہربان کی نظر عنایت کا دخل ہے کہ اتنی سی قلیل مدت میں آپؐ

نے اتنے کثیر مسائل کو حل کر ڈالا۔

چنانچہ انسانی ذوق پر روشنی ڈالتے ہوئے اس شعر میں حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا ذوق ہی یکسر بدل گیا اور وہ جو کبھی راگ رنگ، لہو ولعب اور اکل شراب میں راتیں گزارنے والے تھے اب ساری ساری رات اپنے معبود کے حضور سجدہ ریز ہو کر گزارتے تھے۔ سوز و گداز سے دعاؤں میں لطف اٹھانے والے بن گئے تھے۔ بلکہ بعض ایسے مقامات آئے کہ انہوں نے زندگی سے رخصت ہوتے ہوئے بھی ذکر الٰہی کو گلے سے لگایا اور بخوشی جان جاں آفریں کو پیش کر دی اور سچے عباد الرحمٰن کی امتیازی شان کا ثبوت دیا مثلاً

آپ کو یاد ہو گا کہ 4 ہجری کی بات ہے کہ رسولؐ خدا محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عضل اور قارہ کے لوگ حاضر ہوئے تھے اور درخواست کی تھی کہ "یا رسول اللہ! ہم میں اسلام موجود ہے لیکن مزید راہبری اور تربیت کی ضرورت ہے۔ آپؐ کچھ آدمی ہمارے ساتھ روانہ کیجئے تاکہ وہ ہم میں دین کی سوجھ بوجھ پیدا کریں۔" (1)

چنانچہ آپؐ نے چھ اشخاص کی پارٹی ان کے ساتھ روانہ فرما دی۔ جن میں ایک خبیبؓ بن عدی بھی شامل تھے۔ لیکن جب وہ رجیع کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ عضل اور قارہ نے دھوکہ دہی سے کام لے کر تین صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا اور تین کو گرفتار کر لیا۔ خبیبؓ بن عدی کو ایک ایسے شخص نے خرید لیا جس کا باپ جنگ بدر میں خبیبؓ کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا لہٰذا وہ اپنے باپ کا قصاص لینا چاہتا تھا چنانچہ قتل کرنے کی نیت سے جب وہ شخص ان کو لایا تو پھانسی پر لٹکانے سے پہلے حضرت خبیبؓ نے ایک خواہش کا اظہار کیا کہ مرنے

(1) ابن ہشام صفحہ 172

سے پہلے مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ (ابن اسحاق)
قریش نے جو شاید قتل کے جشن میں نماز کا نظارہ بھی کرنا چاہتے تھے تقریباً یہ اجازت دے دی کہ نماز ادا کر لی جائے۔

چنانچہ حضرت خبیبؓ نے بہت توجہ اور خشوع و خضوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر کفار کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "میرا دل تو چاہتا تھا کہ نماز لمبی کر دوں اور اپنے پیارے خدا کے ساتھ آخری ملاقات طویل کروں لیکن خدا کی قسم اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں نے نماز میں طوالت محض خوف و ہراس کی وجہ سے اختیار کی ہے تو میں اور بھی نماز پڑھتا۔" (2) اور پھر حضرت خبیبؓ کچھ اشعار پڑھتے پڑھتے آگے جھک گئے اور خود کو شہادت کے لئے پیش کر دیا۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے "میں جبکہ اسلام کی راہ میں اور مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے یہ پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر قتل ہو کر گروں۔ یہ سب کچھ خدا کے لئے ہے اور اگر میرا خدا چاہے گا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکات نازل فرمائے گا انشاء اللہ

تو یہ تھا عاشق رسولؐ کا جذبہ عبادت و ذکر الٰہی اور ذوق الدعا جس کی بناء پر یہ عظیم انقلاب پیدا ہوا کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ خدا تعالیٰ میں فنا ہو گیا۔ ان میں بیشک وہ نشہ پیدا ہوا جو لامتناہی قربانیوں کا سلسلہ ان میں اجاگر کر گیا اور ان کا ذوق ہی بدل گیا کہ رات کی عبادت و ریاضت ان کے جسم کا حصہ بن گئی۔ کیونکہ وہ حق الیقین کی اس منزل تک پہنچ چکے تھے کہ جہاں انہوں نے اپنے محبوب ازلی کا چہرہ دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ جواب بھی سن لیا کہ
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(2) بخاری کتاب الجہاد

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ(1)

اگر تم اپنے دعویٰ محبت میں صادق ہو اور تمہارے دلوں میں ازل محبوب سے ملنے کی تڑپ ہے تو آؤ میری پیروی کرو۔

میں تمہیں تمہارے محبوب سے ملا دوں گا
اور خدا تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا

تو یہ تھی حق الیقین کی وہ منزل جس پر صحابہ کرامؓ جا کھڑے ہوئے تھے۔ ہر صحابی عبادت گزاری اور پاکبازی کا ایک مثالی انسان بن گیا تھا۔ قارئین آپ کو تو معلوم ہو گا کہ اسلام لانے سے قبل حضرت ابو سفیان مخالفت میں جس قدر بڑھے ہوئے تھے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں مگر مسلمان ہونے کے بعد اسلامی تعلیم کا ایک زندہ نمونہ بن گئے تھے۔ رات اور دن کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گزارتے تھے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جوانان جنت کا لقب عطا فرمایا تھا۔(2)

اور اسی طرح

حضرت ابو طلحہؓ کی بے شمار دعاؤں اور التجاؤں کی بناء پر سجاد کا لقب پڑ گیا تھا کیونکہ آپ اس کثرت سے عبادت کرتے تھے کہ بعض اوقات رات رات بھر نماز پڑھتے تھے۔

(1) آل عمران آیت 32
(2) اسد الغابہ جلد 1

33

كَانُوا بِرَنَّاتِ الْمَثَانِيْ قَبْلَهَا
قَدْ أُحْصِرُوا فِيْ شُحِّهَا كَالْعَانِيْ

ترجمہ: وہ اس سے پہلے دو تارے کی سروں کی حرص میں قیدیوں کی طرح گرفتار تھے۔

34

قَدْ كَانَ مَرْتَعُهُمْ أَغَانِيْ دَائِمًا
طَوْرًا بِغِيْدٍ تَارَةً بِدِنَانٍ

ترجمہ: ان کے عیش و عشرت کا میدان ہمیشہ ہی راگ و رنگ تھا۔ کبھی تو نازک اندام عورتوں سے شغل کرتے اور کبھی شراب کے مٹکوں سے۔

35

مَا كَانَ فِكْرُ غَيْرَ فِكْرِ غَوَانِيْ
أَوْ شُرْبِ رَاحٍ أَوْ خَيَالِ جِفَانٍ

ترجمہ: انہیں حسین عورتوں کے سوا کوئی فکر نہ تھی یا پھر وہ شراب نوشی میں مصروف رہتے یا شراب کے پیالوں کے تصور میں محو رہتے۔

36

كَانُوْا كَمَشْغُوْفِ الْفَسَادِ بِجَهْلِهِمْ
رَاضِيْنَ بِالْاَوْسَاخِ وَالْاَدْرَانِ

ترجمہ: وہ اپنے اکھڑ پن کی وجہ سے فساد کے شیفتہ تھے
اور میل کچیل اور ناپاکی پر خوش تھے۔

چونکہ ان تمام مندرجہ بالا اشعار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح یہی کیا ہے کہ جس زمانے میں خطہ عرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انسان کامل کو پیدا کیا تھا اس وقت اس خطہ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی لہٰذا بخوف طوالت مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون واحد کو یکجا کر دیا جاوے اور اگرچہ اپنی ذاتی اہمیت کے اعتبار سے ان گمبھیر حالات کا ذکر کرنا ضروری اس لئے بھی ہے کہ یہ سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی ایک منہ بولتی تصویر ہیں۔ کیونکہ عالمگیر برائیاں اور انتہائی تاریکیاں متقاضی ہوتی ہیں کہ عالمگیر مصلح ان کی بیخ کنی کے لئے آئے۔

چنانچہ تاج مرسلین خاتم النبین سردار دو عالم کا نزول بھی اس امر کی دلیل تھا کہ آپ کا مشن حد درجہ ہولناک اور گمبھیر ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ وہ قطعہ ارض خطہ بے خیر ہو چکا تھا۔ وحشت و بربریت قوم کا مزاج بن چکی تھی چنانچہ انہیں تباہ کن پہلوؤں کی طرف حضرت اقدس نے نشاندہی کی ہے تاکہ ثابت کریں کہ مرد کامل اور کوہ استقامت کی عظمت و رفعت میں بھی یکتائی تھی چونکہ آپ تو مقصود کائنات تھے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں تخلیق کائنات سے پہلے بھی آپ کا تصور تھا یعنی اس وقت بھی وہ نور موجود تھا جب

آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھا تو گویا ان اشعار میں محب کا مقصود بھی رحمۃ اللعالمین ہی ہیں اور وہ اپنے اس قصیدہ میں آپ کی افضلیت و برتری مستند طریقے سے ثابت کر رہے ہیں۔ لہٰذا عرب کے تاریک اور مہلک محرکات کے متعلق حضور فرماتے ہیں کہ قوم عرب اپنی راتیں راگ و رنگ لہو و لعب اور اکل و شرب میں گزارتی تھی۔ وہ نغموں اور سرنگیوں کی حرص میں ذلیل و مطیع تھی وہ بیوقوفی اور جہالت سے فساد کی شیفتہ بھی تھی اور میل کچیل اور ناپاکی پر خوش رہتی تھی اور یہی ان کا شب و روز تھا یعنی حضرت اقدس نے ان چار اشعار میں زمانہ جاہلیت کی تین پہلوؤں سے واضح تصویر کھینچی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ تمام شرک کی طفیلی جڑیں تھیں جن کا وقوع میں آنا لازمی تھا کیونکہ شراب ہی عریانی اور بے حیائی کو جنم دیتی ہے۔ اور جب شرک کی طفیلی جڑیں ہر در و دیوار پر چڑھ جائیں تو سرچڑھ کر بولتی ہیں۔ چنانچہ آپ کو یاد ہو گا کہ عرب کے مرکز کعبہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت 360 بت موجود تھے۔ گویا قمری مہینوں کے لحاظ سے ہر دن کے لئے ایک علیحدہ بت تھا اور عرب کا چپہ چپہ شرک میں مبتلا تھا۔ شرک کی نوبت یہاں تک آ چکی تھی کہ قریب تھا کہ آسمان پھٹ کر گر جائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر گر جائیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں فرمایا ہے کہ

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ (مریم:91)

پس جب شرک چہار اطراف ہی پھیل گیا تو اخلاقی قحط نے لامحالہ جڑیں مضبوط کر لیں اور انسانیت وحشت میں بدل گئی ــــــ آپ کو یاد ہو گا کہ اس

(1) سورہ مریم 91

قوم کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ بعض بچوں نے ماں کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تھا اور بھیڑیے کے دودھ پر پروان چڑھے تھے۔ پھر جوان طبقہ خون کے پیالہ میں انگلیاں ڈبو ڈبو کر معلبدے کرتا تھا۔ گویا مذہب اور اخلاق ناپید ہو چکا تھا اور جب مذہب کی روح مر جائے تو قومیں تباہ ہو جایا کرتی ہیں۔

چنانچہ

شرک، بدعات، بیزاری مذہب و ملت کچھ ایسے ہی محرکات تھے جنہوں نے کاسہ شراب ہاتھوں میں تھما دیا تھا۔ ناچ گانا غزل اور غزال کے مشغلے کے علاوہ جنگ و جدل بھی بات بے بات پر شروع کر دی جاتی تھی حرب بسوس بھی اس کی ایک مثال سامنے آتی ہے جو کئی جوان بوڑھوں کو کھا گئی اور بچوں کو بوڑھا کر گئی۔

الختصر یہ ان کے کار فخر تھے۔ پھر خیالات و افکار کا ناپاک رخ اختیار کر لینا کہ ماں کی شناخت بھی بھول جائے قابل صد حیف ہے اور یہ سب کچھ شرک کی بدولت انہیں چمٹ گیا تھا۔

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے
(الطاف حسین حالی)

پس عرب کی حالت زار بیان کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کا مقصود چونکہ سید ولد آدم ہی ہیں اس لئے آپؐ کی قوت قدسیہ اور منصب اور شان و شوکت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت اقدس علیہ السلام کے الفاظ میں عہد بعثت کو پیش کرتے ہیں تاکہ آپؐ کی عظمت و رفعت کی یکتائی ثابت ہو جائے۔ جو اصل میں آپ کا نصب العین ہے۔

فرماتے ہیں:۔

"وہ ایک خارستان تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھا اور ظلمت کی انتہاء ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت گزر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی وہ ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنا جزو ایمان سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے۔ اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے کہ جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔"[1]

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

---

(1) الحکم صفحہ 49-50

احسان میں نہ حسن میں اس کا کوئی نظیر
بعد از خدا اسی کو میں سب سے بڑا لکھوں

جزُ تیری راہ قرب کی ہر راہ بند ہے
تجھ کو ہی میں وسیلۂ وصلِ خدا لکھوں

لکھوں اگر قرآن کے میں آدموں کے نام
انسان، کاملین شہہ انبیاء لکھوں

بشیر معین الدین

37

عَيْبَانِ كَانَ شِعَارَهُمْ مِنْ جَهْلِهِمْ
حُمْقُ الْحِمَارِ وَوَثْبَةُ السِّرْحَانِ

ترجمہ: ان کی جہالت کی وجہ سے دو عیب ان کے لازم حال تھے۔ یعنی گدھے کی آز اور بھیڑیے کا حملہ۔

پچھلے کئی اشعار میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے عرب کے اخلاقی انحطاط پر روشنی ڈالی ہے۔ اور وضاحت فرمائی ہے کہ عرب قوم زمانے کے تاریک ترین دور میں سے گزری ہے اور اس شعر میں اس کی دو ذاتی ان خصلتوں کا ذکر فرمایا ہے جو تاریکی و جہالت کا موجب تھیں۔ مثلاً گدھے کی سی آز اور بھیڑیے کا سا حملہ ان کے لئے قومی امتیاز بن گئے ہوئے تھے۔ بیشک یہ دونوں عیوب کسی قوم کو بھی ترقی و تقویٰ کے زینے پر کبھی چڑھنے نہیں دیتے بلکہ ہمیشہ تباہی اس قوم کا مقدر کر دیتے ہیں۔ اور حد تو یہ ہے کہ انسانوں کا ہی ایک حصہ اپنے ہاتھوں طرح طرح سے انسانیت کی مٹی پلید کرتا چلا آتا ہے۔ عام زندگی میں تو اخلاقی برائیاں عروج پر ہوا ہی کرتی ہیں۔ حالت جنگ میں انسان عموماً سدھر جاتے ہیں مگر عرب کی جنگوں پر جب نظر ڈالیں تو آپ کو حیرت ہو گی ہر جنگ بے وجہ۔ بے سبب اور بے موقع لڑی جاتی رہی اور صدیوں جاری رہتی کیونکہ ان کا مزاج ہی جنگجو ہو چکا تھا۔

چنانچہ

جہاں تک گدھے کی آز کا تعلق ہے تو یہ کہہ دینا بہت کافی ہے کہ بچیوں کا زندہ درگور کر دینا کسی آز سے کم نہیں تھا۔ یہ حماقت اور جہالت کی

ایک واضح مثال ہے کہ باپ بیٹی کو فقر و فاقہ کے خوف سے زمین دوز نہیں کرتا بلکہ بحیثیت داماد وہ کسی کو برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ یہ کلی خیال کرتا ہے کہ اس کی بیٹی کسی کی زوجیت میں آئے۔ جبکہ صورت حال یہ ہے کہ ماں اور بہن بیوی وغیرہ وغیرہ سب رشتے سربازار نیلام ہو رہے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ فخریہ قصیدے سن کر اس کو داد تحسین دی جاتی ہے اور وہ ایک باپ ہے اور وہ ایک باپ ہی ہے جو رشتہ زوجیت کے تقدس کو پامال کرتا ہے اور بیٹی کو منوں مٹی کے تلے زندہ دفنا کر اپنی جھوٹی غیرت کو تسکین دیتا ہے تو یہ ایک جہالت کی دین ہے اور عرب قوم نے نزول نور سے پہلے اس دین کا وافر حصہ پایا ہوا تھا۔ نزول نور کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں لوگوں کے دلوں میں نور بھر دیا جو اس گدھے کی آڑ پر مثل چٹان چٹے ہوئے تھے۔ اسلامی تاریخ پڑھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ کس طرح باپ اپنی بیٹی کو جیتی جاگتی جان کو زمین دوز کر دیتا تھا۔ کس طرح اس کو بچی کی آہ و پکار بعد میں ستایا بھی کرتی تھی۔ اور اس کا تعاقب کیا کرتی تھی مگر فرسودہ روایات تمدنی بے قاعدگی اور جمعیت کی ختی آڑے آجاتی تھی۔

اور

چونکہ یہ چیزیں شرک کی انتہا اور عورت پر ظلم و ستم و بربریت وغیرہ وغیرہ صفات ابیہ اور فطرت صحیحہ کے خلاف تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ خاموش نہیں رہا بلکہ اس کی صفت رحمانیت جوش میں آئی اور انسان کو روحانی نعماء سے نوازنے کے لئے ایک نجات دہندہ کو اس نے پیدا کر دیا۔ ہزاروں ہزار سلام ہوں آپؐ کی مقدس ذات پر کہ آپؐ نے شرک کی جڑیں کاٹ دیں اور عورت کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

آج عورت ماں ہے جس کے سامنے بیٹے کو اف کہنے کی اجازت نہیں۔ اس کے پاؤں تلے جنت کی نوید ہے اور اگر بیوی ہے تو رب البیت ہے

اور اگر بیٹی ہے تو سلام النبی کریم ہے اور اگر بہن ہے تو تکریم القوم ہے۔

بیشک اے عورت تیرے مقدر کا سکندر توحید کے سورج کی روشنی میں خوب چمکا اس لئے تجھ پر بھی لازم ہے کہ خیرم خیرم لاحد فرمانے والے مبارک وجود پر (بھیج درود اس محسن پر دن میں سو سو بار)۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

دوسری خصلت ہے بھیڑیے کا سا حملہ جو حرب فجار اور حرب بعوص کے اوراق پلٹنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے اور خون سے لکھے ہوئے یہ ابواب آپ کو خود ہی بتا دیں گے کہ وحشت کی حدیں کس کس کو نگل گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اس مٹی سے بھلائی کی توقع ہی ختم ہو گئی تھی۔ کیونکہ جو زمین ظلم و بربریت کے خون سے صدیوں غسل کرتی رہی ہو وہ کیا پھول اور پھل دے گی۔ لہذا خارستان جنگوں کی وادی بن چکا تھا۔ کیونکہ روایتی بہادری و شجاعت کی جگہ ناچ گانے نے جا سنبھالی تھی لہذا لامحالہ عرب قوم کا مقدر بھیڑیے کا سا حملہ ہی رہ جاتا تھا۔ اس کی ایک واضح مثال جنگ احد ہے کہ جیتی ہوئی جنگ اس خصلت نے ہار میں تبدیل کر دی تھی۔ یاد ہو گا کہ اس شکست میں اہل مکہ کی یہ خصلت تھی کہ بھیڑیے کی طرح حملہ کرنا اور ایک مسلم جماعت کی غلطی پر دونوں کارفرما تھے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا تھا۔ خالد بن ولیدؓ کی نگاہوں نے اپنی قومی روایات کے مطابق درہ کو خالی دیکھ کر بھیڑیے کی طرح حملہ کیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کو حد درجہ اذیت اٹھانی پڑی تھی حتیٰ کہ آپؐ کا ایک دانت بھی شہید ہو گیا تھا۔

اور اسی طرح قارئین آپ کو معلوم ہو گا کہ ایک دفعہ رسول خدا ﷺ کے پاس ایک قبیلے کا رئیس آیا اور اس نے کہا کہ میری قوم اسلام لانے کے

لئے تیار ہے آپؐ میرے ساتھ کچھ آدمی بھجوا دیں وہ تو اپنی اس بات میں سچا تھا۔ اور بعد میں ایمان بھی لے آیا مگر اس کی قوم نے غداری کی۔ رسول کریم ﷺ نے اس پر اعتبار کرتے ہوئے ستر حفاظ کا قافلہ اس کی قوم کی طرف روانہ کر دیا جب وہ اس قبیلے کے پاس پہنچے تو دوران گفتگو رئیس کے اشارہ پر پیچھے سے اس صحابیؓ کی گردن میں ایک شخص نے نیزہ مارا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر ہزاروں آدمیوں کے ہجوم نے ان ستر حفاظ پر حملہ کر دیا۔ تو یہ لازمی بات تھی کہ انہوں نے مارا جانا تھا چنانچہ سارے کے سارے وہیں قتل ہو گئے تو یہ تھا اس قوم کا بھیڑیے کا سا حملہ جو اس کی خصلت تھی۔ سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے افعال کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ نزول نور کے بعد حضرت رحمتہ اللعالمین نے انہیں گوشت پوست کے لوگوں کو کس طرح نور کے سانچے میں ڈال دیا کہ انہیں متکبرانہ روش کی جگہ تواضع و انکساری آ گئی۔ غضب و اشتعال کی بجائے ________ صلح و سلامتی نے لے لی۔ یہ وہی قوم تھی جو لڑائی اور جنگ پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے خبردار کوئی ہم پر جہالت نہ کرے۔ یعنی ہم سے نہ الجھے ورنہ ہم جاہلوں کی جہالت سے بڑھ کر جہالت کا مظاہرہ کریں گے۔ لیکن جب عباد الرحمن میں داخل ہوئے تو جہالت کا جواب سلام سے دینے لگے۔ آج ہر ہاتھ امن کا شاہکار تھا۔ محبت و قربانی کا دریا اسی مٹی میں موجزن تھا۔ کیونکہ جہالت کی بیخ کنی کرنے والا مرد کامل ﷺ علم الیقین سے عین الیقین اور حق الیقین تک امت کو ایک قلیل مدت میں پہنچا چکے تھے۔ وہی لوگ آج آسمان کے ستارے تھے جو زمین پر اترے ہوئے تھے۔ اور راستوں کو روشن کر رہے تھے۔ کوئی ان میں حضرت ابوبکرؓ تھے اور کوئی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت خبیبؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ اور کوئی حضرت عثمان غنیؓ تھے۔ غرض آج عمرؓ بھی راتوں کو مخلوق خدا کے لئے روتے تھے۔ اور آج حضرت علیؓ فاتح خیبر امت کے درد کو حضرت حسنؓ اور حسینؓ میں منتقل کر گئے تھے۔

38

فَطَلَعْتَ یَا شَمْسَ الْھُدٰی نُصْحًا لَّھُمْ

لِتُضِیْئَھُمْ مِنْ وَّجْھِکَ النُّوْرَانِیْ

ترجمہ: اے آفتاب ہدایت! تو ایسے وقت میں ان کے بھلے کے لئے افق پر طلوع ہوا تاکہ اپنے انوار سے ان کو منور کر دے۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خداوند عالم کی صفت ربوبیت کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ آپ نے بتایا ہے کہ رب العالمین جہاں انسان کو مادی غذا کھانا پینا، روشنی ہوا اور پانی عطا کرتا ہے وہاں اس کی روحانی غذا کا شغل بھی خود ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا اپنی صفت رحمانیت کے مطابق اپنی مخلوق کو آگ میں جھلنے نہیں دیتا بلکہ راہ راست پر چلانے کے لئے روحانی مائدہ اس کو عطا کر دیتا ہے۔ جو شخص نبی یا رسول اس کو شاہراہ مستقیم پر لے جاتا ہے اور اس طرح وہ اس دوزخ سے نجات پا لیتا ہے جس کا ایندھن وہ لوگ ہوا کرتے ہیں جو خدا کے بتائے ہوئے راستوں پر نہیں چلتے۔

پس یاد رہے کہ جب بھی زمین روحانی طور پر مردہ ہوئی تو رب العالمین نے روحانی علاج کے لئے ایک مسیحا کو نازل فرمایا اور زمین کو اس کی مسیحائی سے زندہ کر دیا۔ چنانچہ عرب کا مقدر نیک ہی تھا کہ اس کو ایک کامل انسان ہدایت کے لئے نصیب ہوا جس نے ان کی تقدیریں بدل دیں۔ کہاں وہ وحشی انسان جو عقیدہ بدلنے پر عورتوں کو چیر دیتا ہے۔ جسے زن چاہیے نہ زمین محض اپنی جہالت کی بناء پر سیاہی اپنا مقدر بنا لیتا ہے۔

اور پھر اس قوم پر ایک دن ایسا بھی آیا کہ اس کی وحشت تقدس میں بدل گئی وہ قوم آسمان کے ستاروں کی مانند بن گئی۔ وہ مردہ زمین نہ صرف

مسیحائی سے زندہ ہو گئی بلکہ زندگی بخش ثمرات اس نے پیدا کئے تو یہ سب کمال اس صفت ربوبیت کا ہے جس کی بناء پر خدا تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلوع کیا۔ پس آپؐ آفتاب ہدایت ہو کر چمکے۔ کسی خاص زمین کے لئے نہیں۔ کسی خاص لوگوں کے لئے نہیں اور کسی خاص زمانہ کے لئے نہیں بلکہ عالمگیر ہدایت کے نور سے لوگوں کو منور کیا۔ جس طرح آفتاب دنیا میں ہر خاص و عام اور شہر و دیہات کو تابانی عطا کرتا ہے اسی طرح اے سید ولد آدم آپؐ نے نسل انسانی کو روشن و تاباں کر دیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ تھا

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(البقرہ آیت 130)

اس آیت کریمہ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے مکہ میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کے لئے کی ہے اور اس دعا کا مضمون یہ ہے کہ اس شہر اور قوم میں ایک ایسا نبی مبعوث ہو جو۔

1- اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان اور یقین کو درست کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والے دلائل لوگوں کے سامنے بیان کرے جو دنیا کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے راستہ کے نشان اور شمع ہدایت ثابت ہوں۔

2- وہ لوگوں کے سامنے ایک مکمل کتاب پیش کرے۔

3- جو شریعت وہ دنیا کے سامنے پیش کرے اس کے اندر احکام اور مذہب کی اور ان تمام دینی امور کی جن پر مذہب کی ترقی کا مدار ہے حکمت بھی بیان

کی گئی ہو۔

4- وہ ایسے ذرائع اختیار کرے اور ایسے طریق بتائے جن سے قوم کی ترقی اور پاکیزگی کے سامان پیدا ہوں۔

چنانچہ

حضرت اقدس نے ثابت کیا ہے کہ یہ دور جہالت و ظلمت نبیوں کے موعود خاتم الانبیاء کے نزول کا ہی متقاضی تھا چنانچہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا کامل مظہر اور اپنی صفات کا عکس بنا کر دنیا میں طلوع کیا۔ اگر آپؐ کو خدا تعالیٰ اس وقت نہ بھیجتا تو دنیا تاریکی و بت پرستی کے اس دور میں تھی کہ تا قیامت توحید ختم ہو جاتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے جتنی سیاہ و تاریک دنیا تھی اتنا ہی روشن و منور کامل انسان نازل فرما کر طوفان سے نجات عطا کر دی۔ یہ آپؐ ہی تھے کہ آپؐ نے اس دور میں ظلمت و معصیت کے فتنوں کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپؐ نے مخلوق کو نور کی کرنوں سے منور کس طرح کیا؟

تو واضح ہو کہ کسی اندھیرے کو پاٹنے کے لئے روشنی کا ہونا ضروری ہے۔ جتنا شدید اندھیرا ہو گا اتنی ہی تیز روشنی درکار ہو گی۔ اور کسی کو راہ راست پر لانے کے لئے سب سے پہلے نمونہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو آفتاب ہدایت محمد مصطفیٰ ﷺ نے درد میں ڈوبا ہوا اسوہ حسنہ قوم کے سامنے ہدایت کے لئے رکھا۔ اگرچہ چالیس سالہ آپ کی زندگی کا شب و روز قوم کے سامنے تھا تاہم فطری احکام شریعت کو آپؐ عملی طور پر بھی ڈھالتے چلے گئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ قرآن کریم آپؐ کے اعمال حسنہ کی تعبیر تھا اور آپؐ کے اعمال قرآن مجید کی تشریح و تفسیر تھے۔ لہذا آپؐ نے وہی نمونہ قائم کیا جو درست اور اعلیٰ تھا۔ جو مکمل اور فطری تھا۔ مثلاً صداقت و امانت، محبت و

قربانی عفوودرگذر صبر و ہمت اور تحمل و بردباری سب ایسے ہی اخلاق حسنہ تھے جو آپ کے خمیر مبارک میں شامل تھے۔ آپؐ نے ہمیشہ اپنے ہونٹوں سے حق کے کلمات نکالے۔ آپؐ کے ہاتھوں نے ہمیشہ بخشش و عطا کا نمونہ دکھایا اور آپؐ کی آنکھوں نے ہمیشہ محبت و پردہ پوشی سے کام لیا۔ لہذا ہر عاشق بغیر کسی بندھن کے آپ کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔

اور

باقی جہاں تک آپؐ کے چہرے کے نور کا تعلق ہے جس کی روشنی نے صحابہ کرامؓ کو منور کیا تو آپؐ کو قرآن مجید میں سراج منیر اور بدر منیر کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور جب کسی کو خدا تعالیٰ ہی سراج منیر فرمادے تو پھر انسانی دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ الختصر آپؐ کے چہرے کے نور سے صحابہ کرامؓ ایسے منور ہو گئے تھے کہ نور ان کے اوپر نیچے دل میں دماغ میں اور بصارت میں بصیرت میں احاطہ کر چکا تھا۔ وہ مجسم نور بن چکے تھے۔ اور قطعی یہی وجہ تھی کہ ظلمت و تاریکی میں منجی و رحمۃ اللعالمین کا نمونہ فرسودہ اعتقادات کا قلع قمع کر گیا۔ اور یہی حقیقی نجات ہے جو کسی بھی قوم کو طوفان سے بچا کر ساحل تہذیب پر لے آتی ہے۔ اور روحانیت اس کا معراج بن جاتی ہے۔ وہ قوم اصلی جنت اسی دن پا لیتی ہے کیونکہ نور اس کا میراث ہو جاتا ہے اور اس کا ہر فرد اٹھتے بیٹھتے یہی دعا پڑھتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا

39

اُرْسِلْتَ مِنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ مُّحْسِنٍ
فِی الْفِتْنَۃِ الصَّمَّاءِ وَالطُّغْیَانِ

ترجمہ: تو رب کریم محسن کی طرف سے خوفناک فتنے اور طغیان و سرکشی کے وقت بھیجا گیا۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑے پیارے انداز میں فرماتے ہیں کہ آپؐ سردار دو عالم بھیجے گئے ہیں رب کریم اور محسن خدا کی طرف سے اس وقت جبکہ دنیا فتنے اور طغیانی سے بھری ہوئی تھی۔ اس شعر کے ترجمہ میں دو باتیں سامنے آتی ہیں۔

(1) کہ آپ ایسے وقت میں نازل کئے گئے ہیں کہ دنیا خوفناک فتنوں اور روحانی طغیانی سے بھری ہوئی تھی۔

(2) فخر الانبیاء محسن انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت اور کرم و رحم کی بناء پر اپنی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے نازل فرمایا ہے۔ یعنی دنیا کے گھمبیر طوفان فتنہ و فساد کا تقاضا یہی تھا کہ ایک عظیم الشان جلیل القدر اور کامل انسان اصلاح خلق کے لئے بھیجا جاتا چنانچہ

فِی الْفِتْنَۃِ الصَّمَّاءِ وَالطُّغْیَانِ

کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں پیدا کیا جب توحید کرۂ ارض میں دم توڑ چکی تھی اور بت پرستی اور فتنہ و فساد گھر کر چکے تھے۔

پس

حضور بانی سلسلہ احمدیہ اس ظلم و ستم کے دور دورہ کا ذکر بڑے دکھ سے

ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"کہ کوئی جھوٹا معبود نہ تھا جس کی پوجا نہ کی ہو۔ انسانیت کے لاروں کو
ضائع کیا اور انسانی خلقوں سے دور جا پڑے اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے
یہاں تک کہ بیٹوں اور بھائیوں کے گوشت کھائے اور ہر ایک مردار کو بھم تر
حرص کھایا اور خون کو یوں پیا کہ دودھ پیا جاتا ہے اور بدکاریوں اور خدا کی
نافرمانیوں میں حد سے گزر گئے اور جنگلی جانوروں کی طرح جو چاہا کیا اور ہیشہ
ان کے شاعر دریدہ دستی سے عورتوں کی بے عزتی کرتے اور ان کے امراء کا
شغل قمار بازی اور شراب اور بدی تھا وہ جب بخل کرتے تو بھائیوں اور یتیموں
اور غریبوں کا حق تلف کر دیتے تھے وغیرہ وغیرہ"

تو یہ وہ زمانہ تھا جو پکار پکار کر کسی عظیم الشان مصلح کا تقاضا کر رہا تھا کیونکہ
اللہ تعالیٰ کریم و رحیم خدا کی سنت ہی یہی ہے کہ اندھیرے میں سے اپنی
مخلوق کو نکالے اور روشنی سے اندھیرے کو پلٹ دے اور مردہ دلوں کو زندگی
عطا کرے۔ "چنانچہ حکم الٰہی سے زمین بدلائی گئی اور آواز دینے والے بابرکت
وجود کی طرف دل کھینچے گئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر ایک عظیم احسان
کیا اور فرمایا کہ خدا کا محبوب بننے کے واسطے صرف ایک ہی راہ ہے۔"

یہ کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے مخلوقات کو پیدا ہی اس لئے کیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا
کرنا مقصود تھا۔ یعنی مخلوق کی شروعات ہی آپؐ کی پیدائش کے تصور سے کی
گئی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ وجہِ تخلیقِ کائنات کہلاتے ہیں جیسے کہ ایک
حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ

اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب میں نے مخلوقات کا سلسلہ شروع کیا
اور تمام مخلوقات میں سے انسان کو ہی اشرف ٹھہرایا تو ضروری تھا کہ میں اس
اعلیٰ اور کامل انسان کو بھی پیدا کرتا جس پر دائرہ کمالات انسانی ختم ہو جاتا اور
اس سے بڑھ کر کسی انسان میں کمالات انسانی کلیتا جانا متصور نہ ہو سکتا اور وہ
کامل انسان تو ہے جو "ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال" کا مصداق اور دائرہ
انسانیت کا نقطہ مرکزیہ ہے۔ اس لئے اگر تیرا پیدا کرنا مدنظر نہ ہوتا تو میں
سلسلہ مخلوقات کو شروع ہی نہ کرتا۔ جب شروع کیا تو تیرا (جو کامل انسان ہے)
پیدا کرنا بھی ضروری تھا۔"

پس لرسلت سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ خداوند عالم نے ایک
عظیم احسان مخلوق پر کیا ہے کہ نبیوں کے موعودؑ کو بروقت و برموقع بھیج دیا
ہے چنانچہ حضرت اقدس کا اشارہ بھی اسی طرف ہے کہ اے میرے محبوب
آپؐ خدائے کریم کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ یہ رب کا احسان ہے کہ اس
نے ایک کامل انسان کو منتخب کیا کیونکہ حالات بھی تو کامل طور پر ہی تباہ کن
تھے اور انقلابِ عظیم کا وقت تھا جس کے لئے کسی ایسے انسان کی ہی ضرورت
تھی جس پر دائرہ کمالات انسانی ختم ہو جائے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ربوبیت کے
صدقے آپؐ کو چن لیا۔ تو آپؐ نے بھی اس قوم کو سنوارنے کے لئے شب و
روز صرف کر دیئے۔ یاد رہے کہ بعد از نبوت تمام عمر آپؐ نے مشکلات و
مصائب میں گزار دی کیونکہ جتنا بڑا مشن ہوتا ہے مخالفت بھی اتنی ہی بڑی
ہوتی ہے اور جتنی بڑی مخالفت ہوتی ہے اتنے ہی بڑے ظلم کے ابواب کھولے
جاتے ہیں۔ سو آپؐ کو بھی اس خارستان میں اپنے دین کی تکمیل کے لئے
جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔

لہٰذا باقی مشن کی عظمت کا جہاں تک سوال ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ
السلام اس کے متعلق فرماتے ہیں "وہ ایک خارستان تھا جس میں نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے قدم رکھا اور ظلمت کی انتہاء ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو وہ ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی۔ جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔"

تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک تو آپ کے کمالات کا عروج یہ ہوا کہ آپؐ نے قلیل مدت میں شرک کو جڑ سے اکھیڑ کر توحید کا بول بالا کیا اور عرب کی مذموم عادات و روایات کو پاؤں تلے کچل ڈالا۔ دوسرے انسانی کمالات میں شمار کی جانے والی تمام صفات صحابہ کرامؓ میں پیدا کر دیں۔

امت کو مکمل شریعت عطا کی اور سنت و حدیث کے ذریعے اس کی تشریح و تفسیر کر کے دکھادی۔

پھر سب سے بڑا کمال آپؐ کا یہ ہے کہ آپؐ کے طفیل امت کو یہ کمال حاصل ہو گیا کہ آپؐ کے وسیلہ و طفیل سے ہر امتی صالح، صدیق اور شہید بلکہ نبی تک ہو سکتا ہے۔

پھر آپ کی پیروی سے آج بھی ہر ایک کو شرف مکالمہ مخاطبہ الیہ کا انعام میسر آ سکتا ہے۔

پس اے محبوب خدا محمدؐ مصطفیٰ اس حدیث قدسی کے مطابق یہ بالکل سچ ہے کہ آپؐ کی ذات بابرکات پر دائرہ کمالات انسانی ختم ہو گیا ہے۔ اسی لئے تو حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنے شعر میں فرمایا ہے کہ میں تیرے مسرور اور فرحاں و درخشاں چہرے میں ایک ایسی شان دیکھتا ہوں جو انسانی شمائل سے بڑھ کر ہے۔ ثم الحمد للہ

40

يَا لَلْفَتٰى مَا حُسْنُهٗ وَ جَمَالُهٗ

رَيَّاهُ يُصْبِي الْقَلْبَ كَالرَّيْحَانِ

ترجمہ: واہ! کیا ہی جوان مرد ہے۔ کیسے حسن و جمال والا ہے اس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح موہ لیتی ہے۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ وہ کیسا خوبصورت اور صاحب جمال مرد ہے۔ جس کی خوشبو دل کو ریحان کی طرح شیفتہ کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی مرد کامل کو مذکر کے لقب سے پکارا ہے۔ یٰسین، مدثر، مزمل، طٰہٰ اور سراج منیر کے القاب بھی عطا کئے ہیں کو خدا تعالیٰ کی تمام صفات کا عکس آپؐ میں نمایاں ہے تاہم برائے اختصار میں صرف سراج منیر کا ذکر کر لوں تو یہی بڑی بات ہے کیونکہ نبیوں کے سردار، رسولوں کے تاج خاتم الانبیاء سید الانس و الجان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح صرف موعود مہدی سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی جامع رنگ میں بیان کر سکے ہیں۔ ہم جیسے احقر ترین لوگ اس قابل قطعی نہیں بلکہ ان گزرے ہوئے 1400 سو سال میں کوئی بھی روئے زمین پر خدا کا بندہ پیدا ہی نہیں ہوا جس نے اس حد تک اور اس قدر جامع اور مفصل خوبیاں آپؐ کی بیان کر دی ہوں۔ یہ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس محبت کا کمال ہے جو تکلف اور تصنع سے پاک ہے اتم اور اکمل درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔

اسی جذبات محبت کی شدت میں آپ فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب!!

انت الذی شغف الجنان بحبه
انت الذی کالروح فی حوجائی
انت الذی بوداده ویحبه
ایدت بالا لهام والا لقاء

"یعنی تو وہ ہے جس کی محبت سے میرا دل معمور ہے۔ تو میری جان میں بمنزلہ روح کے ہے۔ تو وہ ہے کہ جس کی محبت و الفت کے باعث میں الہام الٰہی سے تائید کیا گیا ہوں"۔ (1)

سراج منیر کی مثال پیش کرنے سے پہلے اگر حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک شعر بحضور سرور کائنات پیش کر دیا جاوے تو ماحسنته وجماله کا صحیح نقشہ سامنے آ جائے گا۔

فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں

آپؐ کے جلوۂ حسن کے آگے
شرم سے نوروں والے بھاگے
مٹ گئے مہر و ماہ و انجم
صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم

بیشک نور علیٰ نور یعنی نور مجسم کی نوروں والے بھی تاب نہیں لا سکے کیونکہ آپؐ کا جلوہ حسن یکتا ہے بے مثل ہے اور آپ کا مبارک وجود سراج منیر ہے یعنی نور مجسم ہے اس کا ذکر قرآن مجید سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ "اے نبی ہم نے تجھے اپنی ذات و صفات کا گواہ بنا کر بھیجا

(1) شرح القصیدہ صفحہ ۱۷۷

ہے۔ تاکہ تو میری مخلوق کے سامنے گواہی دے کہ تمہارا ایک پیدا کرنے والا ہے اور بندوں کو اس کی طرف بلائے اور ہم نے تجھے رات کو دن میں تبدیل کرنے والا سورج بنایا ہے"۔ یعنی اے سید ولد آدم اور فخر الانبیاء تو سراج منیر ہے اور تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر دینے والا سورج بنا کر طلوع کیا گیا ہے۔ پس اگر سورج نہ ہو تو نور کہاں سے آئے۔ اور دنیا کیونکر زندہ رہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس جسمانی سورج کو بھی آپؐ ہی کے نور سے حصہ ملا ہے۔ پس آپ کے حسن اور نور کو خدا تعالیٰ نے اپنی گواہی کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی آپؐ کے حسن کا ذکر فرمایا ہے اور سلطان القلم نے گواہی دی ہے کہ ماحسنته وجماله ----- آپ فرماتے ہیں کہ "تو حسن میں سب بنی آدم سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے خدا نے تجھے ابد تک مبارک کہا..... تیری سلطنت کا عصار راستی کا عصار ہے تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی اس لئے خداوند نے جو تیرا خدا ہے اپنی رضا کے عطر سے تجھے تیرے مصاحبوں سے زیادہ معطر کر دیا۔ (زبور 45)۔

اسی طرح چشمہ معرفت میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے سید الکونین محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن و نور کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں "وہ ایک نور تھا جو دنیا میں آیا اور تمام نوروں پر غالب آگیا۔ اس کے نور نے ہزاروں دلوں کو منور کیا اور اس کی برکت کا یہ راز ہے کہ روحانی مدد اسلام سے منقطع نہیں ہوئی۔ بلکہ قدم بقدم اسلام کے ساتھ چلی آئی۔ اور ہم ایسی تازہ بتازہ برکتیں اس نبیؐ کے دائمی فیض سے پاتے ہیں"۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک

حضور اقدس نے آپؐ کی خوشبو کا ذکر بھی اس لئے کیا ہے کہ ریحان کی خوشبو پھیلتی ہے اور دلوں کو مسرور کرتی ہے۔

اس خوشبو سے مراد قوت احیاء بھی ہو سکتی ہے۔ اور آپ کو قارئین یاد

ہو گا کہ حضور نے ایک بڑا جامع و مبسوط شعر فرمایا تھا۔ جس میں یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کے الفاظ قابل توجہ ضرور ہیں اور دائمی قوت احیاء کی نشاندہی کرتے ہیں مثلاً شعر یہ ہے۔

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ
یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ

چونکہ یسعٰی سے مراد زمانہ مستقبل بھی ہے اس لئے ہمیں مزید

غور کرنے کی گنجائش نظر آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اپنے محبوب کی ایک صفت حسنہ یعنی چشمہ فیضان الٰہی کا ذکر فرمایا ہے وہاں اس امر کی طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ چشمہ عرفان و ایقان جاری و ساری قیامت تک رہے گا کیونکہ لوگ جو حق کے متلاشی ہیں نور ایمان کے متقاضی ہیں وہ اس کی طرف بھاگتے ہیں اور بھاگتے ہی رہیں گے انہیں منزل کی تلاش ہے اور منزل ان کے لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر شاہراہ کو روشن کرتی ہے اور کرتی ہی رہے گی یعنی روحانیت کی پیاس کو بجھانے کے لئے سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور پھر نازل ہو گا کیونکہ روحانی مردوں کو زندہ کرنے کے لئے آپؐ کی قوت احیاء کام کرتی ہے اور کرتی ہی رہے گی۔

[1] جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث کیا تھا ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں آپؐ کے سچے تابعداروں میں رکھ دی تھیں۔ اور وعدہ کیا تھا وہ نور اور وہ روح القدس جو اس کامل انسان کے صحابہؓ کو دیا گیا تھا آنیوالے متبعین اور صادق الاخلاص لوگوں کو بھی ملے گا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔

(1) دافع الوساوس صفحہ 208

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

یعنی وہ رحیم خدا وہ خدا ہے جس نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے۔

O----O----O

اے ترا حسن بے مثال نور خدائے لایزال
اے تیرا جلوۂ جمال شعلۂ طور کا پیام

اے محمدؐ ! اے حبیبِ کردگار
میں ترا عاشق، ترا دلدادہ ہوں

گو ہیں قالب دو مگر ہے جان ایک
کیوں نہ ہو ایسا کہ خادم زادہ ہوں

اے میرے پیارے سہارا دو مجھے !
بیکس و بے بس ہوں خاک افتادہ ہوں

جنتِ فردوس سے آیا ہوں میں
تشنہ لب آہیں کہ جام بادہ ہوں

میری اُلفت بڑھ کے ہر اُلفت سے ہے
تیری رہ میں مرنے پر آمادہ ہوں

(کلام محمود)

41

وَجْهُ الْمُهَيْمِنِ ظَاهِرٌ فِيْ وَجْهِهٖ
وَشُئُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ

ترجمہ: آپؐ کے چہرہ میں خدا کا چہرہ نمایاں ہے لور خدا کی صفات (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی) اس شان سے جلوہ گر ہو گئیں۔

تیرے چہرے میں نظر آیا ہمیں اجمل یار
تیرے سب اطوار ہیں اس یار کے آئینہ دار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرب الٰہی کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں (1) اول قسم خادم لور مخدوم سے مناسبت رکھتی ہے لور وہ بھی اپنے خلوص صدق و صفا میں ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے کلی طور فنا ہو کر اپنے مولی کریم کے رنگ میں مل جاتا ہے۔
(2) دوسری قسم قرب الٰہی کی والد لور ولد سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی والد لور ولد کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسے دلی جوش سے یاد کرنا جس طرح اپنے باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ جیسے بیٹے کو باپ کا وجود تصور کرنے سے ایک روحانی نسبت معلوم ہوتی ہے۔ویسے ہی اسے بھی باطنی طور پر اپنے خدا کا احساس رہتا ہے۔ جیسے بیٹا اپنے باپ کا حلیہ لور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر رکھتا ہے۔ویسے ہی بندۂ خدا کردار خوبو میں خدا تعالیٰ کا نقش رکھتا ہے۔
(3) تیسری قسم کا قرب ایک ہی صورت لور عکس سے نسبت رکھتا ہے۔ جیسے

کہ کسی انسان کو صاف آئینہ میں اس کی شکل عکسی طور پر دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح تمام صفات الٰہیہ صاحب قرب کے وجود میں بہ تمامتر صفائی منعکس ہوجاتی ہے۔

پس یہ قرب کا تیسرا درجہ صرف اور صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ خداوند عالم نے رسول کریمؐ کا نام محمدؐ رکھا ہے۔ جسکا ترجمہ ہے کہ نہایت تعریف کیا گیا اور نہایت درجہ تعریف صرف خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ مگر ظلی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں آپؐ کو رحمۃ اللعالمین کے لقب سے پکارا گیا ہے۔

اور آپؐ نے اس کا معراج یہاں تک پایا کہ رحمت کے بازو چرند' پرند' جن و انسان' ہر ایک پر پھیلا دیئے۔ آپؐ نے ہر سانس کے ساتھ عالمین کے لئے دعائیں کیں۔ ان کی نجات کے سامان مہیا کئے کیونکہ آپؐ تمام جہانوں کے لئے رحمت کے لقب سے پکارے گئے تھے۔ بلکہ وہ کتاب جو آپ کو خدا تعالیٰ نے عطا کی۔ ہدی اللناس کے نام سے موسوم کی اور تمام سابقہ شریعتیں اس میں جمع کر دیں اور ہدایت تمام جہانوں کے لئے قرار دی گئی۔ تو یہ وہ غایت درجہ رحمت ہے جو دونوں عالمین کو آپؐ کے مبارک وجود میں نصیب ہوئی۔

اور پھر

الٰہی صفات میں سے رب العالمین کی صفت کو لیں تو تیسرے درجہ کے قرب کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے اس قرب کے صدقے آپؐ کو الٰہی صفت رب العالمین سے نوازا رؤف اور رحیم کے نام سے پکارا اور قرآن مجید میں یہ بھی

بیان ہوا کہ آپؐ مظہر اتم الوہیت ہیں۔ ان کا کلام خدا کا کلام ہے۔ ان کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔ ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔ پس آپؐ آئینہ خدا نما ہیں۔ جس کی شعاعیں ہزار دلوں کو منور کر دیتی ہیں اور بے شمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نور قدیم بنا دیتی ہیں۔

چنانچہ

حضرت اقدس کے ایک ایک حرف میں سچائی ہے۔ صد صداقتیں اس شعر میں پنہاں ہیں۔ جب مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ **وشغلہٗ لمعت بھذا الشان** یعنی تیرے اطوار ہیں اس یار کے آئینہ دار

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلق عظیم پر پیدا کیا۔ اخلاق باللہ پر دنیا میں نازل فرمایا ہے۔ اسی لئے تو جب بھی اور جہاں بھی اخلاق حسنہ کا مظاہرہ فرمایا تو ہر شعبہ ہائے زندگی میں آپؐ حسین ہی نظر آئے۔ مصیبتوں کے زمانے کو لیں تو آپؐ نے تمام عرصہ خدا پر توکل رکھا اور جزع فزع کبھی نہیں کی۔ صبر و استقامت کا پہاڑ ثابت ہوئے۔ کسی کے رعب سے نہیں ڈرے۔ بھوک اور پیاس کے ایام میں بھی ایسی سیری کا اظہار کیا کہ ایک دن اللہ و کشوف سے مالا مال ہو گئے۔ پیٹ پر پتھر باندھ کر کدال سے پتھر کاٹ رہے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے جلوے روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔

پھر فتح و اقتدار کا زمانہ آتا ہے تو عفو' شجاعت' سخاوت اور بخشش کے ایسے ایسے کمال دکھائے کہ ایک کثیر تعداد قریش مکہ انہیں اخلاق حسنہ کو دیکھ کر ایمان لے آئی۔ آپؐ نے دکھ دینے والوں کو بخشا اور شر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ بدطور ترین دشمن پر قابو پا کر بھی اس کو لَاتَثۡرِیۡبَ

عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ جاؤ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ جاؤ! تم سب آزاد ہو۔)

کہہ کر چھوڑ دیا اور اگر کوئی بڑھیا بھی ہاتھ پکڑتی ہے تو آپؐ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بچہ بھی راستے میں ملتا ہے تو اسے سلام کہنے میں پہل کرتے ہیں۔ دوسرے کا غم دیکھتے ہیں تو آنکھیں آنسوؤں سے اس کے غم میں بھیگ جاتی ہیں۔ ماں کی عظمت کو پہچان کر چادر مبارک اتار کر بچھا دیتے ہیں۔ بیٹی کی محبت کو جان کر نوید جنت کا پیغام دیتے ہیں۔ بے شک اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ پر خدا کے ہزاروں ہزار سلام ہوں کہ آپؐ خدا تعالیٰ کے اخلاق کے آئینہ دار ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

سبحان اللہ! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بجا فرمایا ہے۔

42

فَلِذَا يُحَبُّ وَ يَسْتَحِقُّ جَمَالُهٗ
شَغَفًا بِهٖ مِنْ زُمْرَةِ الْاَخْدَانِ

ترجمہ: سو اسی لئے تو آپؐ سے محبت کی جاتی ہے اور آپؐ کا ہی جمال اس لائق ہے کہ دوستوں کے گروہ میں سے صرف آپؐ ہی سے بے پناہ محبت کی جائے۔

43

سُمْحٌ كَرِيْمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰى
خِرْقٌ وَّفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْيَانِ

ترجمہ: آپؐ خوش خلق، معزز، سخی، تقویٰ کے سچے دوست، فیاض اور جواں مردوں کے گروہوں پر فوقیت رکھنے والے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ان اشعار میں رسول خدا محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صفات ذاتی کا مختلف انداز سے ذکر فرماتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ آپؐ کی محبت غیر فانی ہے اور یہ محبت متقاضی ہے کہ دوستوں کی جماعت کو چھوڑ کر آپ سے ہی دل بستگی پیدا کی جاوے آپ فرماتے ہیں کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے پاک سے محبوب حقیقی کی مہک آتی ہے۔ آپؐ سہل الوصول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے کامل مظہر ہیں۔ صاحب جود و عطا ہیں خوش خلق اور کریم و سخی ہیں۔ بلکہ یہاں تک

"کہ محمد رسول کریمؐ اپنے دلبر میں اس طرح محو ہو گئے کہ کمال اتحاد کی وجہ سے آپؐ کی صورت بالکل رب رحیم کی صورت بن گئی۔"

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو سورہ القلم میں ایک ہی جملہ میں سمندر بند کر کے آپؐ کی عظمت و ستائش کا اقرار فرمادیا ہے۔ فرماتا ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔

کہ آپؐ اخلاق کے انتہائی کمال سے متصف تھے۔(1)

چنانچہ اس جملہ تام کے بعد گنجائش کہاں ہے کہ انسانی قلم کچھ بیان کر سکے۔ تاہم ایک محب ہمیشہ تاک میں رہتا ہے کہ اپنے محبوب کی خوبیاں ہر جہت سے ہر انداز سے اور ہر بیان میں پیش کر ڈالے۔ لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے محبوبؐ کی خوبیاں اور صفات کو دو عالم کے سامنے کچھ اس جدت سے رکھتے ہیں کہ رخ روشن اور نکھر جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حسن خلق کو ہی لیجئے۔

نرمی خلق

مثلاً

عتبانؓ بن مالک کی بینائی میں فرق آگیا تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی کہ اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتا ہوں لیکن جب بارش ہو جاتی ہے تو مسجد تک جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر آپؐ میرے گھر میں تشریف لا کر نماز پڑھا دیں تو میں اس جگہ کو سجدہ گاہ بناؤں۔ اگلے ہی دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر آپؐ ان کے گھر گئے دروازہ پر ٹھہر کر اذن مانگی۔ اندر جا کر دریافت فرمایا کہ کہاں نماز پڑھوں؟ جگہ معلوم ہونے پر آپؐ نے خود ہی تکبیر کہی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ چنانچہ

(1) سورہ القلم

وہیں انہوں نے سجدہ گاہ بنا لیا اور یہ تھی حضرت شاہ دو جہاں کی محبت و رفت

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اسی طرح ایک غزوہ میں حضرت جابرؓ ہم رکاب تھے ان کی سواری میں جو اونٹ تھا وہ سست رو تھا۔ تھک جانے کی وجہ سے اور بھی سست ہو گیا۔ آپؐ نے اونٹ ان سے خرید لیا اور دام کے ساتھ اونٹ واپس فرما کر رخصت کیا۔

اور یہی معمول تھا کہ گھر پر کچھ بھی نہ ہو تو بھی سوال پورا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے شادی کی۔ سامان ولیمہ کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ گئے اور جا کر لے آئے۔ حالانکہ کاشانۂ نبوت میں اس ذخیرے کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔

پس

بیشک ہر خلق آسمان کی سی بلندی سمیٹے ہوئے تھا۔ لوگوں کو حکم تھا کہ جو مسلمان مرجائے اور اپنے ذمہ قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو۔ میں اس کو ادا کروں گا اور جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں تو یہ تھا پیمانہ جود و سخا اور اس میں شک نہیں کہ آپ خدا تعالیٰ کی ذات کے مظہر کامل تھے۔

بیشک آپؐ باذل تھے

جبکہ امارت پسندی سے بھی بے حد اجتناب فرماتے تھے۔ ایک دفعہ شاہ نجاشی نے کچھ زیورات آپؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ روانہ کئے۔ ان میں

ایک انگوٹھی بھی تھی۔ جس میں حبشی پتھر کا سا ایک نگینہ جڑا ہوا تھا۔ آپؐ کے چہرے پر کراہت کے آثار ظاہر ہوئے لکڑی سے اس کو چھوتے تھے ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

اسی طرح فرمایا کرتے تھے۔ گھر میں ایک بستر اپنے لئے ایک بیوی کے لئے اور ایک مہمان کے لئے کافی ہے۔ چوتھا شیطان کا حصہ ہے۔

عمارت کے لحاظ سے بھی آپؐ بلند و بالا بے مقصد عمارت پسند نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ جاہ و جلال آپ کو ناپسند تھا۔ لیکن نبوت کا اس قدر رعب تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص کانپنے لگا جب آپ کے پاس داخل ہوا۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں فرشتہ نہیں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔ جو سوکھا گوشت پکا کر کھاتی تھی۔ الغرض خدا تعالیٰ نے خاکسار بندہ بھی بنایا تھا۔ تاج نبوت کو آپ کے سر پر سجایا تھا۔ حسین و جمیل شکل و صورت سے نوازا تھا اور سیرت میں مظہر کامل بنایا تھا۔

اور پھر دل بے ساختہ یہی کہتا ہے کہ

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا [1]

چند واضح مثالوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایمان سے بڑھ کر اسلام میں کوئی چیز نہیں لیکن اس کی تکمیل بھی اخلاق سے ہی ممکن ہوتی ہے۔ اور اخلاق حسنہ کی نعمت تمام نعمتوں سے بالاتر ہے۔ چنانچہ حسن خلق خدا کی محبت کا ذریعہ ہے۔ اور رسول خدا محمد مصطفیؐ کی محبت کو حاصل کرنے کا بھی یہی

خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا عظیم خلق ہے۔ (2)

پس ہم انہیں اخلاق کو اچھا کہیں گے جو صفات ربانی کا عکس ہوں۔ اور

(1) سورہ النساء
(2) طبرانی

ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے خدا تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اے رسولؐ تم پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔

"اور خدا کا عظیم فضل بیشک یہی تو ہے کہ انسان کاملؐ خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ بنے۔ خدا تعالیٰ دوسرا خدا ہرگز نہیں پیدا کرتا کہ یہ بات اس کی صفت احدیت کے مخالف ہے۔ ہاں اپنی صفات کملیہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے" (3) جیسا کہ ہم اپنے پیارے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو کامل مظہر ذات رب کریم کی شکل میں ہر مقام پر ملتے ہیں۔

اس شعر میں "نخل التقی" سے یہی مراد ہے کہ

آپ کے حلقہ احباب اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور آپؐ کے سچے متبعین اور آپؐ کے امتی تمام آپؐ کے محبوب دوست اور عاشق صادق تھے۔ اور ہر ایک آپؐ کی تربیت و صحبت کی وجہ سے ترقی کی راہ پر گامزن تھا۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق کمال دکھا رہا تھا۔

مدینہ النبیؐ کی اس درس گاہ کو ہی دیکھیں جس کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی لیکن وہاں بیٹھنے والے کئی کئی ارباب رائے ہوتے تھے۔ کہیں حضرت ابوبکرؓ اور کہیں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ جیسے عظیم المرتبت مبارک وجود جمع ہوتے تھے۔

(3) زندہ اور زندگی بخش رسول کریمؐ صفحہ 80

"درود بھیجو اس محسن نبی پر جو خدائے رحمٰن و منان کی صفات کا مظہر ہے۔ کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں ہوتا اور وہ دل جسے آپؐ کے احسان کا احساس نہیں پس اس میں ایمان نہیں یا اس کا ایمان ضائع ہو چکا ہے اے ہمارے اللہ تعالیٰ اس امی نبی و رسولؐ پر درود بھیج جس نے اوّلین کی طرح آخرین کو سیراب کیا ہے اور انہیں اپنے رنگ میں رنگین کیا ہے اور انہیں مطہرین میں داخل کیا ہے"۔

○===○===○

نور حق ہے نور تاباں محمدؐ مصطفیٰؐ
رحمتہ للعالمین شان محمدؐ مصطفیٰؐ

رشکِ صد گلشن ہے بستانِ محمدؐ مصطفیٰؐ
وحی ربانی ہے فرمانِ محمدؐ مصطفیٰؐ

44

فَاقَ الْوَرَی بِکَمَالِہٖ وَجَمَالِہٖ
وَجَلَالِہٖ وَ جَنَانِہِ الرَّیَّانِ

ترجمہ: آپؐ ساری خلقت سے اپنے کمال اور اپنے جمال اور اپنے جلال اور اپنے شاداب دل کے ساتھ فوقیت لے گئے ہیں۔

قارئین! محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ستائش کا نقشہ ہر ہر جہت سے بیان کردہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم نے دیکھا اور پڑھا ہے اور بلاشبہ ہر لفظ زبانِ حال سے پکار پکار کر یہ کہتا ہے کہ

نوعِ انسانی پہ حاصل ہے اسے شرف کمال
وہ جمال روح اور بے مثل ہے جاہ و جلال

اور اس شعر میں بے شک آپ کے دل کی یہی آواز ہے کہ ان اوصاف میں آپؐ کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ کمالات اور فضائل کیا تھے جو آپؐ میں بااحسن وجوہ پائے جاتے تھے اور جنہوں نے آپؐ کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کر دیا اور آپؐ دائرہ انسانیت کا نقطہ مرکزیہ قرار دے دیئے گئے۔ مثال کے طور پر ایک محب بحیثیت فاتح آپؐ کے جمال اور جلال کو بیان فرماتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ 10 سال وجہِ تخلیقِ کائنات مدینہ شریف میں تشریف فرما رہے ان دس سالوں میں آپؐ نے دس لاکھ مربع میل کا رقبہ زمین و مکان زیرِ نگیں کیا۔ جس کی مثال کرہ ارض پر قطعی ناممکن ہے۔ کوئی فاتح۔ کوئی شہنشاہ اور کوئی تخت و تاج کا مالک آج تک یہ ریکارڈ توڑ نہیں سکا۔ مگر یاد رہے کہ یہ دس لاکھ مربع میل کا رقبہ صرف اسلئے زیرِ نگیں ہوا

کہ آپ کے اعلیٰ و جامع اخلاق نے فتح کے جھنڈے ہر خطہ زمین پر گاڑھ
دیئے تھے۔ زمین و مکان تو ایک طرف آپؐ کے اخلاق کی بلندی کا یہ عالم تھا
کہ ہر ذی روح کا دل و دماغ آپؐ کا مفتوح تھا۔ اور یہی آپؐ کے اخلاق حسنہ
کا معراج تھا کہ نہ کوئی لشکر کی چال کامیابی کا راز تھی نہ کوئی طاقت و تعداد
کارگر تھی۔ بلکہ آپ کا عفو و درگذر، تحمل و بردباری محبت و شفقت احسان و
مروت ہی کلید فتح و نصرت تھی۔

کیوں کہ آپؐ تمام انبیاء کے اعلیٰ اخلاق کا نچوڑ تھے۔ جس طرح تمام
آسمانی صحیفوں کا نچوڑ قرآن پاک ہے اور یہ آخری کتاب ہے اور تمام
ارشادات ربانی کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے کہ اس میں افراط ہے نہ تفریط بلکہ تمام
حیات کا مکمل لائحہ عمل ہے اور دین ارتقاء کی تمام منازل طے کر چکا ہے۔
بالکل اسی طرح محمدؐ مصطفیٰ آخری اور کامل ترین پیغمبر ہیں۔ لہٰذا آپؐ حسن و
احسان میں جمال و جلال میں اپنی نظیر آپؐ ہیں۔ نہ سختی پر عمل پیرا ہیں نہ نرمی
سے توڑے جانے کا ارشاد لائے ہیں۔ احسان و مروت آپ کا حسن و جمال
ہے۔

مثلاً" زید بن سالم ایک یہودی عالم تھے وہ بڑے مانے ہوئے پرانے
صحیفوں کے استاد بھی تھے۔ جب انہیں علم ہوا کہ محمدؐ ایک دریتیم تھا۔ جس
نے ہم میں رہ کر گرم و سرد حالات میں پرورش پائی ہے اور آج نبوت کا دعوی
دار بن بیٹھا ہے۔ تو وہ ہر وقت موقعہ کی تلاش میں رہتا کہ کبھی عوام کے
سامنے بے دست و پا کر دوں۔ وہ بھیس بدل بدل کر آپؐ کو آزمائش اور پرکھ
کے میدان میں لا کھڑا کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔ ادھر سرور کائنات محمدؐ مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی محبوب عادت یہ تھی کہ مشکلات میں مبتلا صحابہ
کرامؓ جب کبھی دکھ کا اظہار کرتے تو آپؐ ان کی تکلیف دور کرنے کے لئے
فوری کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھا دیتے تھے۔ مثلاً" کوئی حاجت مند آتا تو آپؐ
اس کو اپنے پاس سے جو بھی رقم موجود ہوتی فوراً" پیش کر دیتے اور اگر کبھی

اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپؐ اپنے نام پر قرض پکڑ کر زید، عمر اور بکر کی حاجت
پوری کر دیتے۔ اس پیاری سی عادت کے مطابق ایک دن کوئی حاجت مند
حاضر ہوا۔ تو زید بن سالم بھیس بدلے اس مجلس میں موجود تھے۔ موقع کی
تلاش میں تھے اس لئے فوراً" قرض دینے کے لئے خود کو پیش کر دیا۔ کہ
جناب میں حاضر ہوں بچے کیا درکار ہے؟ آپؐ نے حسب عادت تحریر لکھ دی
اور قرضہ دوسرے کے لئے لے کر اسے دے دیا۔ ایک دن مجلس میں زید بن
سالم نے تقاضا کر لیا کہ میرا قرضہ ادا کرو اور گریبان کی طرف ہاتھ بڑھا کر
ادائیگی کا مطالبہ کیا بلکہ آپؐ کی چادر مبارک بھی کھینچ کر کندھے سے اتار دی۔
حضرت عمرؓ جو اس مجلس میں تشریف فرما تھے آگے بڑھے اور تلوار نیام میں
سے نکال لی۔ قریب تھا کہ گردن اڑا دیتے کہ رسول خدا پیکر محبت و وفا آگے
بڑھے اور انہیں روکا۔ اور فرمایا کہ عمرؓ نرمی سے پیش آؤ۔ میں نے قرضہ ادا
کرنا ہے۔ اسی لئے تو وہ مقروض کے سامنے شیر بن کر آیا ہے۔ پھر زید سے
فرمایا۔ ابھی قرضہ کی ادائیگی میں تین دن کی مہلت باقی ہے۔ وہ کچھ شرمندہ
ہوا۔ مگر اپنی سوچ میں چلا گیا۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو قرضہ ادا کرنے کا حکم دیا
اور مزید چند صاع کھجور بطور امانت دینے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے پوچھنے
پر آپؐ نے فرمایا کہ آپ نے اس کی دل آزاری کی ہے اور اس کے رویہ پر
سختی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسلئے اس کی تکلیف کا مداوہ ضروری ہے۔ چنانچہ جب
وہ مطلوبہ رقم اور کھجوریں لے چکا تو بحیثیت ایک یہودی عالم کے آپ کے
سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اے زید عالم یہودا تو نے ایسا کیوں
کیا؟ تو اس نے بتایا کہ میرے پرکھنے کا ایک طریق کار یہی ہے۔ میں نے صحف
سابقہ میں پڑھا تھا کہ آنے والا خاتم النبین ایسی ایسی صفات کا مالک ہو گا۔ صبر
و محبت کا شہزادہ ہو گا۔ عفو و درگزر کا مجسمہ ہو گا اور احسان و عدل کا
ایک حسین پیکر ہو گا اور خدا کے جلوے کا ایک نشان ہو گا۔ سو میں نے
مختلف مواقع پر آپؐ کو پرکھا اور سچ و یقین کامل تک پہنچ گیا۔ سو آپ لوگ

گواہ رہیں کہ
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
تو یہ تھا حق و یقین کا ایک نظارہ جو ایک عالم دین نے اپنی بصیرت سے حاصل کیا اور جس کا منبع صرف اور صرف آپ کے اخلاق حسنہ تھے۔

الحمد اللہ علی ذالک

سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ آپؐ خندہ جبین نرم خو اور مہربان طبع تھے سخت مزاج اور سنگدل نہ تھے بات بات پر شور نہیں کرتے تھے کوئی برا کلمہ منہ سے کبھی نہیں نکالتے تھے عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے تھے کوئی آپؐ سے امید رکھتا تو نہ اس کو مایوس کرتے تھے اور نہ منظوری ظاہر کرتے تھے یعنی صراحۃً انکار و تردید نہیں کرتے تھے بلکہ خاموش رہتے تھے اور مزاج شناس آپ کے تیور سے آپ کا مقصد سمجھ جاتے تھے اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے بالکل دور کر دی تھیں بحث، مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا، اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے کسی کو برا نہیں کہتے تھے کسی کی عیب گری نہیں کرتے تھے کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔

جب آپؐ کلام کرتے صحابہ کرام اس طرح خاموش ہو کر اور سر جھکا کر

بنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں جب آپؐ چپ ہو جاتے تو وہ آپس میں بات چیت کرتے کوئی دوسرا بات کرتا جب تک وہ بات ختم نہ کر لیتا چپ سنا کرتے لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ مسکرا دیا کرتے کوئی باہر کا آدمی اگر بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپؐ تحمل فرماتے دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی آپ کے احسان و انعامات کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرماتے۔ جب تک بولنے والا خود نہ چپ ہو جاتا آپؐ اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے نہایت فیاض نہایت راست گو نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے اگر کوئی دفعتاً آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا لیکن جیسے جیسے ہوتا جاتا آپؐ سے محبت کرنے لگتا۔

یہی گواہی

حضرت اقدس بانی سلسلہ علیہ احمد مرزا غلام احمد قادیانی نے بڑے جامع رنگ میں بیان فرمادی ہے فرماتے ہیں۔

لا شک ان محمدا خیر الوری
ریق الکرام و نخبتہ اعیان

"یہ قربانیاں صرف اس لئے نہیں تھیں کہ شہادت کا درجہ حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرب ہو جائیں بلکہ ان کی یہ قربانیاں دوسرے لوگوں کے لئے بھی قرب الٰہی حاصل کرنے کا موجب بنیں اور بنتی چلی گئیں۔ جنگوں میں جو بھی خون بہا اس کے بیش بہا فوائد و نتائج ان کی ذات تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ اس نے اسلامی باغ کو سینچا سرسبز و شاداب کیا اور ثمر و ثمرات بنا دیا"۔

درود شریف طوطے کی طرح نہ پڑھیں

O===O===O
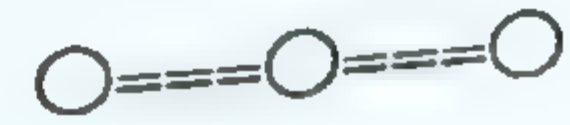
وہ دل جو محمدؐ کا طلبگار نہیں ہے
خالق کی محبت کا سزا وار نہیں ہے

جس باغ میں ہیں پھول کھلے نور نبی سے
اس دنیا میں ویسا کوئی گلزار نہیں ہے

اللہ بھی عاشق ہوا جس حسن پہ شاہد
اس حسن مجسم سے کسے پیار نہیں ہے

مرزا محمد افضل شاہد

45

لَاشَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی
رَیْقُ الْکِرَامِ وَ نُخْبَةُ الْاَعْیَانِ

ترجمہ: بے شک محمدؐ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوریٰ معززین میں سے برگزیدہ اور سرداروں میں سے منتخب وجود ہیں۔

جو خیر البشرؐ ہے جو خیر الوریٰؐ ہے
شہ دو جہاں خاتم الانبیاءؐ ہے

ایک عاشق صادق نے جب تمام شعبہ ہائے اخلاق میں اپنے معشوق کو باکمال پایا۔ تو حتمی رنگ میں حرفِ آخر کی طرح یہ جملہ بھی فرما دیا کہ اے محبوب میرے! میں کس کس پہلوؤں سے آپؐ کے اخلاق حسنہ کا ذکر کروں۔ ایک بار ہی کیوں نہ اقرار کر ڈالوں کہ

عجب نوریست در جان محمدؐ
عجب لعلیست در کان محمدؐ

یعنی اس لعل بے بہا کی شانِ افضلیت کو یوں حتمی رنگ میں بیان کیا کہ اس میں شک کی گنجائش نہیں رہی کہ آپ بے شک تمام دنیا کے بہترین وجود ہیں۔ یعنی خیر الوریٰ ہیں کوئی صنف بھی خوبی کی باقی نہیں رہی کہ جس میں تمام انسانوں کو آپ نے پیچھے نہ چھوڑا ہو۔ بلکہ معراج کی رات تو فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

یہ کتنی پیاری اور عظیم گواہی ہے کہ کل مخلوقات پر رسول پاکؐ کی

افضلیت کا ذکر فرمایا کہ خدا نے خلقِ عظیم پر آپ کو پیدا فرما کر آپ کا نمونہ ہمیں مہیا کیا اور اس طرح تربیت کرنے کا آسان ترین طریق وضع فرما دیا۔ گویا تمام خوبیاں آپ میں جمع کر کے آپ کو صاحبِ کمال بنا دیا پھر اطاعت اور محبت الٰہی میں آپؐ ایسے محو ہوئے کہ خدا تعالیٰ کے مظہر ہو گئے اور جب کوئی مخلوق میں سے خالق کا مظہر ہو جائے تو اس کی عظمت و افضلیت کا کیا مقابلہ؟

چنانچہ کسی شخص کی افضلیت کے پرکھنے کے لئے تین طرح کے تعلقات کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔

سب سے پہلا تعلق تو اس کا خدا سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا خالق و رازق ہے۔ اس کے فضل کے بغیر اسکا دم آرام سے نہیں گزر سکتا۔ بلکہ آرام تو الگ رہا اسکی زندگی ہی محال ہے۔"

(ii) دوسرے خالق کے بعد ہمارا تعلق مخلوق سے ہے۔ اور ان میں سے کوئی ہمارا محسن ہے۔ کوئی ہمارا معلم ہے۔ کوئی مہربان ہے اور کوئی درد خواہ ہے۔ اگر اخلاق مخلوق سے درست نہ ہوں تو ہم ایک ڈاکو کی طرح ہیں۔ جو دنیا سے اس کے امن و آرام کا متاع لوٹتا اور غارت کرتا ہے۔"

(iii) تیسرا تعلق ہمارا خود اپنے نفس سے ہے۔ کہ یہ ہماری بہت سی توجہات کا محتاج ہے۔ پس وہی کامل ہو سکتا ہے جو ان تینوں معاملات میں کامل ہو۔" نمبر(1)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام صاحبِ کمال لوگوں کے سردار تھے۔ اس لئے آپ کے تعلقات کو تمام جہت سے دیکھتے ہیں۔ تا آنکہ خیرالوریٰ کی تمام صداقتیں روز روشن کی طرح صادق ہو جائیں۔

خدا تعالیٰ سے آپؐ کا تعلق

(1) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 13

خدا تعالیٰ سے آپؐ کا تعلق اس قدر مضبوط تھا کہ کفارِ قریش تمام یہی کہتے تھے کہ محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور عشق کا یہ عالم ہے کہ آپؐ خدا تعالیٰ کے غناء سے اتنے خائف تھے کہ اس کے حضور پہروں سجدہ ریز رہتے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے۔ پھر اسی سے عرض کرتے کہ مجھ سے تو کچھ ہو نہیں سکتا۔ تو خود ہی فضل کر۔ یہ ٹھیک ہے جسے جتنا قرب شاہی نصیب ہوتا ہے اسی طرح وہ خائف بھی زیادہ ہوتا ہے۔ استغفار کی کثرت کرتے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا ہے۔

"کہ خدا کی قسم میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی کمزوریوں سے عفو کی درخواست کرتا ہوں۔"

پس اللہ تعالیٰ سے آپ کے تعلق، محبت، اخلاص و خشیت اور توکل کے اظہار کے لئے بطور پرکھ ایک ہی دعا پیش کرتی ہوں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ۔

پس آپؐ کا حد درجہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکاؤ خوفِ خدا کی علامت ہے اور یہ بغیر کامل تعلق کے پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

مخلوقِ خدا کے ساتھ تعلق

جہاں تک مخلوق کے ساتھ تعلق کا سوال ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک لمحہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ آپؐ نے کس طرح دوست و دشمن کا احترام کیا۔ بچپن سے لے کر تاحیات آپؐ نے ہر رشتہ کو باحسن نبھایا۔ تفصیل میں جانے کی بجائے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ جو آپؐ کی شریک حیات تھیں کی

گواہی کو مستند جان کر آگے چلتے ہیں۔ کیونکہ انسان کے اخلاق کا بہتر سے بہتر گواہ اس کی بیوی ہوتی ہے۔ جس کا تجربہ دوسرے لوگوں کے تجربہ سے بہت زیادہ صحیح مشاہدات پر مبنی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس روزانہ بہت سا وقت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور بہت سی ضروریات میں بھی اس کے ساتھ مشارکت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا یہ گواہی آپ کی نیک سیرتی کے لئے سنگِ میل کا کام کرتی ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ فرماتی ہیں کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ خدا آپ کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپؐ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں اور سچی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پس یہی وہ صفاتِ حسنہ مستند ہیں جو اس زمانہ میں قطعی معدوم ہو چکی تھیں کوئی شخص اس وقت ان اخلاقی خوبیوں کا متحمل نہیں تھا۔ پس یہ معتبر گواہی آپؐ کے اخلاق حمیدہ کے لئے اس حد تک کافی ہے کہ اس کے نتیجہ میں آپؐ رحمۃ اللعالمین باہمت ہوئے اور پیغامِ رحمت لے کر دنیا کی طرف چل نکلے تھے۔

پاکیزگیٔ نفس

تیسری پرکھ کا جائزہ اپنے نفس کے ساتھ تعلقات ہیں "سب سے پہلے تو یہ جان لینا چاہئے کہ آپ تو ابتدائی نقائص سے ہی پاک تھے۔ پھر بھلا سخت ترین نقائص اور کمزوریوں میں کیونکر مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ہاں یہ یاد رہے کہ آپؐ کا ہر کام بلاارادہ ہوتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ کو برائی' بدی اور بد خلقی جیسی عادات کا علم ہی نہیں تھا۔ بلکہ حالات و واقعات کے مطابق انسان میں چڑچڑا پن اور سختی اور کئی چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ بھی آپؐ میں قطعی نہیں تھیں۔ لہٰذا سرور کائنات طیش و غضب سے اس لئے بچتے تھے کہ آپؐ اس

سے نفرت کرتے تھے۔ اور رحم سے محبت کرتے تھے۔ یقیناً" وہ شخص قابل قدر ہے کہ جس کے افعال اس سے بالارادہ سرزد ہوتے ہیں نہ خود بخود' ۔(1)

پس آپؐ جیسا کہ حسن سلوک کرتے تھے تو اس کے مطابق ہی لوگوں کو نصیحت بھی کرتے تھے لوگوں کو عبادت الٰہی کا حکم دیتے تو خود بھی عبادت کرتے تھے۔ لوگوں کو بدیوں سے روکتے تو خود بھی رکتے تھے۔ جو اپنے نفس پر شفقت کا حکم فرماتے تھے تو یہ نہیں کہ خواہ مخواہ کی مشقت میں خود کو ڈال کر فخر خیال کرتے پھریں۔ کیونکہ یہ قطعی نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ مشقت اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ فضلِ ربیؐ کو جذب کرنے کے نتیجہ میں خدا ملتا ہے۔ اور فضل ربیؐ جذب کرنے کے لئے سب سے زیادہ طہارت النفس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسمیں شفقت محبت' حلم' عالی حوصلگی' وقار' جرات دلیری' غناء و قناعت وغیرہ وغیرہ شعبے قابل ذکر ہیں اور اگر ہر شعبہ کو دیکھا جائے تو سیدِ وُلدِ آدم ایک ایک شعبہ زندگی میں کامل تھے۔ تمام خوبیاں آپ کی ذات میں جمع تھیں اور یہی وجہ تھی کہ آپؐ کی ذات تمام انبیاء پر فضیلت رکھتی تھی۔ وہ اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے اور آپؐ ہر رنگ میں کامل تھے۔ کیونکہ آپؐ ہادیوں کے سردار تھے اور ساری دنیا کے ہادی تھے۔

ہاں تو

امام عالم صادق و امین فخر اولین و آخرینؐ کی ذاتی گواہی بھی اگر اس نشست میں پڑھتے جائیں تو یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آ جائے گی کہ بے شک آپؐ نخبۃ الاعیان ہیں۔ اور حضرتِ مسیح موعود علیہ السلام بے شک عاشق صادق ہی ہیں۔۔۔۔

(1) سیرۃ النبی صفحہ 67

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
"مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے پانچ ایسی خصوصیات عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔

(1) مجھے ایک مہینے کی مسافت کے اندازہ کے مطابق خداداد رعب عطا کیا گیا ہے۔

(2) میرے لئے ساری زمین مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔

(3) میرے لئے جنگوں میں حاصل شدہ مال غنیمت جائز قرار دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں تھا۔

(4) مجھے خدا تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کا مقام عطا کیا گیا ہے۔

(5) مجھ سے پہلے ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔ لیکن میں ساری دنیا اور سب قوموں کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ یُعْطِی اللّٰہُ
میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ مجھے دیتا ہے۔

وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ
میرے ذریعے انبیاء پر مہر لگائی گئی ہے۔

46

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ
خُتِمَتْ بِہٖ نَعْمَاءُ کُلِّ زَمَانٍ

ترجمہ: ہر قسم کی فضیلت کی صفات آپؐ پر کمال پر پہنچ گئیں
اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ پر ختم ہوگئیں ہیں۔

پیارے آقا! شہنشاہِ حسن و اخلاق! آپؐ کے احقر ترین غلاموں میں سے ایک غریب و کمزور عورت آپ کی اخلاقی رفعتیں اور بلندیاں کیا بیان کر سکتی ہے۔ جبکہ یہ گواہی تو دو لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے ہی دے دی۔ فرمایا
انک لعلی خلق عظیم یعنی اے محمدؐ ہم نے آپ کو اخلاق کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر پیدا کیا ہے۔ عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کی انتہائے کمال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مثلاً" اگر کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے مطلب یہ ہو گا کہ جہاں تک درختوں کی تناوری طول و عرض ممکن ہے وہ تمام اس درخت کو حاصل ہے۔ اسی طرح جب رب العالمین نے فرما دیا کہ تو خُلقِ عظیم پر ہے تو مفہوم یہی ہوا کہ جہاں تک اخلاقِ فاضلہ شمائلِ حسنہ نفسِ انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ تمام اخلاق کاملہ نفسِ محمدیؐ میں موجود ہیں۔

چنانچہ

اخلاقِ حسنہ کی عمارت کی سب سے پہلی اینٹ سچائی کی ہوتی ہے۔ اور سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو نبوت سے پہلے ہی صدیق و امین

کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اپنے پرائے دوست اور دشمن سب آپؐ کی صداقت کے قائل تھے۔ الغرض انسانی کمالات میں شمار کی جانے والی تمام صفات مثلاً جرأت و شجاعت لطف و عطا۔ صدق و وفا' استقلال و استقامت۔ صبر و قناعت اور توکل علی اللہ اور شفقت علی خلق اللہ وغیرہ وغیرہ نقطۂ کمال تک تھیں۔

پس کامل انسان ہونے کے ناطے جس قدر فضائل و کمالات کسی انسان میں جمع ہو سکتے ہیں وہ آپؐ میں باحسن وجوہ پائے جاتے تھے۔ اسی لئے تو آپ کو دائرہ انسانیت کا نقطۂ مرکزیہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اگر اے محمدؐ تیرا پیدا کرنا مدنظر نہ ہوتا تو میں سلسلۂ مخلوقات کو شروع ہی نہ کرتا۔ جب شروع کیا تو تیرا پیدا کرنا بھی ضروری تھا۔

پس جب ہر لحاظ سے ثابت ہوا کہ اخلاق فاضلہ کی بنیادی صفت سے مزین وہی ایک کاملؐ واحد وجود تھا اور تمام صفاتِ حسنہ اپنی اپنی جگہ معراج پر تھیں۔ کسی بھی صفحۂ حسنِ اخلاق کو پلٹ کر دیکھیں تو یکتا و لاجواب نظر آئے گا۔ اسی لئے تو آپؐ کو خدا تعالیٰ نے طٰہٰ کے لقب سے نوازا ہے۔ مختصر یہ کہ گوشت و پوست کی ذی روح میں اتنی خوبیاں جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ خدا نما بن جائے۔ جب وہ بولے تو خدا بول رہا ہو اور جب وہ مافوق العادت کام کرے تو خدا کر رہا ہو۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

پھر نزدیک ہوا پھر اتر آیا۔ پس وہ تھا اندازہ پر فاصلہ دو کمان کے (سورہ نجم)

کے مطابق وہ خدا تعالیٰ کے اتنے قریب ہو جائے کہ فاصلے ختم ہو جائیں اور بشریت کے تقاضہ کے مطابق صرف دو قوس کا درمیانی خط رہ جائے۔ پس مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر سے یہی لازم آتا ہے۔

"کہ یہ عربی نبیؐ جس کا نام محمدؐ ہے (ہزاروں ہزار درود اور سلام

اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبیؐ ہے۔

اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا بھی انسان کا کام نہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے۔ مگر اس کامل نبیؐ کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوتیں۔" (1)

بخوف طوالت ہر ہر صفت پر وضاحت ناممکن ہے۔ صداقت و امانت دیکھنا ملحوظ ہو تو واقعہ حجر اسود پر نظر ڈالیں۔ حجر اسود کو نصب کرنے کا حق آپؐ نے کیسے بااحسن ادا کیا۔ دشمن سے حسن سلوک و عفو پر غور کریں تو فتح مکہ کا وہ لمحہ سامنے آتا ہے۔ جب آپؐ نے اپنے اموال لوٹنے والے۔ وطن سے نکالنے والے۔ تین سال مقاطعہ کرنے والے۔ انسانیت سوز مظالم کرنے والے دشمنوں پر مکمل قابو پا لیا تو سر قلم کرنے کی بجائے ایک لفظ بھی سخت نہیں کہا بلکہ لاتثریب علیکم الیوم فرما کر عفو عام کی مثال قائم کر دی۔

پھر دوسرے مصرعہ میں فرمایا ہے کہ تمام زمانے کی نعمتیں بھی آپؐ پر ختم کی گئی ہیں۔ جہاں تک نعمتوں کا تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ سے بات کرنا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہی نا کہ انسان سے خدا تعالیٰ مکالمہ مخاطبہ کرے۔ تو اس نعمت سے وافر ترین حصے سے حضرت سیّد وُلدِ آدمؐ کی جھولی بھری پڑی ہے۔ قرآن مجید کی 6666 آیات خدا تعالیٰ سے آپ کے مکالمہ کا ثبوت ہی تو ہیں۔

یعنی

روحانی نعمت نبوت آپ کو نہایت اکمل صورت میں نصیب ہوئی اور آپؐ کو خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کا شاہد بنایا۔ خاتم بنایا۔ آپؐ کو خاتم النبیین کا لقب

(1) حقیقۃ الوحی

عطا ہوا۔ چنانچہ نبوت کا کوئی درجہ اور کوئی مقام ایسا نہیں جو کسی اور نبی کو حاصل ہو۔ گویا آپؐ کا فیض تمام نبیوں کے فیض سے زیادہ ہے۔ آپ کا کوئی فعل و قول اپنا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ خدا کا ہوا کرتا تھا بلکہ نبوت سے پہلے بھی آپ کو تائید روح القدس حاصل تھی۔ اور ہردم ہر لحظہ اور ہر وقت یہ قوت آپؐ کے تمام قویٰ میں کام کرتی تھی کیونکہ مقربوں کا تو روح القدس کی تاثیر سے ایک دم کے لئے علیحدہ ہونا بھی ناممکن ہے۔ پس سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نطق، کوئی کلمہ بھی اپنے نفس کی طرف سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ سراسر وحی کی روشنی ہوا کرتی تھی اور اس سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہوگی کہ آپؐ نے یہ تاثیر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اپنی امت کو بھی منتقل کی۔ اللہ تعالیٰ کلیم ہے وہ آج بھی باتیں کرتا ہے اور وحی کرتا ہے اور یہی تو وہ فیض ہے جو امت محمدیہؐ کو جاری و ساری ہے۔

اور آپؐ

تو سید المقربین ہیں۔ سرچشمہ ہیں برکتوں اور روشنیوں اور پاکیزگیوں کا۔۔۔۔
پھر آپ کے فیض سے یہ برکت اور یہ نور ایک سچے مقرب کو کیوں کر نہ تقسیم ہو۔
جبکہ آپؐ تو قاسمؐ ہیں آپؐ اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور مخلوق کو افاضہ رحمت پہنچاتے ہیں۔
(وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ) (انبیا)
تو رحمت کا کام یہی ہے کہ رحمتیں بانٹ دے۔ تقسیم کردے۔ اور لوگوں کی جھولی بھر دے اسی لئے تو کوئی جھولی آپ کے در و دیوار سے خالی نہیں لوٹتی اور یہی فیضان اور چشمہ و رحمت و برکت ہے۔

پھر ایک نعمت آپ کی شفاعت بھی ہے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جو کسی نبی کو بھی روزِ قیامت اپنی امت کی سفارش کا حق نہیں ہوگا۔ لیکن تاج

المرسلینؐ نے اپنی امت کو اتنا قرب عطا کیا کہ آپؐ کا ہاتھ آخر تک نہیں چھوڑیں گے۔ گناہ اور لغزشیں جو بھی سرزد ہوئی ہوں گی ان کے واسطے پھر اپنے محبوب خداوند عالم سے امت کی شفاعت مانگ لیں گے۔ بخشش مانگ کر اپنی محبت کا کلی ثبوت دیں گے۔

اولاد بھی ایک نعمت ہے۔ بیشک یہ ٹھیک ہے کہ سرور کائنات کی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔ مگر روحانی اولاد کا تاقیامت قائم و دائم رہنا بھی ایک عظیم افضلیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپؐ نے روحانی اولاد پائی جو ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ شریعت آپ کو نصیب ہوئی تو کامل جو مُہرِ آخر ہے۔ شفاعت کی اجازت یہاں تک آپ کو نصیب ہوئی کہ کوئی کلمہ گو دوزخ میں نہیں رہے گا۔ روحانی اولاد ایسی نصیب ہوئی کہ ہر فرد بشر کو وہ طاقتیں عطا ہوئیں کہ سابقہ انبیاء کی تمام تر قوتیں، صفات اور برکات وہ اپنے اندر جذب کر سکیں گی۔ حضور کی قوت قدسی کی شان ملاحظہ ہو کہ خاتم الانبیاء کا ایک غلام آج **غلام احمد** ہے سو آپ کے سامنے روحانی فتوحات کا ثبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں ہے۔ کہ اس سے عظیم تر فتح کون سوچ سکتا ہے۔ کہ روحانی اولاد سے شجرہ چل نکلے۔ باقی رہا دنیوی فتوحات تو وہ بھی ایک نعمت ہوا کرتی ہے۔ تو یاد رہے کہ

ورزق ربک خیر و ابقی

کہ تیرے رب نے جو کچھ تجھے عطا کیا ہے۔ وہ بہت اچھا اور عمدہ ہے۔

چودہ سو سال سے کوئی غیر مسلم قوم مکہ معظمہ مدینہ منورہ، یمن، بحرین، نجد اور جزیرہ عرب پر قابض نہیں ہو سکی اور خدا کے فضل سے یہ نعمت دنیوی بھی آپؐ کے ماننے والوں کے پاس ہی ہے۔ اور امت ملی تو ہر روز پانچ دفعہ با آواز بلند آپ کی نبوت کی گواہی دینے والی اور صبح و شام لحظہ بلحظہ درود و سلام بھیجنے والی ہے۔

الحمدللہ

حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چہرہ مبارک سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے فرمایا کہ تیرا رب تجھے فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تیری امت میں سے اگر کوئی شخص ایک دفعہ تجھ پر درود بھیجے تو میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں گا اور تیری امت میں سے اگر کوئی شخص تجھ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے تو میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔
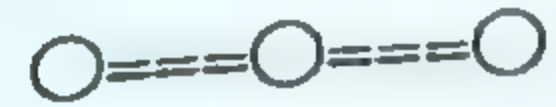
O===O===O

رحمتیں پیارے نبیؐ پر ہوں سدا اور بے شمار
وہ رہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں کامگار

آمین

47

وَاللّٰهِ إِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ
وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

ترجمہ: بخدا بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (خدا کے) نائب کے طور پر ہیں اور آپؐ کے ہی ذریعے دربار شاہی میں رسائی ہو سکتی ہے۔

ہے قسم اللہ کی جو تجھ کو پا سکتا نہیں
بارگاہِ ایزدی میں بھی وہ جا سکتا نہیں

ملک عرب میں یہ عام رواج ہے کہ بات بن بات پر قسم کھا لیتے ہیں اور اکثر محاورۃً بھی قسم کھاتے ہیں۔ لیکن میرے ملک میں قسم اور خاص طور پر خدا تعالیٰ کی قسم بہت احتیاط سے کھائی جاتی ہے۔ مگر مندرجہ بالا شعر میں قسم کھانے والی ایک عظیم ہستی ہے۔ ایک نبی کی ذاتِ بابرکات ہے۔ جس کی شان ہی سچائی ہے۔ اس لئے وہ ہستی مہر ثبت کرنے کے لئے حرفِ آخر کے طور پر فرماتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی قسم میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمدؐ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایسے گورنر ہیں اور خدا کے در کے ایسے دربان ہیں کہ کوئی شخص بھی بالا بالا اس دربانؐ سے ہٹ کر خدا تعالیٰ تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ آپ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے۔ اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے دروازہ پر دستک دینے کے لئے بے چین ہے تو سن لے کہ اس کی پکار کا جواب صرف اور صرف سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہی آئے گا۔

گویا مہدی موعود علیہ السلام نے یہاں مقدس دربان و عظیم گورنر کا
واسطہ لازمی قرار دیتے ہوئے اپنے پیارے محسن کی ذات کو کتنا بلند و ارفع کر
دیا کہ تمام سابقہ انبیاء کو مشہود و ماموم قرار دے دیا گیا ہے یعنی فخرِ دو جہاں محمدؐ
مصطفیٰ امام المرسلین ہیں اور تمام ملت کے کارخانوں کے نگران ہیں اور تمام
دشوار گزار راستوں کے راہبر و راہنما ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف جانے
والے تمام راستے ایک ہی گورنر کی نگرانی میں ہیں۔
پس دنیا والو جان لو کہ آپؐ تو خدائے رحمان کے نشان ہیں۔ آؤ مل کر
اسی راستہ کو چلیں کیونکہ یہی دربار شاہی کا راستہ ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ
اس دربار کا گورنر جو بھی ارشاد فرمائے وہی ہمارا راستہ ہو اور وہی ہماری منزل
ہو۔ اسی لئے تو قرآن میں اللہ تعالیٰ واضح لفظوں میں فرماتا ہے کہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سورہ سبا آیت 29)

اور بھیجا ہم نے تمہیں مگر سب لوگوں کے لئے

یعنی ایک دن ایسا آئے گا کہ جس راستے پر خدا کے سچے رسول محمدؐ
مصطفیٰ چلے ہیں وہی نقش پا انسانوں کا مقدر بن جائے گا۔ کیونکہ "ہمارا رسول
اس بات میں واحد ہے کہ اس کی پیروی کی جاوے۔ اور اس بات میں بھی
واحد ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ہے۔ اور وہ ہی یکتا مطاع ہے۔" (2) اور جو کوئی
آپ کے چشمۂ فیض سے نہیں پیتا وہ محروم ازلی ہے۔ (1) دوسرے اس الہامی
شعر میں آپ نے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ آپؐ سیّد وُلدِ آدمؑ مخلوق اور
خالق کے درمیان بطور واسطہ کے ہیں۔ اب کوئی عمل بھی اس کے نزدیک
قابل قبول نہیں ہے۔ جب تک کہ آپ کی شریعت کے مطابق نہ ہو اور آپؐ
کے طریقہ پر نہ کیا جائے۔

---

(1) سورہ سبا آیت نمبر 29 مسنن الرحمٰن صفحہ 21-20

چنانچہ

یہ ایک منادی ہے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کی کہ اے دنیا والو! یاد رکھو کہ میں
تمہارا خالق و مالک ضرور ہوں اور تم سے محبت کرتا ہوں اور اگر تم بھی مجھ
سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریق کار ہے کہ "احمد مجتبیٰ کی چال
اختیار کرو"۔ آپ کے پیچھے پیچھے چلو۔ تم پھر محب کیا میرے محبوب بن جاؤ
گے۔" کیونکہ اسلام نام ہے فرمانبرداری کا۔ سارے جہاں کو تو موقعہ نہیں ملتا
کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں سنے اس لئے پہلے نبی سنتا ہے پھر اوروں کو سناتا
ہے۔ سو پہلا مرتبہ یہی ہے کہ انسان نبی کی صحبت میں رہے اور اس کی کامل
اطاعت کرے۔" دوسرے اسلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ سر رکھ دینا۔ جان
سے۔ دل سے۔ اعضاء سے۔ مال سے۔ غرض ہر پہلو اور ہر حالت سے
اطاعت کا ثبوت پیش کرنا ہی محمدؐ عربی آقائے دو جہان کی پیروی کہلاتا ہے۔ اور
یہی وانسرائے کی شایان شان ہے کہ اس کے رنگ میں انسان رنگین ہو
جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی رنگ ہے اور یہی اس کو پسند ہے۔ سو اس
محمدیؐ رنگ میں رنگین ہو کر اگر کوئی خدا تعالیٰ کے دربار تک پہنچ جائے گا تو
اللہ تعالیٰ بموجب اپنے وعدے کے تمام انعامات سے اسے بھر دے گا۔ اور
سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ انسان کو کوئی خوف اور کوئی غم نہ ہو۔ وہ بے
نیاز ہو جائے اور خدا کے بتائے ہوئے راستوں پر چل نکلے اور ہر نیکی وہ
رضائے الٰہی کے لئے کرتا جائے اس کی آرزوئیں، امیدیں اور اس کے
خیالات، افعال سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور فرمانبرداری کے نیچے
ہوں۔ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرفہرست رکھے ساری توجہ خدا تعالیٰ کی
طرف ہی لگا دے اور ایسے طریق پر کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم اتنا
ہی ہو کہ اس بات کو کامل طور پر سمجھے کہ خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ خدا تعالیٰ

کے انعام کو یاد کرے کہ کیسا پیارا نبی محبتوں کا منبع اور رحمتوں کا سرچشمہ مجھے عطا کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آیئے قارئین! اسی نشست میں بڑی پیاری سی بات پلے باندھ لیتے ہیں کہ یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تخلیق الاول سے بے حد پیار ہے اور یہ بھی پکی بات ہے کہ سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی تخلیق الاول ہے۔ چنانچہ اپنے پیار کے صدقے اللہ تعالیٰ نے فخر الانبیاء کو وہ محبت' خصوصیات اور رفعت عطا کی ہے جو کسی نبی اور پیغمبر کو روز ازل سے لے کر آج تک نصیب نہیں ہوئی۔

(1) حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے سرور کائنات سید ولد آدمؑ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے دیا جیسے کہ فرمایا وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ صرف اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ (سورہ فتح آیت 11)

(2) جب تو نے پتھر پھینکے تو تو نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے (انفال 18)

(3) پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا ارفع مقام عطا کیا جو کسی بشر کو حاصل نہیں ہوا فرمایا!

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

بالکل متوقع ہے کہ تیرا رب تجھے حمد کے مقام پر کھڑا کر دے (بنی اسرائیل 80)

پھر آیئے اس محبت کا معراج دیکھتے ہیں کہ مقام محمود کیا ہے؟ خدا تعالیٰ نے حمد کا اتنا بلند مقام عطا فرمایا کہ حتمی رنگ میں تاقیامت وجہ تخلیق کائنات پر درود بھیجنے کا حکم صادر کر دیا۔

چنانچہ

جیسے کہ اس مبارک ارشاد ربانی کے متعلق سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و صفا دیکھئے! آپؐ نے ہر ایک قسم کی بد تحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔ یہی صدق و صفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

(احزاب)

"اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی نبی کریم پر درود و سلام بھیجو۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کیے۔ یعنی آپؐ کے اعمال صالح کی تعریف تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و صفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر درود بھیجیں"۔

عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع مقام کے متعلق فرماتے ہیں کہ

(1) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے ــــــــ سو دیکھو کہ اپنے نام میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر شامل کر لیا۔" (1)

O===O===O
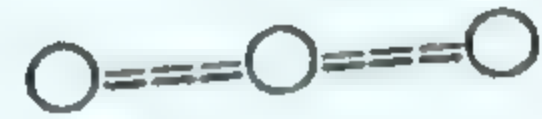
کروں کیا وصف اس شمس الضحیٰ کا
کہ جس کا چاند یہ بدر الدجیٰ ہے
محمدؐ قاب قوسین محبت
شفیع وصل انسان و خدا ہے

(نمبر1 سرمہ چشم آریہ صفحہ 229-230)

48

هُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمُقَدَّسٍ
وَبِهٖ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِيْ

ترجمہ: آپؐ ہر ایک مطہر اور مقدس کا فخر ہیں اور روحانی لشکر آپؐ پر ہی ناز کرتا ہے۔

یہ اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس قدر مقدس جذبے سے رقم فرمائے ہیں کہ نبیؐ پاک محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضیلت و رفعت کو یکتائی کا درجہ دے دیا ہے۔ لفظ کل پر زور دیکر آپ نے ثابت کیا ہے کہ فخرؐ موجودات رحمتہ اللعالمین تھے اور دونوں جہانوں کے لئے مکمل رحمت تھے بلکہ صفت رحمانیت کی بناء پر مومن و کافر سب کو یکساں فوائد و رحمت مہیا کرتے تھے۔ گویا آپؐ صفات خداوندی کے کامل مظہر تھے۔

بے شک

فخر کرتے ہیں تجھی پر طاہران قدسیاں
ناز کرتا ہے تجھی پر لشکر روحانیاں
ہر مقرب سے تو افضل آخر آنے سے نہیں
ہر فضیلت نیکیوں سے ہے زمانے سے نہیں

لیکن

حضور نے اس سے بھی پیارا ایک شعر فرمایا ہے جو بے ساختہ قلم نے

سپرد قرطاس کر دیا ہے۔ اور یہی نکتے کو برموقع واضح کرتا ہے فرماتے ہیں:

وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلین ہے
وہ طیب و امین ہے اس کی ثناء یہی ہے

گویا آپؐ کو سید ولد آدم بھی اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپؐ دین کے شاہ ہیں اور شریعت کے شہنشاہ ہیں۔ تمام انبیاء پر حالات و زماں کے مطابق شریعت نازل ہوتی رہی بشیر و نذیر وہ بھی تھے کبھی قوم کو بشارت دی اور کبھی تربیتی نقطہ کے مطابق انذاری صورت اختیار کی کیونکہ توحید سب کا نقطہ مرکزیہ تھا۔

بالکل اسی طرح

جب خاتم النبین تاج مرسلین محمد مصطفیؐ تشریف لائے تو آپؐ کا نقطہ مرکزیہ بھی توحید ہی تھا۔ لیکن کسی خطہ خاص کے لئے نہ تھا اور نہ کسی زمانہ و اقوام خاص کے لئے تھا بلکہ آپؐ تو تمام جہانوں کے لئے ہادی برحق ہو کر آئے تھے اور آپؐ نے ہدایت کے تمام خزینے کھول دیئے۔ دین کی کوئی بھی باریک سے باریک راہ ایسی نہ رہنے دی جو تشنگی لئے ہوئے ہو اور کسی جن و انس کی محتاج رہی ہو۔ دین کی سب راہیں آپؐ نے کشادہ کر دیں۔ رحمتوں اور برکتوں کی شاہ راہیں آسان کر دیں حالانکہ آپؐ تو امی تھے۔ قربان جائیں ایسے امی کے جس نے معلم اعظمؐ بن کر تکمیل دین کی بشارت عطا کر دی۔

آپؐ کو یاد ہو گا ایک موقع پر فتح مکہ کے مبارک دن پر خدا تعالیٰ نے تکمیل دین کی بشارت عنایت کر کے شاہ دین کی مہر آپؐ پر لگا دی تھی اور پھر ایک دن آپؐ کو خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کا شاہد قرار دے کر محبت کی انتہاء کر

دی پس اے تاج مرسلین آپؐ تو ہر مطہر و مقدس کے لئے فخر کے مقام پر کھڑے ہیں۔ بلکہ آپؐ کا بشر ہونا بھی آدمیت کے لئے باعث فخر ہے اسی لئے تو حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا فرمان ہماری توجہ کا مرکز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نازل فرما کر انسانوں پر ایک بڑا احسان فرمایا ہے تاآنکہ اشرف المخلوقات صحیح معنوں میں اشرف ہو جائے پس قابل مبارکباد ہیں وہ انسان جن کی خدمت پر خدا تعالیٰ نے فرشتے تک معمور کر دیئے ہیں۔ بلکہ اپنی باقی مخلوق بھی مسخر کر رکھی ہے۔ اور صفت رحمانیت کے مطابق سہولتیں نعمتیں نہ صرف ان کا مقدر ہیں بلکہ انہیں برکتیں بانٹنے والے وجود بھی بنا دیئے گئے ہیں۔

لیکن

اس سے بھی زیادہ قابل مبارکباد وہ وجود ہے جس کی ذات بابرکات پر فخر کرنے والے لوگ مطہر و مقدس ہیں۔ کیونکہ اپنے سردارؐ محبوب خدا کی روحانی فوج میں شمولیت ہی ان کے لئے باعث صد افتخار ہے وہ صادق الاخلاص لوگ قرآن مجید سے پیار کرتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ کلام اللہ سے پیار کرنا اور تفکر اور تدبر سے اسے پڑھنا اور اس کی اشاعت و تفسیر کے لئے سرگرداں رہنا انہیں خود بخود مقدس و مطہر لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیتا ہے اور ایک روحانی لشکر تیار ہو جاتا ہے۔ جس کے سالار محمد مصطفیؐ احمد مجتبیٰ ہوتے ہیں پس اے سالار اعظم آپؐ تو دربار شاہی کے وائسرائے بھی ہیں۔ مبارک ہو اے امت محمدیہؐ کہ تیرا آقا و مولی آقائے دوجہاں ہے اور روحانی لشکر کا یہ سالار ہے ہاں وہی روحانی لشکر جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پر مشتمل آپؐ کی آمد مبارک کی پیشگوئیاں کرتا رہا تھا۔

اور بروز قیامت

اے فخر الانبیاء اس لشکر روحانی کی سچائی و صداقت پر آپؐ شہادت دیں

گے اور ہر نبی کو امتی کے لقب سے نوازیں گے۔ یہی تو سرور کائنات کی جملہ مقربان بارگاہ الٰہی سے افضل اور بہتر ہونے کی ایک واضح دلیل ہے۔ بے شک ہمارا آقا و مولیٰ خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔

اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر و برکت کا موجب قرار دے دیا ہے یعنی خیر و برکت کو محمدؐ رسول خدا کی محبت و پیروی پر منتج کر دیا۔

گویا

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کی پیروی میں اپنا قرب و پیار رکھ دیا اور وعدہ فرما دیا کہ تیری پیروی کرنے والے میری محبت حاصل کریں گے اور رحمت ان کے گھر کا شہتیر ہو گی ان کی تمام خطائیں معاف ہوں گیں اور ان کو پاک زندگی عطا ہو گی یعنی سرور کائنات کی اطاعت کو پاکیزہ قوتیں پاکیزہ حواس اور پاکیزہ علم سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ بیشک اے وجہِ تخلیق کائنات! آپؐ خیر و برکت کا منبع ہیں۔

اس میں شک کی گنجائش قطعی نہیں ہے کہ فخر الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے باعثِ فخر ہیں بلکہ آپؐ کا بشر ہونا بھی آدمیت کے لئے فخر کا موجب ہے۔ اسی لئے تو حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا فرمان ہماری توجہ کا مرکز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نازل فرما کر انسانوں پر ایک بڑا احسان فرمایا ہے کہ اشرف المخلوقات صحیح معنوں میں اشرف ہو جائے اور قابل مبارکباد ہیں وہ انسان جن کی خدمت پر خدا تعالیٰ نے فرشتے معمور کر دیئے ہیں اور اپنی باقی مخلوق مسخر کر دی ہے حتیٰ کہ صفتِ رحمانیت کے مطابق باقی سہولتیں نعمتیں برکتیں انہیں میسر کر دی ہیں۔

لیکن

اس سے بھی زیادہ قابلِ مبارکباد وہ وجود ہے کہ جس کی ذاتِ بابرکات پر فخر کرنے والے مطہر و پاکیزہ لوگ ہیں وہ صرف عام انسانوں کے لئے ہی جائے فخر نہیں ہے بلکہ مقدس و مطہر لوگوں کا سرتاج ہے اور اپنے پیارے سردار محبوب دو عالم کی روحانی فوج میں شمولیت ہی ان کے لئے باعثِ صد افتخار ہے وہ صادق الاخلاص لوگ قرآن مجید سے پیار کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ لا یمسہ الا المطھرون گویا کہ کلام اللہ سے پیار کرنا تفکر اور تدبر سے اسے پڑھنا اور اس کی اشاعت و تفسیر کے لئے سرگرداں رہنا انہیں خود بخود مقدس و مطہر لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیتا ہے اور ایک روحانی لشکر تیار کر دیتا ہے جس کے سالار فخر موجودات محمد مصطفیٰؐ احمد مجتبیٰ ہیں۔

اسی لئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید کی عظمت کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔

"قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر فوری اور معنوی اعراض نہ ہو۔ تو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو بجز قرآن کس کتاب نے ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی ہمیں ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دی گئیں۔ جو نبی، صدیق، شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں"۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم
اللھم صل علی محمد و ال محمد

O===O===O

یعنی جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اس طرح دعا کرے کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور ان کو قیامت کے دن اپنے خاص قرب کے مقام پر فائز فرما تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔

O===O===O

محبوبِ خدا، مخدوم ملک کیا شان ہے کملی والے کی
ہے قادر مطلق یاروں میں جبریل ہے خدمت گاروں میں

49

هُوَخَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُّتَقَدِّمٍ
وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانٍ

ترجمہ: آپؐ ہر مقرب اور (راہ سلوک میں) آگے بڑھنے والے سے افضل ہیں اور فضیلت کارہائے خیر پر موقوف ہے نہ کہ زمانہ پر۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ فضیلت پہلے یا پیچھے آنے کی وجہ سے ہرگز نہیں ہے بلکہ فضیلت دراصل اعلیٰ درجہ کے نافع اعمال پر موقوف ہے یعنی فضیلت کمالات سرور کائنات محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حاصل ہے وہ درحقیقت نیکیوں اور تقویٰ سے ہے اور نافع اعمال سے ہے کسی خاص زمانے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

لہٰذا تھوڑی سی وضاحت نافع اعمال کی پیش کرنے کے لئے ہمیں ارکان اسلام پر بھی جزوی طور پر روشنی ڈالنی پڑے گی آیئے دیکھتے ہیں کہ سیّد وُلدِ آدم حضرت محمد مصطفیٰؐ سرور کائنات کس طرح عبادت الٰہی میں شب و روز مشغول رہتے تھے اگرچہ حسب حکم الٰہی آپؐ کا معمول یہی تھا کہ

فاذا فرغت فانْصب والی ربک فارغب
یعنی تو فارغ ہو تو محنت کر۔ اور اپنے رب کی طرف رغبت کر۔

عبادت نماز

اگرچہ نبوت سے پہلے بھی آپؐ عبادت کیا کرتے تھے۔ مگر جب نبوت کے بعد آپؐ کو نماز کے احکامات اور طریقہ وغیرہ بتا دیا گیا تو آپؐ فرائض پنجگانہ کے علاوہ کم از کم سنت و نوافل 39 رکعات ادا فرمایا کرتے تھے صبح کی دو رکعتوں کے آپؐ سختی سے پابند تھے کسی وقت اگر سنتیں خلاف معمول چھوٹ جاتیں تو ان کو قضا پڑھتے تھے۔ یاد رہے کہ ایسا واقعہ حضر میں صرف ایک دفعہ پیش آیا۔

آپؐ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے حضرت ام سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ آپؐ کچھ دیر کے لئے سوتے پھر کچھ دیر اللہ کی نماز میں مصروف ہو جاتے پھر سو جاتے اور پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے یعنی سپیدہ صبح نمودار ہوتے ہی آپ بیدار ہوتے صبح کی سنتیں ادا کر کے مسجد کو تشریف لے جاتے اور اس وقت زبان پر یہ الفاظ مبارک ہوتے۔

اللھم اجعل فی قلبی نوراً و اجعل فی لسانی نوراً واجعل فی سمعی نوراً واجعل فی بصری نوراً واجعل من خلفی نوراً واجعل من امامی نوراً واجعل من فوقی نوراً واجعل من تحتی نوراً اللھم اعطینی نوراً

شب کے وقت میں ذوق و شوق اور وجد کی حالت میں آپؐ نماز پڑھتے اس کا نقشہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے کبھی پوری پوری رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہتے سورہ بقرہ سورہ ال عمران اور سورہ النساء کی آیات پڑھتے اور جب کوئی خوف و خشیت کی آیت آتی تو خدا سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے کوئی رحمت یا بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دعا مانگتے قرأت اتنی زور سے فرماتے کہ دور دور تک آواز جاتی

اور لوگ بستروں پر پڑے پڑے آپ کی آواز سنتے تھے۔۔۔ حضرت خبابؓ کی روایت ہے کہ ایک شب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو صبح تک مصروف رہے۔ (1)

اور پھر

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے بارے میں یہ ایک وضاحت سامنے آتی ہے کہ کاشانۂ نبوت میں کوئی قابل زکوٰۃ چیز سال بھر تو کیا رہتی یہ بھی پسند خاطر نہ تھا کہ شب گذر جائے اور مال و دولت کا کوئی نشان گھر کے اندر رہ جائے ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آئی کہ وہ شام تک ختم نہ ہو سکی آپؐ نے رات بھر مسجد میں آرام فرمایا ور کاشانۂ اقدس میں اس وقت تک قدم نہیں رکھا جب تک حضرت بلالؓ نے آکر یہ اطلاع نہ دی کہ یا رسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کیا"۔

بے شک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسلام سے پہلے بھی بہت خیرات کیا کرتے تھے جیسا کہ آغاز اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے شہادت دی ہے اور بعد میں بھی آپؐ کی یہی کیفیت رہی کوئی چیز نقد اپنے پاس رہنے نہیں دیتے تھے جو کچھ آتا مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

قارئین آپ کو تو یاد ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو حکم عام تھا کہ جو مسلمان مرجائے اور اپنے ذمے قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دو میں اس کو ادا کروں گا اور جو ترکہ چھوڑ جائے وہ وارثوں کا حق ہے مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔

(1) بخاری باب صلوٰۃ

روزه

اسی طرح رمضان کے مہینہ میں آپؐ بہت زیادہ عبادت بجا لاتے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ فیاض تو تھے ہی لیکن جب رمضان کا مہینہ آتا تو جبرائیل قرآن سنانے آتے تو آپؐ کی فیاضی کی کوئی حد نہ رہتی آپؐ کی فیاضی ہوا سے بھی آگے نکل جاتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپؐ رات بھر بیدار رہتے تھے اس آخری عشرہ میں آپؐ اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے یعنی ہمہ وقت پورے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔

مکہ شریف میں آپؐ متواتر کئی کئی مہینوں کے روزے رکھتے تھے لیکن مدینہ آکر اس معمول میں فرق آگیا پھر دو مہینے شعبان اور رمضان تو آپؐ پورے روزوں میں گزارتے تھے عموماً" مہینہ میں تین دن آپ روزہ سے رہتے تے اسی طرح محرم کے دس دن آپؐ روزوں میں گزارتے تھے کبھی کبھی آپؐ صوم وصال بھی رکھتے تھے یعنی متواتر کئی کئی دن تک ایک روزہ رکھتے تھے۔ بیچ میں مطلق افطار نہیں کرتے تھے لیکن صحابہؓ نے آپ کی تقلید کرنی چاہی تو آپؐ نے منع فرمایا۔

ہاں تو

تلاوت

خداوند عالم کی طرف رغبت کرنے کا موجب تلاوتِ قرآن مجید بھی ایک مستند حقیقت ہے اور اپنے خالق کے حکم کے مطابق حضرت محمدؐ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا یہ عالم تھا کہ جنوں نے بھی آپ کی تلاوت سنی تھی

اور

یہی تو وہ عطا شدہ خزینہ تھا جو خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ فخرِ رسل کو خدائے رحمان کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ یہ علوم و حکمت سے پُر قرآن مجید انسانیت تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کامل کو چن لیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی ہو تو (سمجھو کہ) اسے (ایک) بہت ہی نفع رساں چیز مل گئی۔ (البقرہ)

چنانچہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نعمت عظمیٰ انسانیت کے لئے لائے اس کے بارے میں خداوند عالم نے خود تصدیق کر دی کہ یہ پاکیزہ کتاب حکمتوں سے پُر خزینہ ہے۔

اور

فخرِ رسل محمدؐ نے اس حکمتوں سے پُر خزینے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور تاحیات اس نور کے لبادہ کو اوڑھے رکھا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ آپؐ کی لائی ہوئی مقدس تعلیم اور قوت قدسیہ نے جو روحانی انقلاب پیدا کیا اور مردہ دنیا کو ظلمات سے نکال کر زندہ جاوید کر دیا اس بارہ میں حضرت امام الزماں علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"وہ جو عرب کے بیابان ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں

مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

اللھم صل وسلم و بارک علیہ والہ بعدد ھمہ و غمہ و حزنہ لھذاہ الامتہ و انزل علیہ انوار رحمتک الی الابد

(برکات الدعا صفحہ 10)

بحوالہ مرزا غلام احمد صفحہ نمبر481

50

وَالطَّلُّ قَدْ يَبْدُوْ أَمَامَ الْوَابِلِ
فَالطَّلُّ طَلٌّ لَيْسَ كَالتَّهْتَانِ

ترجمہ: اور ہلکا مینہ (یعنی پھوار) کبھی موسلادار بارش سے پہلے ہوتا ہے ہلکا مینہ ہلکا مینہ ہی ہے موسلادار بارش کی طرح نہیں۔

عموماً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مقربان بارگاہ الٰہی سے افضل ہیں تو انبیاء جو آپؐ سے پہلے خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کئے گئے تھے ان کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے؟

تو اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ بیشک یہ ٹھیک ہے کہ ہلکی ہلکی بارش موسلا دار بارش سے پہلے ہوا کرتی ہے۔ لیکن ہلکی بارش اور موسلادار بارش میں بڑا فرق ہے۔ یہاں سرور کائنات خیر البشر محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو موسلادار بارش یعنی جھڑی سے مشابہ کیا گیا ہے اور باقی ان تمام انبیاء کو ہلکی بارش سے تشبیہ دی گئی ہے جنہوں نے آپؐ کی آمد کی اطلاع دی تھی۔ کیونکہ ہمیشہ تیز جھڑی سے پہلے جو ہلکی پھوہار برستی ہے وہ اس موسلادار بارش کا پیش خیمہ ہوتی ہے جو بعد میں آنے والی ہے اور درحقیقت وہ مطلع کر رہی ہوتی ہے کہ بڑی بارش ہونے والی ہے۔

یاد رہے کہ پچھلے اشعار میں بانیے سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس نے بحیثیت ایک محب کے اپنے محبوبؐ کی تمام ذاتی خوبیوں کو اجاگر کر کے واضح کیا

ہے کہ آپؐ کتنے مطہر و مقدس ہیں کہ آپؐ پر نازل ہونے والے کلام پاک کو صرف اور صرف مطہر لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ لہٰذا اسکی حفاظت کا ذمہ بھی خدا تعالیٰ نے خود لے لیا اور یہ محبوب کے پیار کا کیسا انوکھا انداز ہے جو کسی اور مرسل و رہنما نبی اور پیغمبر کو نصیب نہیں ہوا۔ اور یہی تو مثالی دلیل ہے کہ آپؐ ہی قدوس و سبوح خدا کے مظہر کامل ہیں۔

اور اسی لئے تو

یہ تمام روحانی لشکر آپؐ کی ہی ذات بابرکات پر فخر کرتا ہے۔ پھر آپؐ کے کمالات اور اخلاق حسنہ کا نقشہ واضح طور پر ہمارے سامنے رکھ کر فرماتے ہیں۔ کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے جو فضیلت تمام انبیاء پر عطا کی ہے۔ وہ کسی زمانے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ فضیلت آپؐ کے کمالات اور کارناموں پر موقوف ہے۔

سنت اللہ کے مطابق پہلے بھی قوموں میں انبیاء آتے رہے جو کسی خاص خطہ کے لئے ہی ہوتے تھے۔ یا کسی خاص قوم کے لئے بھیجے گئے تھے یا پھر کسی خاص زمانے کے لئے نازل فرمائے جاتے تھے۔ لیکن رسول پاک محمدؐ مصطفیٰ احمدؐ مجتبیٰ کو یہ سب سے بڑی فضیلت حاصل ہے کہ نہ تو آپؐ کسی خاص خطہ کے لئے ہیں نہ کسی خاص قوم کے لئے اور نہ کسی خاص زمانے کے لئے نازل کئے گئے تھے آپؐ کا وجود مبارک نہ صرف وجہ تخلیق کائنات بلکہ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت و راہنمائی کے لئے قیامت تک کے لئے اتارا گیا ہے بلکہ بعد از قیامت شفاعت کے لئے بھی آپؐ امت کے لئے نافع و شافع قرار دیئے گئے ہیں۔

ہاں آپؐ انبیاء کے موعود بھی ہیں اور آپؐ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے؟

کہ آپؐ کی آمد کی اطلاع تمام رسولوں نے دی۔ چنانچہ دنیا کی تمام اقوام کو انتظار تھا لہٰذا آپؐ انبیاء کی صداقت کا موجب بھی ٹھہرے کہ ان کی دی ہوئی خبر حق و صداقت پر مبنی تھی چنانچہ نبیوں کا سردار اور رسولوں کا سرتاج وقت مقررہ پر نازل ہو گیا اور روحانیت کی دنیا میں موسلادار بارش کی طرح رحمت و عرفان کے خزینے ہر مکان و مکین تک پہنچا دیئے۔ بیشک ایسی بارش جو موسلادار ہو مکان و زمان سے آزاد ہر دل پر جا برستی ہے اور بندگان الٰہی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ الحمد اللہ

چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق تمام انبیاء کو نازل فرمایا تھا۔ اس لئے مشن سب کا ایک ہی تھا۔ لہٰذا ہر ایک نے توحید الٰہی پر زور دیا اور اپنی اپنی محبت کا اظہار کیا مگر اپنے اپنے انداز میں ہر ایک اپنا مشن پورا کر گیا۔ کیونکہ محبت کے اپنے اپنے رنگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر نبی کو خدا سے عشق و محبت تھی۔ تبھی تو خدا کے جلوے انہوں نے دیکھے اور بیان کئے لیکن جب سید الانس و جان حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان کی محبت کا رنگ ہی کچھ اور تھا۔ گو مشن آپؐ کا بھی توحید الٰہی تھا مگر آپؐ نے توحید الٰہی کی عظمت و جبروت کا اظہار اس رنگ میں کیا کہ اس کی نظیر پہلے کسی نبی میں نہیں ملتی۔

یہاں محب اور محبوب کی محبت کا انداز ملاحظہ کیجئے چونکہ آپ نبیوں کے موعود تھے اور آپؐ کی آمد ہی تکمیل دین تھی۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ کی محبت بھی انوکھا رنگ لئے ہوئے تھی۔ اس طرح کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنی محبت کا ثبوت دیا تو

اول:۔ انبیاء کا شاہد اور خاتم النبین آپ کو بنادیا۔

دوم:۔ یہ کہ تمام دسترخوان لپیٹ دیئے سوائے محمدیؐ دسترخوان کے کہ جس پر

روحانی غذا تاقیامت ملتی رہے گی اور پھر امت محمدیہ کو حکم عطا کیا کہ

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (احزاب - ع 3)

اللہ تعالیٰ اس کے تمام فرشتے رسول کریمؐ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم درود و سلام بھیجو اپنے نبی پر

گویا اس طرح اپنے محبوب کے لئے درود و سلام تاقیامت لاگو کر کے امت کو نسخہ کیمیاء عطا کر دیا۔ تو یہ خدا کی محبت کا معراج تھا۔ جو کسی اور سابقہ نبی کو حاصل نہ ہو سکا۔

اور پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا پر عاشق ہوئے تو آپؐ کی محبت کا رنگ بھی اپنی جگہ چوکھا اور نرالا تھا۔ آپؐ نے کھاتے پیتے، آتے جاتے، سوتے، جاگتے، لباس پہنتے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ آپؐ کو آبشاروں کے گرنے، بجلیوں کو چمکنے، بادلوں کے گرجنے، آندھیوں کے طوفانوں اور بارشوں کے سیلابوں، دریاؤں اور سمندروں کے اتار چڑھاؤ و زمین کے جھٹکوں اور زلزلوں سے پہاڑوں کے لرزنے میں صرف اور صرف خدائے واحد کا جلال نظر آتا تھا۔ آپؐ نے توحید الٰہی کی اشاعت کے لئے اس رنگ میں قربانیاں کیں کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ آپؐ کی نماز اور آپؐ کی ہر قسم کی قربانی حتیٰ کہ آپکی زندگی اور آپ کی موت سب خدائے رب اللعالمین کے لئے تھیں اور دوسری طرف آپؐ کے مخالفوں نے الحمدللہ بھی اقرار کیا کہ قد عشق محمد ربه تو یہ تھا اس انسان کامل کی محبت کا معراج جس کی آمد کی خبر پہلے تمام انبیاء نے دے رکھی تھی اور یہی بڑی بارش تھی۔

یہ بارش ہر گلی کوچہ میں برسی اور ہر جن و انس پر احسان کر گئی اور پتھر دلوں کو موم بنا گئی۔ یاد رہے کہ ایسے احسانات ماضی، حال اور مستقبل پر یکساں

ہیں جیسے کہ آپؐ پر نازل شدہ کتاب فرقان حمید قرآن مجید نے تمام سابقہ انبیاء کی صداقت پر مہر ثبت کر دی اور خدا تعالیٰ کی مہربانی سے آپؐ ان کے شاہد اور تصدیق کرنے والے ٹھہرے پھر جہاں رحمت کی یہ بارش ماضی پر آپؐ کا ایک عظیم احسان ہے وہاں مستقبل کے لئے بھی آپ کے فیضان جاری و ساری کا امت محمدیہ پر زبردست احسان ہے کہ خدا کا چہرہ روز روشن کی طرح نظر آ رہا ہے اور قرب خداوندی کی راہیں کھلی اور فراخ میسر آ رہی ہے۔ الحمد للہ

"چنانچہ ان عظیم احسانات کو یاد کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "درود بھیجو اس محسن نبی پر جو خدائے رحمٰن و منان کی صفات کا مظہر ہے۔ کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں ہوتا؟ اور وہ دل جسے آپ کے احسان کا احساس نہیں پس اس میں ایمان نہیں یا اس کا ایمان ضائع ہو چکا ہے۔ اے ہمارے اللہ تعالیٰ اس امی نبی و رسولؐ پر درود بھیج جس نے اولین کی طرح آخرین کو سیراب کیا ہے اور انہیں اپنے رنگ میں رنگین کیا ہے اور انہیں مطہرین میں داخل کیا ہے"۔[1]

الحمد للہ

(1) اعجاز المسیح صفحہ 3 عربی سے ترجمہ

"حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت مجھ پر دس مرتبہ اور شام کے وقت دس مرتبہ درود بھیجے گا اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہو گی"۔

O===O===O
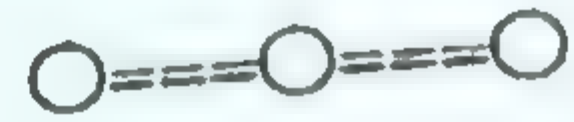
بسمل آپؐ پہ دل سے فدا ہے ورد زباں یہ صبح و مسا ہے
صلی اللہ علیہ وسلم ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

51

بَطَلٌ وَّحِیۡدٌ لَا تَطِیۡشُ سِهَامُهٗ
ذُوۡمُصۡمِیَاتٍ مُوۡبِقُ الشَّیۡطَانِ

ترجمہ: آپؐ یگانہ پہلوان ہیں جس کے تیر خطا نہیں جاتے۔ آپؐ ٹھیک نشانے پر لگنے والے تیروں کے مالک اور شیطان کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

تقریباً ہم سب جانتے ہیں کہ سید البشر محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب 52 سال گیارہ ماہ 23 دن کے تھے تو نصرت ایزدی کے ساتھ غلبہ کی گھڑی شروع ہو گئی تھی۔ آج جمعتہ المبارک تھا کہ خداوند عالم نے اپنے وعدہ لاغلبن انا و رسلی کی تعبیر عطا کر دی۔ اگرچہ 13 سال مستقل خدا کا محبوب انسان ائمتہ الکفر کے حصار میں گزار چکا تھا۔ لیکن کبھی کسی وقت بھی صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اور آج جب ہر دل و دماغ پر خدا تعالیٰ نے آپؐ کی عظمت کا سکہ بٹھایا تو دفاع کی اجازت بھی عطا کر دی اور اگلے ہی سال یہ فرمان خداوندی نصیب ہو گیا کہ آج تمہیں دفاعی جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً مدد پر قادر ہے۔ گویا نبوت کے پندرہ سال مصائب اور صعوبتیں برداشت کرنے والے وجودؐ نے یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ بہادروں کے سردار ہیں۔ شجاعت کے شہنشاہ ہیں اور بطل وحید کے طور پر میدان عمل میں نکل سکتے ہیں۔ تاریخ کے حقائق سے آپ کی بے نظیر شجاعت ہمارے سامنے ہے۔ ہجرت کے بعد کا عرصہ زیادہ تر دشمن کے عملی مقابلہ میں گزرا لیکن آپؐ کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ کیونکہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ

نے ایسی رعب و ہیبت عطا کی ہوئی تھی کہ دشمن مقابلہ کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتا تھا اور جب کبھی دشمن نے براہ راست سامنے آکر مقابلہ کرنے کی سعی کی تو ہمیشہ منہ کی کھائی۔ مثال کے طور پر جنگ احد میں جب مسلمان جیتی ہوئی جنگ ہار گئے تھے تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید زخم بھی آئے تھے۔ آپؐ میں اتنی نقاہت و کمزوری تھی کہ آپؐ چٹان پر خود نہ چڑھ سکتے تھے بلکہ طلحہؓ بن عبداللہ کی مدد سے آپؐ گھاٹی پر بیٹھے زخموں کو دوا لگا رہے تھے۔ آپکے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت حارث رضی اللہ عنہم تھے کہ ابی بن خلف دشمن خدا پتہ لگاتا لگاتا وہاں پہنچ گیا۔ وہ للکارا اور گستاخی سے یوں مخاطب ہوا "اے محمدؐ اگر تم بچ گئے تو اللہ مجھے زندہ نہ رکھے۔" گویا وہ چیلنج کرنے آیا تھا۔ ایک دفعہ پہلے بھی مکہ میں اس نے آپؐ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ میرے پاس ایک جائے پناہ ہے اور جائے پناہ وہ گھوڑا ہے جسے میں نے ایک فرق (پیمانہ) روزانہ کھلا کر پرورش کیا ہے۔ یعنی اسے ہر لحاظ سے عمدہ اور اعلیٰ غذا دے کر تنومند بنایا ہے تاکہ میں اس پر سوار ہو کر تمہیں (نعوذ باللہ) قتل کر سکوں۔ لیکن خدا کے پیارے رسول نے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی تمہیں قتل کروں گا۔ اور وہ آج جنگ احد کے دن اس دن کا وعدہ یاد دلا رہا تھا جب آپؐ بے سکت تھے۔ صحابہ کرام نے اجازت طلب کی کہ اے خدا کے سچے رسولؐ کیا ہم اسکی طرف رخ کریں تو آپؐ نے فرمایا دعۂ (اسے چھوڑ دو)۔ کیونکہ چیلنج رسولؐ خدا کو کیا تھا۔

چنانچہ

ابی ابن خلف آگے بڑھا اور قریب تھا کہ خدا کے شیر پر حملہ کر دیتا پیشتر اس

کے کہ وہ وار کرتا جب وہ ذرا قریب پہنچا تو رسول خدا نے حارثؓ سے نیزہ لے لیا اور ایسا زور سے گھما کر مارا کہ وہ چکر کھا کر زمین پر جا گرا اور پھر اٹھ کر چیختا چلاتا چلا گیا۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ " نیزہ رسول اللہ نے لیا تو آپؐ نے اسے ایسی حرکت دی کہ ہم سب لوگ اس طرح اڑ کر بھاگے جیسے مکھی کاٹنے والی اونٹ کی پیٹھ سے اس وقت بھاگتی ہے جب اونٹ اسے اپنی حرکت سے اڑاتا ہے۔ پھر ابی بن خلف کی طرف بڑھے اور اس کی گردن پر ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے پر سے لڑکھڑا گیا۔ لیکن جو بھاگا تو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اہل مکہ کے پاس جو پہنچا تو اس نے کہا

قتلنی واللہ محمد"

یعنی خدا کی قسم مجھے محمدؐ نے مار ڈالا۔ حالانکہ جو زخم اس کی گردن پر آیا تھا وہ کاری نہیں تھا مگر مہلک ضرور تھا کہ اس کی رگوں میں خون رک کر جمع ہو گیا اور وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی یہ تاثر دے چکا تھا کہ ہلاکت اس کا پیچھا کر چکی ہے۔ قریش مکہ نے کہا واللہ تو دل چھوڑ بیٹھا ہے لیکن اس نے کہا

"محمدؐ نے مکہ میں ہی مجھے کہا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر آج مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مرجاتا۔" [1]

چنانچہ سرف کے مقام پر اس نے دم توڑ دیا اور یوں پیوند خاک ہوا تو خدا کے شیرؐ کا وار خالی نہ گیا۔ کیونکہ وہ شیر خدا محمدؐ مصطفیٰ کی حقیقت سے ناواقف تھا۔ آپؐ کا تیر کبھی خطا نہیں جاتا۔ نشانہ اس کا مہلک اور شیطان کا ہلاک کنندہ ہے۔

---

(1) ابن ہشام

○===○===○

مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے ——— اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو مجھ پر نازل ہوئی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی اس طرح میرے لئے زمین بھی بولی اور آسمان بھی کہ میں خلیفتہ اللہ ہوں۔ (1)

ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 5-6

52

هُوَ جَنَّةٌ إِنِّي أَرَى أَثْمَارَهُ
وَ قُطُوفَهُ قَدْ ذُلِّلَتْ لِجَنَانِي

ترجمہ: آپؐ ایک ایسے باغ ہیں - بے شک میں دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل اور اس کے خوشے میرے دل کے لئے جھکا دیئے گئے ہیں۔

اگرچہ کبھی کبھی محبت کا رنگ اتنا گہرا ہوتا ہے کہ محب تعریف کرنے کے لئے موزوں الفاظ کا ذخیرہ نہیں ڈھونڈ پاتا۔ وہ چاہتا ہے کہ دین و دنیا کی سب سے عظیم و اعلیٰ ہستی کے طور پر اپنے محبوب کو پیش کرے وہ بہت کچھ بیان بھی کرتا ہے مگر تشنگی رہ جاتی ہے۔

لیکن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اس شعر میں ایسی کوئی کیفیت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے اشعار الہامی ہیں اور مدح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حروف کی کمی کی بناء پر کوئی تشنگی باقی نہیں رہی بلکہ آپ نے تو حتمی رنگ میں نہایت جامع لفظوں میں سرور کائنات ؐ کو جنت کے نام سے پکارا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا محبوب جنت ہے۔ ایسی جنت ہے کہ جس کے پھل تا قیامت شاداب و تر تازہ رہیں گے۔ ایسی جنت کہ جسے ایک ایسا چشمہ سیراب کر رہا ہے جس کا پانی مصفا اور مطہر ہے جاری اور ساری ہے ایسی جنت کہ جس کے پھلوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور لوگ اس سے

فیضیاب ہو رہے ہیں اور کوئی نقطہ اختتام نہیں ہے۔ گویا آپ نے حرفِ آخر کے طور پر بہت ہی منجھے ہوئے انداز میں درِ یتیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وجہِ تخلیقِ کائنات کو ایک جنت قرار دے کر تسکین پائی ہے۔ اور پھر انہی کو اس جنت کے پھلوں سے تسکین پانے کا سبق دیا ہے۔ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہر امتی اس کے پھلوں سے لطف حاصل کر سکتا ہے۔

آپؐ کا فیض روزِ محشر تک ہوتا رہے گا بلکہ روز محشر شفاعت کے میدان میں بھی جاری و ساری ہو گا۔

روحانی طور پر جو بھی اس جنت کا پھل حاصل کرے گا وہ خدا کا مقرب بن جائے گا اور ہر لحاظ سے بامراد ہو گا یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کامل اتباع کے پھل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں وہ خوش نصیب ہوں کہ جس کے درو دیوار پر اس باغ کے خوشے لٹک رہے ہیں اور میں بھاگ بھاگ کر ان پھلوں سے فیضیاب ہو رہا ہوں۔ یہی پھل میری شناخت میں معاون ہوئے ہیں۔ انہیں شاہراہوں سے گزر کر میں اس جنت تک پہنچا ہوں اور بفضل خدا میں نبی پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین کا ظل ہوں کیونکہ آپؐ ہی موردِ فضل الٰہی ہیں اور میرے دل کو آنحضرت صلعم کے دل سے شدید مناسبت ہے۔ پس مبارک ہے وہ جس نے سکھایا اور مبارک ہے وہ جس نے سیکھا۔ یعنی حضرت فخرِ دو عالم میرے استاد اور مربی ہیں اور میں حضور کا شاگرد لطیف ہوں۔

"خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے۔ پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ

کا پیار یہ ہے کہ وہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے"۔(1)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور تاثیر قدسی کی برکت سے جو تازہ نشانات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے انہیں پیش کر کے آپ نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں اور اسلام زندہ مذہب ہے اور قرآن پاک ایک زندہ کتاب ہے اور یہی وہ جنت کے خوشے اور گچھے ہیں جو آپ کے دل کے قریب ہیں۔ اور اگر اس دل سے مراد وسعت نظر لی جائے تو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی گراں قدر خدمات قرآن بھی وہ اثمار ہیں جن کا ذکر اس شعر میں نمایاں ہے۔

O===O===O
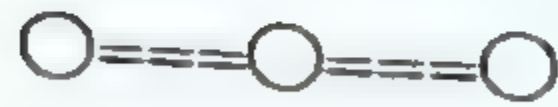
ارادہ قتل کا جو لے کے آئے
بنے وہ جاں نثارانِ محمدؐ

---

(1) چشمۂ معرفت صفحہ 324

درود شریف سے جسمانی بیماریاں

اور مصائب دور ہوتی ہیں

O===O===O

ہے معراج ایسی کہ جبریلؑ ششدر۔ عجب شانِ احمد ہے اللہ اکبر
سرِ عرشِ اعلیٰ کچھ اس طرح پہنچے کہ زیرِ قدم سدرۃ المنتہیٰ ہے

غرض مختصر بات اتنی ہے بس کہ بعد از خدا سب سے افضل وہی ہے
وہی نورِ اول' وہی نورِ آخر وہی ابتدا اور وہی انتہا ہے

53

أَلْفَيْتُهُ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْهُدٰی ۔
وَرَأَيْتُهُ كَالـدُّرِّ فِي اللَّمَعَانِ

ترجمہ: میں نے آپ کو حقائق کا اور ہدایت کا سمندر پایا اور چمک دمک میں آپؐ موتی کی طرح ہیں۔

یہ ایک مستند حقیقت ہے اور پہلے بھی یہ بات تکرار کے ساتھ سامنے آئی ہے کہ فخر موجودات محمدؐ مصطفی ﷺ زاویہ کمالات کے نکتہ مرکزیہ ہیں۔ اور تمام فیوض کا منبع و مرجع ہیں۔ آپ شخصیت ساز ہیں اور مخلوق خدا کو سنوارنے والے ہیں۔ بے شک ہمارا نبی خدا کے نور سے بنایا گیا ہے۔

اس شعر میں بھی اس حقیقت کا تکرار ہے مگر کچھ چوکھا رنگ دے کر حقائق سامنے لائے گئے ہیں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محبوب کو دقیق تر حقیقتوں کا سمندر پایا۔ اور آپ کے ساتھ چھونے والے ہر ذی روح کو توحید کا متوالا اور ہدایت کی طرف کھینچتا ہوا دیکھا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی شخص کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی ہو اور وہ بے نصیب رہ گیا ہو۔ خوش نصیبی اور برکت اس شخص کی غلام ہو جاتی ہے جو آپ کے مقدس سایہ تلے آ جاتا ہے۔ اس عظیم صداقت کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کائنات محمدؐ مصطفیٰ کو ہدایت کا سمندر پایا ہے۔

قارئین! ہم سب جانتے ہیں کہ نزول نور سے پہلے توحید کی کیا حالت تھی؟ بے شک قومیں اس نبیؐ کے آنے سے پہلے دوزخ کے گڑھے کے

کنارے پر پہنچ چکی تھیں۔ بت پرستی بدکاری۔ یتیموں کا مال کھانا بچوں کو قتل کرنا اور خدا کی فرمودہ کتابوں کا بدل دینا ان کا شعار زندگی تھا۔ الغرض عرب کے لوگ ایک ایسی قوم تھی جن کو واعظ سننے کا اتفاق نہ ہوا اور یہ تک نہیں جانتے تھے کہ پرہیز گاری اور پرہیزگاروں کی خصلتیں کیا چیز ہیں؟ اور ان میں بھی کوئی ایسا نہ تھا جو کلام میں صادق اور فیصلہ مقدمات میں منصف ہو"

"پھر رسول کریم ﷺ نے ان کو انسانیت کے آداب سکھلائے اور بودوباش کی راہوں پر مفصل مطلع کیا۔ اور پھر جب دیکھا کہ وہ لوگ نیک خصلتوں میں پختہ ہو گئے اور اچھے خلقوں کے صادر کرنے کا ان کو ملکہ ہو گیا ہے تو ان کو قرب و وصال کے سراوق کی طرف بلایا اور معارف الغیبہ ان کو سکھلائے گئے اور حضرت عزت اور جلال کی طرف ان کی باگیں پھیریں تا وہ قرب کے سبزہ گاہوں سے محبت کا سبزہ چکھیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کو مقام قرب اور صدق حال میسر آوے۔" (1)

واضح ہو کہ

حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے ایک دن یہ ارادہ لے کر نکلے تھے کہ اسلام کے بانی ہی کو قتل کر کے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے مٹا ڈالتا ہوں۔ اور پھر ننگی تلوار لے کر دار ارقم میں ایسے داخل ہوئے تھے کہ صحابہ کرامؓ فساد سے ڈر گئے تھے۔ لیکن رخ روشن دیکھ کر وہ سکتے میں آئے اور آپؐ کے مبارک جملے عمرؓ! کس ارادہ سے آئے ہو؟ کا جواب کلمہ توحید پڑھنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ آج مارنے اور قتل کرنے والا عمرؓ جھکی ہوئی گردن سے اقرار کر رہا تھا کہ یا

(1) زندہ اور زندگی بخش رسول کریمؐ صفحہ 182

رسول اللہ ! میں مسلمان ہونے آیا ہوں۔ بس پھر کیا تھا۔ جو کبھی قتل میں لطف اٹھاتا تھا وہ آج رحمتہ اللعالمین کی مجلس میں۔ آپ کی محبت میں اور آپ کی صحبت میں لطف اٹھاتا ہے۔ خلافت کے زمانے میں حضرت عمرؓ کئی ایسے مقامات پر سے گزرتے تو رو دیتے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا حضرت آپ اکثر ان مقامات پر آکر دل گیر ہو جاتے ہیں اور رونے لگ جاتے ہیں پھر کبھی ہنسنے لگ جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ جب میں چھوٹا تھا تو میرا والد مجھے اونٹ چرانے کے لئے بھیجا کرتا تھا تو میں ٹھیک سے نگرانی نہیں کرتا تھا۔ اور کھیل کود میں وقت گزارا کرتا تھا۔ چنانچہ انہیں جنگلوں پر خوب مار پڑتی تھی اور سزا ملتی تھی۔ میرے والد کہتے تھے۔ تو اونٹ تک نہیں چرا سکتا تو زندگی کیسے گزارے گا یعنی زندگی میں کیا کرے گا؟ آج میں سوچتا ہوں کہ محمدؐ رسول خدا ﷺ کی اتباع اور صحبت نے مجھے فرش سے عرش عطا کیا ہے۔ کہ آج اونٹ کا چرواہا محمدیؐ امت کا چرواہا خدا نے بنا دیا ہے۔ اور خدا کی نعمت مجھے خلافت کے رنگ میں رسول خدا کے فیض کی بدولت نصیب ہوئی ہے۔ بیشک سید ولد آدم آپؐ شخصیت ساز تھے۔

پھر

غور کریں کہ ایک امی کو خدا تعالیٰ نے کس طرح حقائق کا سمندر بنا دیا کہ حیرت ہوتی ہے اور سائنس کے اس دور میں آپؐ کی سچائی اور اقوال زریں پہ مہر ثبت ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے سوائے موت کے۔ سو آج ہزاروں سال بعد اس مقدس امین

و صادق القول کی بات 100% پوری ہو رہی ہے۔ کہ تمام امراض کا علاج جوں
توں معلوم ہو رہا ہے۔ آپؐ تو پڑھے لکھے نہیں تھے مگر آپؐ کے منہ سے خدا
تعالیٰ بول رہا تھا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "کوئی چیز
باطل پیدا نہیں کی گئی۔" سو یہ انکشاف آج کے روشن دور میں ایک
سائنسدان کر رہا ہے جبکہ یہ تمام حقائق ایک امی نے 1400 سو سال پہلے دنیا
کے سامنے واضح لفظوں میں بیان فرما دیئے تھے۔ وہ دریتیم درمکنون بھی تھا۔
جس کی ضیا پاشی اور روشنی آج بھی ورطہ حیرت میں ڈال رہی ہے۔ کیونکہ وہ
مبارک وجود حکمت کا ایک چشمہ تھا۔ جس کا دل معارف سے پُر ایک کوثر
تھا۔ وہ آب و تاب میں ایک موتی کی مانند تھا۔ اور اس کا استاد خود خداوند عالم
تھا۔ اور جس کا استاد خدا خود ہو جائے اس کے علم و حکمت اور عرفان و حقائق
کا کیا کہنا سوائے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد سبحان اللہ
العظیم وبارک وسلم انک حمید مجید۔

54

قَدْ مَاتَ عِيْسٰى مُطْرِقًا وَّنَبِيُّنَا
حَيٌّ وَ رَبِّيْ اِنَّهٗ وَافَانِيْ

ترجمہ: عیسیٰ تو سر جھکا کے وفات پا گئے اور ہمارے نبی زندہ ہیں
اور مجھے رب کی قسم آپؐ نے مجھ سے ملاقات بھی کی۔

55

وَاللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ جَمَالَهٗ
بِعُيُوْنِ جِسْمِيْ قَاعِدًا بِمَكَانِيْ

ترجمہ: بخدا میں نے آپؐ کے جمال کو اپنی جسمانی آنکھوں سے
اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔

ہمارے پاس تقریباً" نصف درجن اشعار ایسے ہیں جو اہمیت کے لحاظ سے
تو بنیادی مقام رکھتے ہیں۔ لیکن موضوع کے اعتبار سے چونکہ ایک ہی نقطہ
واضح کرتے ہیں۔ اس لئے تفصیل و تشریح نے بھی ایک مختصر مضمون کی شکل
اختیار کر لی ہے۔ کوشش یہی رہے گی کہ کچھ وضاحت ہو سکے۔ یاد رہے کہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانئے سلسلہ احمدیہ نے قرآن مجید کی تیس آیات
سے حضرت مسیح ناصری کی وفات ثابت کی ہے۔ مگر یہاں اس قصیدہ میں جو کہ
فی مدح سید البشر حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا گیا ہے کسی کی
وفات ثابت کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ آپ صرف اور صرف یہ واضح کرنا

چاہتے ہیں کہ میرا محبوب وجہ تخلیق کائنات محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم زندہ ہیں اور آپ کا فیض پائندہ ہے۔

دوسرے

اس شعر میں جہاں حضرت اقدس نے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی توثیق فرمائی ہے۔ وہاں ساتھ کے ساتھ اپنے محبوب سرور کائناتؐ کی حیات کی نوید بھی عطا کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرجانا تو ایک سادہ سی حقیقت ہے۔ کیونکہ بمطابق قرآن مجید ہر شخص جو کھاتا ہے' سوتا ہے' جاگتا ہے' ہوا' پانی' روشنی کا استعمال کرتا ہے اسے حیات و ممات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ فانی وجود ہے۔ چنانچہ حیات کے بعد وفات لازمی امر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا اور اسلئے یہ مسئلہ یہاں پر زیر بحث لانا طوالت کا موجب ہو گا۔ ہاں البتہ یہ بات تفصیل طلب ہے کہ سرور کائنات محمد مصطفیٰؐ زندہ کیسے ہیں۔ جبکہ آپؐ بھی فانی تھے اور آپ کا مزار مبارک بھی آپ کے محبوب خطہ میں موجود ہے اور ہزاروں بلکہ کروڑوں لوگ آپ کے مزار مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لئے ہر سال وہاں جاتے بھی ہیں پھر آپؐ کی زندگی پر کیا دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں؟

ان پر کچھ غور کیا جائے تو واضح ہو کہ زندگی دو طرح کی ہوتی ہے ایک جسمانی زندگی اور ایک روحانی زندگی۔ یہاں اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ونبینا حیی۔ اس سے آپ کی مراد روحانی حیات ہے اور اس حیات سے کوئی طاقت انکار نہیں کر سکتی۔

کیونکہ آج چاند' سورج' زمین و آسمان چرند و پرند انسان و جن بلکہ خداوند عالم خود اور اس کے فرشتے بھی اس مبارک ہستی پر اور اس سرتاپا

نور پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور یہی زندگی کی عظیم ترین نشانی ہے کہ ہمارا نبیؐ زندہ ہے۔

پیغام توحید اور شریعت جو آپؐ نے مکمل فرمادی تھی جس کی نگرانی و نگہبانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نہ ایک مجدد۔ ولی۔ محدث اور نبیؐ بھیجنے کا وعدہ کر کے مہر ثبت کر دی تھی۔ اسی ایفائے وعدہ کو ہی ہم روحانی زندگی کہتے ہیں۔

لہٰذا

واضح ہو کہ اسی احیاء دین کے لئے تو سو فیصد نبی کو ضرورت ہوتی ہے وگرنہ محمدؐ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اسی دن جسم مبارک کے ساتھ رحلت فرما گئے تھے جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی وفات پر اعلان عام کر دیا تھا کہ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ[1]

یعنی

حضرت آمنہؓ کا لال حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کا عظیم باپ دو جہاں کا بادشاہ فخر الانبیاء محمدؐ مصطفیٰ تو جسمانی طور پر سنت اللہ کے مطابق تکمیل دین کے اکیاسی روز بعد اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے ہیں۔

چونکہ اس شعر میں

حیات النبیؐ کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؑ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر ثابت

(1) آل عمران

کیا ہے اس لئے دیکھا جائے تو ایک محب نہ صرف اپنے پروردگار کی قسم کھاکر اپنے محبوب کی حیات ثابت کرتا ہے بلکہ اپنے وجود کو بطور حتمی ثبوت بھی پیش کردیتا ہے اور جامع وضاحت و دلائل دیتا ہے کہ میں کس طرح بنفس نفیس آپؐ کی زندگی کا ایک زندہ ثبوت ہوں۔ جو نہ صرف زندہ ہوں بلکہ زندگی بخش بھی ہوں۔ پھر آگے چل کر انتہائی اضطراب میں حضرت اقدس سوال کرتے ہیں کہ اے وے لوگو! اگر تم سمجھتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ جاوید تشریف فرما ہیں تو پھر کوئی دلیل یا برہان تو پیش کرو جس سے تمہاری سوچ و سمجھ کا ثبوت مہیا ہو۔ بغیر علم اور دلیل کے بات کرنا لا حاصل ہے اور دوسرے کے لئے فتنہ پیدا کرنے کا موجب ہے جبکہ میں تو تمہیں قرآن مجید کی تیس آیات سے وفات مسیح ثابت کر کے دکھاتا ہوں پس اے مخاطب!" دنیا میں صرف دو زندگیاں قابل تعریف ہوتی ہیں۔

(1) ایک زندگی جو خود خدائے حیی و قیوم مبداء الفیض کی زندگی ہے۔

(2) دوسری وہ جو فیض بخش اور خدا نما کی ہے۔ سو آؤ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔" (1)

واضح ہو کہ "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے۔ جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نبی شریک نہیں۔ یہ کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہے۔" (2)

---

(1) تریاق القلوب صفحہ 5-7

(2) لیکچر سیالکوٹ

ان چند سطور میں میری کوشش ہوگی کہ میں نبی پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض بخش زندگی کو ثابت کر سکوں۔ تاکہ کسی نمونے سے روحانی زندگی کے نقوش واضح ہو جائیں اور سمجھنے میں سہولت ہو۔ مثلاً"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"میں تو اس شخص سے بہت خوش ہوں کہ جس نے کتاب حیات النبیؐ لکھی ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پیغمبر کو زندہ کہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ آخر محبت کی کچھ بھی تو علامت چاہیے"۔

ہاں تو محبت کی علامت قرآن مجید ہے جو امت محمدیہؐ کے لئے ایک بے نظیر تحفہ ہے۔ جو تاقیامت زندہ رہے گا اور جس کی حفاظت کا ذمہ خدا تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ بے شک یہی وہ مبارک کتاب ہے جس کے لئے فرماتا ہے۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (الانبیاء)

یعنی قرآن کریم ایک ایسی یاد دہانی کرنے والی کتاب ہے جس میں تمام آسمانی کتابوں کی خوبیاں بھر کر آئی ہیں۔

(سبحان اللہ العظیم)

قرآن مجید کی بہترین خوبی یہ بھی فرمائی گئی ہے کہ:

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ (الانبیاء)

یعنی قرآن مجید تو ان کے لئے بھی جو میرے ساتھ ہیں شرف کا موجب ہے اور جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے لئے بھی شرف کا موجب ہے۔

اور یہی وہ مبارک کتاب ہے جس کے لئے فرماتا ہے:

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ (فاطر آیت)

آسانی سے گلے سے اتر جانے والا ہے۔

اور پھر اس روحانی زندگی کا ثبوت اس طرح دیتا ہے کہ فرماتا ہے:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت)

یعنی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سب کاموں سے بڑھ کر ہے۔

دوسری دلیل جو روحانی زندگی کی ہمیں میسر آتی ہے وہ مبارک وجود ہے۔ جس نے ایک صدی پہلے یہ اعلان عام کر دیا تھا کہ مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اس کے اثبات و نشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اس کی تعداد اس قدر ہو کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے---- چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دیکھایا ہے-----

کیونکہ

یہ زمانہ ہی نبی پاک محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین عظمت کے اظہار کا زمانہ ہے۔

سو وہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق گلی گلی کوچہ کوچہ شہر شہر اور ملک ملک ظاہر ہو رہا ہے۔

(سو الحمد اللہ ثم الحمد اللہ)

56

هَا إِنْ تَظَنَّيْتَ ابْنَ مَرْيَمَ عَائِشًا

فَعَلَيْكَ إِثْبَاتًا مِّنَ الْبُرْهَانِ

ترجمہ: دیکھ اگر تو بھی ابن مریم کو زندہ گمان کرتا ہے تو دلیل سے ثابت کرنا تجھ پر لازم ہے۔

57

أَفَأَنْتَ لَاقَيْتَ الْمَسِيحَ بِيَقْظَةٍ

أَوْ جَاءَكَ الْأَنْبَاءُ مِنْ يَقْظَانِ

ترجمہ: کیا تو مسیح سے بیداری میں مل چکا ہے یا کسی جیتے جاگتے سے تمہیں ایسی خبریں ملی ہیں۔

ہم سابقہ اشعار میں وضاحت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عام فانی انسانوں کی طرح فوت ہو گئے ہیں کیونکہ وہ ایک نبی تھے اور تمام انبیاء کی طرح وفات بھی پا چکے ہیں البتہ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی عام طبعی موت سے فوت ہو جاتا ہے اور کوئی قتل یا حادثاتی موت سے کوچ کر جاتا ہے۔ چونکہ قرآن مجید کی رو سے طبعی موت مر جانا یا قتل ہو جانا فقط فوت ہو جانے کے دو ہی طریقے ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہیں۔

چنانچہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مندرجہ بالا اشعار میں ان لوگوں سے مخاطب ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آسمان پر جسم عنصری سے تشریف لے گئے ہیں تو حضرت اقدس پوچھتے ہیں دیکھو اگر تم بھی ابن مریم کو زندہ خیال کرتے ہو تو دلیل سے ثابت کرنا تمہارا فرض ہے۔ چونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس نے قرآن مجید اور احادیث اور اجماع و اقوال بزرگان سے نہایت واضح ثبوت مہیا کئے ہیں اور کوئی قطعی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے اسی صورت میں آپ حق بجانب ہیں کہ دوسرے فریق سے دلائل اور ثبوت مانگیں ورنہ دوسری شکل میں فتنہ دین پیدا کرنے کا موجب یہی لوگ ہوں گے۔ کیونکہ قرآن مجید کی ہدایت کے خلاف جو لوگ بھی انہیں آسمان پر زندہ تصور کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دوبارہ آ کر دین محمدیؐ کی اصلاح و تجدید کریں گے گویا مسلمان کسی نامعلوم زمانے میں ان کے آسمان سے اترنے کے قائل ہیں اور اس طرح عیسائیوں کو لوگوں کے گمراہ کرنے میں پوری مدد دینے والے ہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے شعر میں پوچھتے ہیں کہ کیا تم بیداری میں مسیح علیہ السلام سے ملے ہو یا کسی جیتے جاگتے نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ زندہ ہیں؟

تو یاد رہے کہ قرآن مجید کی رو سے وہ وفات پا چکے ہیں اور کشمیر محلہ خانیار میں مدفون ہیں "دیکھا جاوے تو حضرت عیسیٰ روحانی طور پر بھی وفات پا چکے ہیں کیونکہ ان کی امت نے تثلیث کے عقیدہ کی بناء پر شرک کی انتہاء کر دی اور توحید کو ختم کر دیا اسی لئے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ مسلمانوں سے دلائل یا ثبوت کے طلبگار ہیں۔

اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دو موتیں وارد ہو گئیں --- ایک جسمانی موت اور ایک روحانی موت کیونکہ توحید کو تثلیث میں بدلنے والی قوم اپنے عقائد کی وجہ سے نبیؑ کو خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ بنا گئی اور اس طرح روحانی طور پر وہ خدا اور آس کے بھیجے ہوئے پیغمبر کی ہنسی و تمسخر کا موجب ٹھہری۔

"چونکہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا خیال سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے رسول کی عزت کی طرف جاتا ہے۔ گو ہم سب رسولوں کو مانتے ہیں لیکن ہماری محبت اور غیرت بالطبع اس نبیؐ کے لئے زیادہ جوش میں آتی ہے۔ جس نے ہمارے لئے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا۔ اور ہمارے بوجھوں کو ہلکا کرنے کے لئے اپنے سر پر بوجھ اٹھایا اور ہمیں مرتا ہوا دیکھ کر اس نے اس قدر غم کیا کہ گویا خود اپنے اوپر موت وارد کر لی اور سکھ پہنچانے کے لئے ہر قسم کے سکھوں کو ترک کیا اور ہمیں اوپر اٹھانے کے لئے خود نیچے کو جھکا۔ اس کے دن ہماری بہتری کی فکر میں صرف ہوئے اور اس کی راتیں ہمارے لئے جاگتے ہوئے کٹیں حتیٰ کہ کھڑے کھڑے اس کے پاؤں سوج جاتے اور خود بے گناہ ہوتے ہوئے ہمارے گناہوں کو دور کرنے کے لئے اور ہمیں عذاب سے بچانے کے لئے اس نے اس قدر گریہ زاری کی کہ اس کی سجدہ گاہ تر ہو گئی اور اس کی رقت ہمارے لئے اس قدر بڑھ گئی کہ اس کے سینے کی آواز ابلتی ہوئی دیگ سے بھی بڑھ گئی"۔

"اس نے خدا تعالیٰ کے رحم کو ہمارے لئے کھینچا اور اس کی رضا کو ہمارے لئے جذب کیا۔ اور اس کے فضل کی چادر ہم کو اڑھائی اور اس کی رحمت کا لبادہ ہمارے کندھوں پر ڈال دیا اور اس کے وصل کی راہیں ہمارے

لئے تلاش کیں اور اس سے انحلو کا طریق ہمارے لئے دریافت کیا اور ہمارے لئے وہ سہولتیں بہم پہنچائیں کہ اس سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کے لئے مبہم نہ پہنچائی تھیں"۔

ہمیں کفر کے خطاب نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں بہ نسبت اس کے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے پالنے والے اور اپنے زندگی بخشنے والے اور اپنی حفاظت کرنے والے اور رزق دینے والے اور اپنے علم بخشنے والے اور اپنے ہدایت عطا کرنے والے خدا کے برابر مسیح ناصری کو درجہ دیں۔

اور ہم

یہ خیال کریں کہ جس طرح وہ آسمانوں پر بلا کھانے اور پینے کے زندہ ہے مسیح ناصری بھی بلا حوائج انسانی کو پورا کرنے کے آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت کرتے ہیں مگر صرف اس لئے کہ وہ ہمارے خدا کا نبی ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ مگر صرف اس لئے کہ اسے خدا سے محبت تھی اور خدا کو اس سے محبت تھی۔ اس سے ہمارا سب تعلق طفیلی ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کی خاطر ہم اپنے خدا کی ہتک کریں اور اپنے ہاتھ سے اس کے دین پر کیونکر بتر رکھ دیں؟ کسی نے سچ کہا ہے۔

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے
محمدؐ کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیئے
خاکپائے مصطفیٰ بہتر ہے ہر اکسیر سے + سینکڑوں زندہ ہوئے اس خاک کی تاثیر سے

(نمبر ا صفحہ 11 دعوت الامیر)

اس شعر میں اور پھر اسی ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کو خصوصاً" مخاطب کرتے ہیں کہ اے لوگو تم مسیح ناصری کو اچانک کہیں ملے تھے یا اچانک خبر تمہیں موصول ہوئی ہے کہ وہ آسمان پر جلوہ افروز ہیں۔ تو سو کوئی دلیل ضرور پیش کرو وگرنہ دوسری صورت میں یاد رکھو کہ تم مسیحی پادریوں کی جو اسلام اور قرآن کے دشمن ہیں صریحاً" مدد کر رہے ہو اور ان کو کہنے کا موقع دے رہے ہو کہ دیکھو وہ جو زندہ آسمان پر بیٹھا ہے کیا وہ خدا نہیں؟ اگر وہ انسان ہوتا تو کیوں باقی انسانوں کی طرح مر نہ جاتا۔

یاد رکھو مسلمانو! تم خدا کی ہتک کر رہے ہو۔ کیونکہ اگر خدا کے ساتھ وہ بھی زندہ بیٹھا ہے تو یہ واضح طور پر خدائے قیوم کی ہتک ہے اور دوسرے ان انبیاء کی بھی ہتک ہے جو اس سے بڑے درجہ کے تھے مگر فوت ہو گئے زیر زمین مدفون ہیں۔ لیکن روحانی طور پر زندہ ہیں۔

چنانچہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب چشمہ مسیحی میں فرماتے ہیں کہ:

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (آپ پر ہزار سلام) اپنے آفاضہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ گذشتہ نبیوں کا آفاقہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردے ہیں کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان قیامت تک جاری ہے۔ اس لئے باوجود آپؐ کے سایہ میں پرورش پاتا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔
(چشمہ مسیحی صفحہ 57)

(1) وہی معزز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معزز ہے۔

(2) سعادت کے کل دروازے آنحضرت پر کھلے ہیں۔

(3) ساتوں جنتیں آپ کے پاؤں کے نیچے ہیں۔

(4) آنحضرت خدا تعالیٰ کی رضا سے معطر نبی ہیں۔

(5) آپؐ ہی کی خاطر دونوں جہانوں کو نیست سے ہست میں لایا گیا۔

(6) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعماء الہی کا خزانہ ہیں۔

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبہ سے عشق پیدا ہوتا بڑی نعمت ہے۔

58

اُنْظُرْ إِلَى الْقُرْآنِ كَيْفَ يُبَيِّنُ
أَفَأَنْتَ تُعْرِضُ عَنْ هُدَى الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: قرآن کو دیکھ کہ وہ کیسے واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ کیا خدائے رحمان کی ہدایت سے منہ پھیرتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیسی پیاری بات کی ہے فرماتے ہیں قرآن مجید کے حتمی فیصلے کو دیکھو۔ قرآن مجید کی فیصلہ کن آواز پر کان دھرو اور قرآن مجید کی فضیلت کو برقرار رکھتے ہوئے اس عظیم گواہی پر یقین کرو کہ کوئی انسان روئے زمین پر جسمانی طور پر جاودانی زندگی نہیں پاتا بلکہ باقی انسانوں کی طرح مرجاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بھی فرماتا ہے کہ

فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ [1]

"تم اسی زمین میں زندہ رہو گے اور اسی زمین میں مرجاؤ گے۔ اور اسی زمین سے ہی نکالے جاؤ گے۔"

قرآن مجید واضح طور پر کہتا ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہیں۔ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پھر اگر آپ بھی فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے تحقیق تو بھی فوت ہو جائے گا اور یہ لوگ بھی فوت ہو جائیں گے۔"

تو اے لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا اسے

---

(1) اعراف آیت 26

یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے وہ فوت نہیں ہوتا۔"

تو واضح ہو کہ قد خلت من قبله الرسل میں جمیع انبیاء سابقین کی وفات کا ثبوت نکلتا ہے تو یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک سابقہ نبی تھے اور انبیاء کی فہرست میں شامل تھے

لہٰذا

ان کی وفات کا ثبوت یہ قرآنی آیت مہیا کرتی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم قرآن مجید کی دی ہوئی ہدایت سے منہ نہ موڑیں اور مزید براں حضرت علیؓ کی وفات پر حضرت امام حسینؓ سے جو روایت کی گئی ہے اس پر بھی غور کریں کہ کتنے واضح لفظوں میں اہل بیت نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ مثلاً" حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ لوگو آج وہ شخص فوت ہوا ہے کہ اس کی بعض باتوں کو نہ پہلے پہنچے اور نہ بعد کو آنے والے پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنگ کے لئے بھیجتے تھے تو جبرائیل اس کے داہنے طرف ہو جاتے تھے اور میکائیل بائیں طرف پس وہ بلا فتح حاصل کئے واپس نہیں ہوتا تھا اور اس نے ضرور سات سو درہم اپنا ترکہ چھوڑا ہے جس سے اس کا ارادہ تھا کہ ایک غلام خریدے اور وہ اس رات کو فوت ہوا ہے جس رات کو عیسیٰ ابن مریم کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی تھی۔ رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو۔ (1)

چنانچہ

حضرت امام حسینؓ کی روایت سے یہی نتیجہ سامنے آتا ہے جس رات

(1) دعوت الامیر صفحہ 20

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آسمان کو اٹھائی گئی تھی اس رات کو حضرت علی کرم اللہ کی وفات ہوئی ہے لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام عام انسانوں کی طرح وفات یافتہ ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو اس شعر میں حضرت اقدس کا روئے سخن مسلمانوں کی طرف زیادہ تر ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ قرآن مجید کی واضح آیات سے منہ نہ پھیرو۔ بلکہ جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے ان کا بغور مطالعہ اور تشریح کرو تاکہ اسلام کو تمہارے ہاتھوں سے ضعف نہ پہنچے۔ یاد رہے کہ سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے رسول ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو غیر طبعی زندگی عطا نہیں کی۔ بھلا ہو سکتا ہے کہ تو تو مرجائے اور وہ زندہ رہیں۔"(1) یہی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ

"رکھی وہی چیز جاتی ہے جو سب سے زیادہ نافع ہو اس لئے کوئی زندہ رکھا جا سکتا تھا تو تیرا وجود موجود تھا۔ جب تجھے غیر طبعی زندگی نہیں دی گئی تو کسی اور کو کیسے دی جا سکتی ہے۔ (2)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ "عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبیؐ کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں اگر خدا کا کلام مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبیؐ تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ مع جسم عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ خدا اس

(1) سورہ انبیاء

(2) شرح القصیدہ صفحہ 159

سے' اس کے دین سے' اس کے محب سے' محبت کرتا ہے اور یاد رہے کہ وہ درحقیقت زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اس کا مقام برتر ہے۔ لیکن یہ جسم عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے۔" (حقیقۃ الوحی)

پس مختصر فرماتے ہیں کہ:

"تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے"۔

(ملفوظات جلد دھم 458)

اور

خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آ سکتی۔ سو اس سے فائدہ کیا کہ بر خلاف تعلیم قرآن اس کو زندہ سمجھا جائے اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو

(کشتی نوح صفحہ 15)

59

فَاعْلَمْ بِاَنَّ الْعَيْشَ لَيْسَ بِثَابِتٍ
بَلْ مَاتَ عِيْسٰى مِثْلَ عَبْدٍ فَانِ

ترجمہ: جان لے کہ زندگی تو ثابت نہیں بلکہ عیسیٰ تو ایک فانی بندہ کی طرح مر چکے ہیں۔

سابقہ کئی اشعار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن وحدیث واجماع کی روشن دلیلوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کر دی ہے۔ پھر آپ مکرر فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! جان لو کہ اگر کوئی زندہ وجود ہوتا تو وہ صرف اور صرف نبی پاک محمد مصطفےٰ ﷺ کا پاک وجود ہونا چاہیے تھا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس شعر میں مسلمانوں کو یہی توجہ دلاتے ہیں کہ قرآن مجید سے ہی راہ نمائی حاصل کرو۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ السلام کی وفات کیسے واضح ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ آسان اور سیدھا راستہ قرآن مجید سے ہی میسر آ سکتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز سوال کرے گا کہ کیا تم نے یہ لوگوں سے کہا تھا کہ تجھے اور تیری والدہ کو اللہ کے سوا معبود بنائیں؟ اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں کہیں گے کہ میں نے ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ اور وہ بالکل صاف اور واضح حکم تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ اور میں ان کا نگران اور محافظ تھا جب تک میں ان میں رہا۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کا رقیب و محافظ تھا۔ "اسلئے مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے

مجھے اور میری والدہ کو کب معبود بنایا اور کیونکر بنایا۔ بہرحال میری زندگی میں ایسا نہیں ہوا۔" (1)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود خدا تعالیٰ کے حضور میں اقرار کیا ہے کہ جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی ان کا نگران و محافظ ہے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے جدا ہونے کا باعث ان کی وفات ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔

"اس استدلال کی صحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت امام بخاری نے تفسیر کرنے کے لئے اپنی صحیح بخاری میں لکھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے دن میرے چند صحابہ پکڑ کر لیجائے جائیں گے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ میرے صحابہ ہیں۔

تو یہ کہا جائے گا کہ تجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کچھ کیا اور کیا کیا بدعات نکالیں آپؐ فرماتے ہیں تو میں وہی قول کہوں گا جو کہ عبد صالح (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے

کہ

"میں اس قوم پر نگران اور شاہد تھا جب تک میں ان میں رہا لیکن جب تو نے وفات دے دی تو تو ہی ان پر رقیب و نگران تھا اور یہ کہا جائے گا کہ جب سے تو ان سے جدا ہوا وہ اس وقت سے مرتد ہو گئے تھے۔" (1)

یہ تو تھی جسمانی موت جس کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ باقی رہ گئی روحانی موت تو وہ اپنی قوم کی روحانی موت پر خود ہی مہر

(1) التمہید صفحہ 150

(1) التمہید صفحہ 151

ثبت کر چکے ہیں۔ گویا وہ اقرار کر گئے ہیں کہ روحانی طور پر ان کی قوم نے شرک کو گلے سے لگا لیا ہے۔ بے شک اگر آج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں تو وہ بھی اس مذہب کو شناخت نہیں کریں گے۔

پس

اس جسم کا کیا فائدہ جس کی روح مر گئی ہو۔ اور نبی کی روح جب مر جائے تو کیا حاصل؟ اور اگر بفرض محال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ قیامت تک واپس آ بھی جائیں گے تو بھی محمدیؐ دسترخوان سے کھانے لے کر اپنا مائدہ سجائیں گے۔ تو چہ معنی دارد؟

وہ تو پھر محمدی مائدہ ہی کہلائے گا۔ اسی کی تجدید ہوگی۔

لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموت والارض ورب العرش الکریم

O===O===O
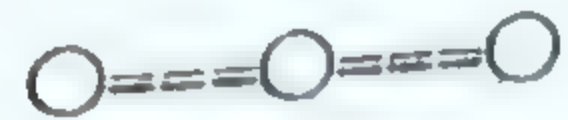
"یعنی نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمدؐ پر درود بھیج۔ دراصل درود شریف ہی تربیت کا ذریعہ ہے"۔

O===O===O

خدا ہی کے لئے تیرا تکلم اور تعائل تھا
میرے آقا تری ہر بات تھی تفسیر قرآنی

60

وَنَبِيُّنَا حَيٌّ وَّ إِنِّيْ شَاهِدٌ
وَقَدِ اقْتَطَفْتُ قَطَائِفَ اللُّقْيَانِ

ترجمہ: اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور بے شک میں گواہ ہوں اور میں نے آپ کی ملاقات کے ثمرات حاصل کئے ہیں۔

زندہ ہیں میرے نبی۔ میں شاہد عینی بنا
میں نے بیداری میں کی ان کی زیارت بارہا

حَیِی سے مراد روحانی حیات ہے۔ دھڑکن رکھنے والی جسمانی زندگی مراد نہیں ہے۔ لہذا روحانی حیات سے پہلے روحانی موت کی وضاحت ضروری ہے۔ زمین کے مرجانے کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے جس سے مراد یہی ہے کہ زمین کا ہر قسم کے گناہوں سے بھر جانا۔ عقائد میں فتور آ جانا۔ وحی و الہام سے منکر ہو جانا۔ سچائی اور نیک بختی کے طریق کو یکسر چھوڑ دینا وغیرہ وغیرہ لیا گیا ہے اور اس کے بعد زمین کا زندہ ہو جانا یہی مطلب رکھتا ہے کہ توحید کا بول بالا ہونا اور عملی خرابیوں کا رفع ہونا اخلاقی بلندی کا معراج ہونا زندگی کہلائے گا۔

اور ان معنوں میں حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا تو یہ عالم ہے کہ آپؐ نے سابقہ انبیاء کی سچائی پر ایسی مہر ثبت کر دی کہ تاقیامت روحانی طور پر زمین کو زندگی مل گئی ہے اور معراج حاصل ہوا ہے یعنی زمین آپؐ کے فیض سے مستفیذ ہوتی رہے گی۔ اور اس طرح آپؐ زندہ و پائندہ

رہیں گے۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی فرمایا ہے کہ آپ کے زندہ ہونے کا میں گواہ ہوں۔ میرا وجود آپؐ کے فیض دوام کی منہ بولتی تصویر ہے۔ آپ کی زندہ جاوید ہستی کی گواہی مَیں از خود ہوں اور میری گواہی حضرت سیّد وُلدِ آدمؐ ہیں کہ انہوں نے میرے آنے کی شہادت و پیشگوئی اپنی مبارک زبان سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں با آواز بلند عطا فرمائی تھی۔ لہٰذا میرا وجود بھی آپ کی صداقت کی زندہ دلیل ہے اور میرا موجود ہونا بھی آپ کی زندگی کا بیّن ثبوت ہے۔

ایک ایسا ہی روشن دن تھا کہ صحابہ کرام فدائیان رسولؐ مجلس رسول پاکؐ میں موجود تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ایک زمانے میں جو قرب قیامت کا زمانہ ہو گا سورج کو گرہن کی درمیانی تاریخوں میں اور چاند کو گرہن کی پہلی تاریخوں میں رمضان کے مہینے میں گرہن لگے گا اور یہ بطور نشان ہو گا وہ مہدی کی آمد کا زمانہ ہو گا۔"

چنانچہ یہ نشان جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں کبھی کسی مدعی کے لئے ظاہر نہیں ہوئے۔ گویا اس نشان کے لئے آپؐ نے مندرجہ ذیل علامات بھی واضح طور پر فرمادیں۔

(1) کہ ایک مدعی مہدویت پہلے سے موجود ہو گا۔

(2) رمضان کا مہینہ ہو گا۔

(3) اس مہینے کی تیرہویں تاریخ کو چاند کو گرہن لگے گا۔

(4) اس مہینے کی اٹھائیس تاریخ کو سورج کو گرہن لگے گا۔

گویا

سورج لور چاند کے معین لوقات لور تاریخ معین میں گرہن لگنے کا ذکر فرمایا گیا

تو ثابت یہ ہوا کہ وہ مہدی جس کو نبی پاکؐ محمد مصطفیٰ نے "مہدینا" کے لفظ سے پکارا تھا وہ آپ کی سچائی ثابت کرنے کے لئے نازل ہو چکا ہے اور 1894ء میں عوام و خواص کے مطالبہ کے مطابق یہ ارشاد مبارک بھی پورے جلال و جمل کے ساتھ پورا ہو گیا ہے۔ 1894ء کو آسمان پر رمضان کی تیرہویں تاریخ کو تمام عالم نے چاند کو گرہن لگتے ہوئے دیکھا اور پھر اسی مہینے میں اٹھائیس تاریخ کو سورج گہنایا گیا اور عوام و خواص سب نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہدی کے وقت کی ایک دلیل و نشانی بتائی تھی وہ آپ کی صداقت پیش کرتے ہوئے پوری ہوئی اور من و عن پوری ہوئی اور یہ ساری وہ باتیں ہیں کہ جن کی یکجائی کا وقوع پذیر ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کے تصرفِ خاص کے ہرگز ممکن نہیں اور یہ گواہی دو دفعہ پوری ہوئی ایک دفعہ آپ کی عظیم صداقت کا موجب ہوئی اور دوسری بار مہدی موعود کی صداقت و تائید کا موجب ہوئی۔ گویا آسمان نے ایک ایسی گواہی دی جس سے دو صداقتیں وقوع پذیر ہوئیں۔ اسی لئے تو حضرت اقدس بے دھڑک خود کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شاہد پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "قیامت کا نمونہ روحانی حیات کے بخشنے میں اس ذات کامل الصفات نے دکھلایا۔ جس کا نام نامی محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سارا قرآن اول سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ رسولؐ اس وقت بھیجا گیا جب تمام قومیں دنیا کی روح میں مرچکی تھیں——— پھر آپ نے اپنی قوت احیاء سے لوگوں کو فنا فی اللہ کر دیا۔ دوسرے مصرعہ میں حضور فرماتے ہیں کہ میں نے رسولؐ پاک کی زیارت جاگتے ہوئے بھی کی ہوئی ہے۔

"ایک رات میں کچھ لکھ رہا تھا کہ اس اثناء میں مجھے نیند آگئی اور میں سو گیا۔ اس وقت میں نے حضرت رسول پاک کو دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ بدر تام کی طرح درخشاں تھا۔ آپؐ میرے قریب ہوئے اور میں نے محسوس کیا کہ آپؐ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے مجھ سے معانقہ کیا اور میں نے

دیکھا کہ آپؐ کے چہرے سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہو گئیں۔ میں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا تھا اور اس معانقہ کے بعد نہ میں نے محسوس کیا کہ آپ مجھ سے جدا ہوئے ہیں اور نہ یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔ بلکہ اس کے بعد مجھ میں الہام الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

یا احمد بارک اللہ فیک

O===O===O

کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا۔ وہ جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہے گا اس وقت تک فرشتے بھی اس پر دود بھیجتے رہیں گے۔

61

وَرَأَيْتُ فِيْ رَيْعَانِ عُمْرِيْ وَجْهَهٗ
ثُمَّ النَّبِيُّ بِيَقْظَتِيْ لَاقَانِيْ

ترجمہ: میں نے (اپنے)) جوانی کے آغاز میں ہی آپؐ کا چہرہ مبارک دیکھا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری بیداری میں بھی مجھے ملے ہیں۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آغاز جوانی میں ہی آپؐ کا روئے مبارک دیکھا تھا۔ پھر آپؐ نے بیداری کی حالت میں بھی مجھے شرفِ ملاقات بخشا تھا۔ فخرِ دو عالم رحمت العالمینؐ کی زیارت ایک ملی ہوئی حقیقت ہے۔ بندگانِ الٰہی آپ کے وصل کے لئے روزے بھی رکھتے ہیں۔ چلے بھی کاٹتے ہیں اور سلوک کی راہوں سے بھی گزرتے ہیں۔ بعض بزرگ لوگوں کو درجنوں بار زیارت نصیب بھی ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک فارسی قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ان الفاظ میں ذکرفرمایا ہے۔

"اے میرے محبوب آپ وہ وقت یاد فرمائیں جب آپؐ نے کشف میں مجھے اپنی شکل دکھائی تھی۔ ایک اور موقعہ بھی یاد فرمائیں جب آپؐ میرے پاس مشفقانہ تشریف لائے تھے۔ ان مہربانیوں اور رحمتوں کو بھی یاد فرمائیں جو آپؐ نے مجھ پر فرمائی تھیں اور ان بشارتوں کو بھی جو آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے دیتے تھے۔ اور وہ وقت بھی یاد فرمائیں جب بیداری میں آپؐ نے مجھے اپنا وہ جمال وہ چہرہ اور وہ صورت دکھائی تھی جو رشک بہار

تھی"۔

چونکہ زیارت ایک مستند حقیقت ہے اس لئے حضرت اقدس اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہیں اور شکرانہ بارگاہ الٰہی میں ادا فرماتے ہیں اور قارئین کرام کے لئے وضاحت سے ایک اپنی خواب درج فرماتے ہیں جو تشریح طلب نہیں ہے لہٰذا اسے لکھ دینا ہی تکمیل تشریح ہے۔ آپ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ۔

"اوائل ایام جوانی میں ایک رات میں نے دیکھا کہ میں ایک عالیشان مکان میں ہوں۔ جو نہایت پاک اور صاف ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا اور ذکر ہو رہا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضور کہاں تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھے اس مکان کے ایک کمرے کا پتہ دیا۔ میں اس کے اندر چلا گیا اور جب میں حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو حضور بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے مجھے سلام کا بہتر طور پر جواب دیا۔ آپؐ کا حسن و جمال اور ملاحت اور مجھ پر آپ کی شفقت و محبت کی نگاہ مجھے اب تک یاد ہے اور وہ کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپؐ کی محبت نے مجھے فریفتہ کر لیا۔ اور آپؐ کے حسین و جمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس وقت آپؐ نے مجھے فرمایا کہ اے احمد! تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ جب میں نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور مجھے ایسی ہی ایک تصنیف معلوم ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ میری تصنیف ہے۔

براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا۔ کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کتاب کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔

غرض آنحضرت نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبویؐ کے ہاتھ میں آئی تو آنجنابؐ کے ہاتھ لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی جو امرود سے مشابہ تھا۔ مگر بقدر تربوز تھا۔

آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجنابؐ کے ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گئے۔ تب ایک مردہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا۔ جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرت بڑے جاہ و جلال اور شانِ حاکمانہ سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوہ فرما تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھا لی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہو گئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی۔ کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی تب اس نور کو مشاہدہ کرتے کرتے میری آنکھ کھل گئی۔

والحمد اللہ علی ذالک۔ (۱)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے فیض الٰہی عطا کیا اور ایک امتی کی حیثیت سے غیر شرعی نبوت بھی عطا کی گویا روحانیت کے عظیم انعام سے خدا تعالیٰ نے انہیں سرفراز فرمایا تو انہوں نے آ کر کیا کام کیا؟

(۱) اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمدؑ صاحب نے مذہبی دنیا میں

نمبر۱ آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارت (بشکریہ شرح قصیدہ)
براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ 248-249

انقلاب پیدا کیا حضرت عیسیٰ کی موت ثابت کی اور صلیب کو پاش پاش کیا۔

(2) آسمانی دلائل اور روشن نشانات سے اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دیکھایا۔

(3) آپ کے ذریعے سے ہزاروں لوگوں نے خدا سے تعلق قائم کیا جو کٹ چکا تھا۔

(4) قرآن کریم کی عظمت کو قائم کیا۔

(5) آپ نے قرآن و سنت اور حدیث میں افراط و تفریط ختم کر کے معتدل رائے کو قائم کیا۔

(6) آپ نے زندہ خدا۔ زندہ نبی اور زندہ کتاب پیش کی۔

(7) تمام انبیاء کی عزت قائم کی انہیں معصوم ثابت کیا۔

(8) آپ نے قیامت اور ملائکہ پر ٹھوس ایمان پیدا کیا۔

(9) تمام مردہ قوتوں کو روحانی زندگی پانے اور خدا سے تعلق پیدا کرنے کی طرف متوجہ کیا۔

(10) خلافت علی منہاج نبوت کو قائم کیا۔

(11) دیندار مبلغین و واقفین قرون اولیٰ کی طرح قربانیاں دینے والے پیدا کئے۔

62

إِنِّي لَقَدْ أُحْيِيتُ مِنْ إِحْيَائِهِ
وَاهًا لِإِعْجَازٍ فَمَا أَحْيَانِي

ترجمہ: بے شک میں آپ کے زندہ کرنے سے ہی زندہ ہوا ہوں۔ سبحان اللہ ! کیسا اعجاز ہے اور مجھے کیا خوب زندہ کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ شعر بھی فی مدح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا ہے۔ اس میں اِنّی سے مراد ان کا اپنا وجود ہے۔ وہ اپنی ذات کے لئے فرماتے ہیں کہ اے پیارے رسولؐ خدا میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو آپؐ نے زندہ کیا ہے۔ سبحان اللہ کیا اعجاز ہے کہ آپؐ نے مجھے زندہ کیا اور کیا ہی اچھا زندہ کیا۔ یعنی آپؐ کے زندہ کرنے سے میں زندہ ہوا ہوں۔

کیسی عمدگی سے اپنے پیارے کے اعجاز کا نقشہ کھینچتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں تو ایک قطرہ تھا تو نے مجھے دریا بنا دیا۔ محبت کے بیان کی کیسی شان ہے؟ بیشک دریا کی شان اور عظمت یہ ہے کہ ایک قطرہ دریا کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے۔ مگر عظمت تو اس مبارک وجود کی بھی ہے کہ جس کی بدولت ایک قطرہ بھی دریا بن سکتا ہے اور بن گیا۔ یعنی قطرہ اور دریا تو قابل غور ہیں ہی اصل قابل غور وہ وجود ہے جس کی وجہ سے ایک قطرہ دریا بننے میں کامیاب ہو گیا۔ نور کی شعاعیں تیز ہو گئیں کہ ہر چیز کو اپنے ہالہ میں لیکر منور و روشن کر دیا ہے اتنا روشن کیا کہ وہ خود ہی مشعل بن گئیں۔ واہ کیا معجزہ نما نور ہے کہ نہ صرف موت کے اندھیروں سے نکالا بلکہ زندگی ایسی عطا کی کہ زندگی

بخش وجود بنا دیا۔ لوگوں کو زندگی بانٹنے والی ہستی بنا دیا گیا ہے۔ حضرت اقدس
اس شعر میں روحانی زندگی کے ثبوت میں اپنے وجود کو پیش کرتے ہیں اور
مقصد یہی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور تاثیر
و روحانی کی فضیلت دیگر تمام انبیاء پر ثابت کی جاوے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

"اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لیکر جھوٹ بولنا
سخت بد ذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال کا یہ ثبوت دیا ہے
کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر
اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر
نشانِ غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نعروں کے ذریعہ سے میں نے خدا کو دیکھ لیا۔"(1)

امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے سرور
کائنات "آپؐ کی عظمت و رفعت کی شان کن کن لفظوں میں بیان کروں کہ
آپؐ کی تربیت۔ آپؐ کی شریعت اور آپ کی صدیقیت و محبت نے
صحابہ کرام کو خدا نما انسان بنا دیا یہاں تک ان کو کالنجوم کا لقب نصیب ہو گیا۔
وہ فنا فی اللہ اور فنا فی رسول قوم بن کر ابھرے۔ مگر وقت کی دوری نے بدعت
۔ رسومات شرک خفی جہالت اور تکبر نے قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ
قوم جو تقویٰ کے لباس سے ڈھانکی ہوئی تھی۔ پھر سے تقویٰ سے عاری ہو
گئی۔ ہاں کتاب قرآن حکیم اگرچہ ان میں موجود تھی احادیث و سنت بھی درو
دیوار پر مرقوم تھی مگر کبھی کوئی تحریر بولا نہیں کرتی ایسے میں ضرورت اس امر کی
ہوتی ہے کہ صاحب علم۔ صاحب ایمان اور خدا تعالیٰ کا فرستادہ قوم کو ہلا کر
بیدار کر دے۔ وہ گرد جو مذہب کے چہرے پر بدعات نے ڈال دی ہے صاف

(1) تریاق القلوب صفحہ 5

کرے اور ڈوبتے ہوئے لوگوں کو ساحل پر لے آئے۔

چنانچہ

وہ فیض محمدیؐ جو امت میں جاری و ساری تھا کام آیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے
محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میٹھے پانی کے چشمے کو نمایاں طور پر پھر
جاری کر دیا اور امت سے کیا ہوا وعدہ

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ (سورہ کوثر)

یقیناً" ہم نے دیا تجھ کو کوثر۔ پس نماز پڑھ اپنے رب کے لئے اور قربانی کر۔
یقیناً" تیرا دشمن ہی رہے گا بے نسل۔

کو پھر پورا فرمایا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رخ روشن اس باغ
کی طرف کر دیا جو پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ ہر خوشہ آپ کے قریب ہوا۔ کہ
آب حیات سے آپ کا گھر بھر گیا اور آپؐ کی امت کے لئے رواں دواں ہو
گیا۔

یہاں زندگی سے پہلے روحانی طور پر موت کی وضاحت ضروری ہے جیسے
کہ زمین کے مرجانے کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے۔ اس سے مراد زمین
کا ہر قسم کے گناہوں سے بھر جانا۔ عقائد میں فتور آ جانا۔ وحی و الہام سے منکر
ہو جانا اور سچائی و نیکی اور نیک بختی کے طریق کو یکسر چھوڑ دینا لیا گیا ہے۔

چنانچہ

اس روحانی موت کے بعد خدا تعالیٰ نے سرور کائنات کی طفیل ایک

زندگی بخش احسان پھر کیا" کہ ایک ایسی حیات مجھے عطا ہوئی کہ مجھے فرش سے عرش پر لے گئی۔ اور یہ حیات میرے خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق نصیب ہوئی آسمانی برکتیں۔ خارق عادت تائیدیں اور خدا تعالیٰ سے ہمکلامی مجھے نصیب ہوئی۔ اور اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو یہ روحانی حیات بجز اتباع خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ذریعہ سے مل سکتی ہے تو وہ اس عاجز کا مقابلہ کرے۔ اور نہیں تو طالب حق بن کر یکطرفہ برکات اور آیات اور نشانوں کے مشاہدہ سے حاضر آوے۔ لیکن کسی نے بھی اس طرف رخ نہیں کیا اور اپنی کنارہ کشی سے ثابت کر دیا کہ وہ سب تاریکی میں گرے ہوئے ہیں"۔ (1)

پس الختصر یہ بات سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے کامل اتباع رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی حیات تک پہنچانے کا جو وعدہ کیا تھا۔ وہ آخرین کے ساتھ پورا کر دیا اور اس طرح حیات جاودانی حضرت اقدس کو نصیب ہوئی۔ جو حقیقت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی حیات ہے۔

فرمایا

(وَنَبِیُّنَا حَیٌّ وَاِنِّی شَاھِدٌ)

(1) آئینہ کمالات اسلام صفحہ 222-220

63

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

ترجمہ: اور اے میرے اللہ اپنے نبی پر ہمیشہ درود بھیجتا رہ۔ اس دنیا میں بھی اور دوسری دنیا میں بھی۔

ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کا قصیدہ فی مدح نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ستر 70 اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے ہر لفظ سے پیار کا رنگ نکل رہا ہے ہر جملہ بشکل شعر محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ جس انداز سے پڑھیں پیار ہی پیار اترا ہوا ہے۔ مزید براں اگر دیکھا جاوے تو عام قصائد میں اور اس قصیدہ میں نمایاں فرق یہ ہے کہ عام قصیدہ گو ہمیشہ ہر شعر کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں ایک فرمائش پیش کر دیتا ہے۔ جھولی پھیلا دیتا ہے اور قصیدہ گوئی کی قیمت وصول کرتا ہے۔ لیکن اس عظیم قصیدہ کے ستر اشعار میں آپ صرف ایک دو بار سوال پیش کرتے ہیں اور وہ بھی اپنے محبوب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے خدا کے حضور میں بطور سوالی کھڑے ہیں اور رحمت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ آپ خوف سے لرزاں ہیں اور خدا کے محبوب کی جامع صفات کی قسم دے کر رحم کی ایک التجا دربار خداوندی میں پیش کرتے ہیں کہ اے میرے محسن میں کمزور ہوں۔ ناتواں ہوں اور بے سرو سامان ہوں۔ میرے مولیٰ میں تجھے تیرے ہی رخ انور کا واسطہ دیکر عرض کرتا ہوں کہ سیّد وُلدِ آدمؑ اور میرے پیارے محسن اعظم نبیؐ پر ہمیشہ درود بھیج اس دنیا میں بھی اور دوسرے عالم میں بھی ستاروں کی مانندان گنت

اور بے شمار۔ عظمت و بلندی عطا کر میرے محسن کو آسمان کی رفعتوں کی طرح۔

یعنی

ان رفعتوں تک روشنی و نور عطا فرما اور میرے ہادیؐ کو مانند سورج کی منور کرنوں کے روشن کر دے تا آنکہ بروز قیامت اس مقدس روشنی سے میں تیری جناب تک راستہ پا سکوں۔ اے رب العالمین تجھے تیری ہی ربوبیت کا واسطہ کائنات کے ہر ذی روح کا سلام و درود پہنچے میرے محبوب آقا کی خدمت میں تا آنکہ یہ احقر ترین غلام آپؐ کی خوشبو و مہک سے جنت کی نوید پا سکے۔ آمین یا رب العالمین۔

واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درود و سلام کا ذکر شوق اس لئے زیادہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور محبت کرنے کے صلہ ہی میں تو آپ کو تمام برکات روحانی عطا ہوئی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم دیا آپ تحریر فرماتے ہیں۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفصیلات اور عطایات اسی کے طفیل سے ہیں۔ اور اس سے محبت کرنے کا یہی صلہ ہے۔ سبحان اللہ! اس سرور کائنات کے حضرت احدیت

میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ آپؐ کا محب خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور آپؐ کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بنا دیا جاتا ہے"۔

"اس مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل میں نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں"۔ [1]

درود شریف میں حکمت کے متعلق :-

سیدنا حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اگر ہم اللہ کے پورے پورے بندے اور عابد اور تعظیم کرنے والے ہیں اور مخلوق پر شفقت اور رحم کرنے والے اور علوم اور عقائد سے خوشحال ہیں تو یہ سب فیضان اور احسان حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے آپ کے دل کے درد اور جوش نہ ہوتے تو قرآن کریم جیسی پاک کتاب کا نزول کیسے ہوتا آپ کی مہربانیاں اور توجہات اور محنتیں اور تکالیف شاقہ نہ ہوتیں تو یہ پاک دین ہم تک کیسے پہنچ سکتا۔ آپ نے یہ دین ہم تک پہنچانے کی غرض سے خون کی ندیاں بہا دیں اور ہمدردی خلق کے لئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا تو پھر غور کا مقام ہے کہ جب ادنیٰ ادنیٰ محسنوں سے ہمیں محبت پیدا ہو جانا ہماری فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جوش کیوں مسلمان کے دل میں موجزن نہ ہو گا۔ درود بھی

(1) براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 27-36

درد ہی سے نکلا ہوا ہے یعنی خاص سوز و گداز اور رقت سے خدا کے حضور التجا کرنی کہ اے مولا تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص انعامات اور مدارج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں اور کس طرح سے آپؐ کے احسانات کا بدلہ دے سکتے ہیں۔ بجز اس کے کہ تیرے ہی حضور میں التجا کریں کہ تو ہی آپؐ کو ان سچی محنتوں اور جانفشانیوں کا سچا بدلہ جو تو نے آپ کے واسطے مقرر فرما رکھا ہے وہ آپ کو عطا فرما۔ انسان جب اس خاص رقت اور حضورِ قلب اور تڑپ سے گداز ہو کر آپ کے واسطے دعائیں کرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے اور خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اور پھر اس دعا گو درود خواں کے واسطے بھی ادھر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ایک درود کے بدلہ میں دس گنا اجر اسے دیا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس درود خواں اور آپ کی ترقی مدارج کے خواہاں سے خوش ہوتی ہے اور اس خوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کو دس گنا اجر عطا کیا جاتا ہے انبیاء کسی کا احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتے"۔

(رسالہ "الحکم" قادیان 6 اپریل 1908ء)

64

يَا سَيِّدِىْ قَدْ جِئْتُ بَابَكَ لَاهِفًا

وَالْقَوْمُ بِالْإِكْفَارِ قَدْ اٰذَانِىْ

ترجمہ: اے میرے آقا میں تیرے دروازے پر مظلوم و مضطر فریادی کی حالت میں آیا ہوں جبکہ قوم نے مجھے کافر کہہ کر ایذاء دی ہے۔

پچھلے شعر میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شکرانہ ادا فرمایا تھا اور پھر طبعی طور پر دل میں جذباتِ محبت نے شدت اختیار کر لی تھی۔ جس کے نتیجہ میں آپ نے بے ساختہ اپنے محبوب سرور کائنات محسنِ انسانیت کے لئے دعا شروع کر دی۔ کیونکہ خدا کا چہرہ اسی مصفا آئینہ سے ہی تو آپ نے دیکھا تھا۔ لہٰذا دعا کا مستحق بھی وہی شخص ہوتا ہے جو انعامات الٰہیہ کا وسیلہ بنتا ہے۔ تو حضرت اقدس نے دردِ دل سے دعا کی تھی کہ دنیا میں آپؐ کے درجات بلند ہوں اور آخرت میں بھی اللہ آپؐ پر ہمیشہ اپنی رحمت کی بارش نازل فرماتا رہے آمین

اور اب اس شعر میں دعا کے ساتھ

اسی لمحہ ایک کسک پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں آپ نے فریاد کر ڈالی اور داد رسی کے لئے دستک دے دی۔ آپ فرماتے ہیں میرے آقا! میں بے بس فریادی بن کر تیرے دروازے پر حاضر ہوا ہوں۔ بحالیکہ قوم نے مجھے کافر کہہ کر سخت ستایا ہے۔ یہاں اپنے دکھ کی کیفیت بیان فرما کر شکوہ پیش کرتے ہیں کہ میرے محبوب میں بہت کمزور ہوں ناتواں ہوں مگر تیرا عاشقِ صادق

ہوں۔

تیرے لوگوں نے یعنی امت کے لوگوں نے مجھے بے حد دکھی کر دیا ہے کہ میں آپؐ کے پاس فریاد لیکر حاضر ہو گیا ہوں۔ یہ فریاد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جناب سیدِ کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اسی طرح پیش کی ہے جس طرح طائف کے مقام پر ایک دن محبوبِ خدا فخر الانبیاء نے پیش کی تھی۔ یاد رہے کہ جب اپنی ہی قوم سے کوئی ستایا جائے تو دکھ کی کسک زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

بخوفِ طوالت اگر وہ داد رسی جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہولہان جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی تھی درج نہ کروں تو ایک تشنگی رہ جائے گی۔ لہٰذا ملاحظہ ہو کہ نبیؐ رحمتہ اللعالمینؐ دیوار کے سایہ میں کھڑے ہو کر یہ دعا مانگتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"اے اللہ! میں اپنی کمزوری اور ضعفِ قوت و تدابیر اور لوگوں میں اپنی ذلت کی شکایت تجھی سے کرتا ہوں۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے تو کمزور دل کو ترقی پر پہنچانے والا ہے اور میری پرورش کرنے والا ہے۔ تو نے مجھے کس کے حوالے کر دیا۔ ایسے دل والے کو جو مجھ سے ترش رو ہو کر پیش آتا ہے اور ایسے دشمن کو میرے معاملہ کا مالک بنا دیا کہ اگر مجھ پر تیرا کوئی غصہ نہیں تو میں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ تیری عافیت میرے لئے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے اس چہرہ کے نور کی پناہ لیتا ہوں۔ جس سے اندھیرے دور ہوئے ہیں۔ دنیا اور آخرت کے معاملے سدھرتے ہیں۔ اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا تیری خفگی ہو مجھے تیری ہی رضا کی طلب ہے۔ حتیٰ کہ تو راضی ہو جا تیرے سوا کسی میں ضرر دور کرنے کی

قوت ہے اور نہ نفع حاصل کرنے کی"۔(1)

پس ان اشعار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالکل اسی طرح اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کرتے ہیں کہ اے میرے محبوب ان لوگوں نے جو اپنے آپ کو تیری طرف منسوب کرتے ہیں میری حد درجہ تکفیر و تکذیب کی ہے اس لئے میں تیرے دربارِ عالی سے داد رسی کا خواہاں ہوں اور بڑے دکھ سے فارسی قصیدہ میں فرماتے ہیں کہ "ہمیں ان دو موذی مولویوں (یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی) + (محمد نذیر دہلوی) سے جو آزار پہنچے ہیں اے رسول اللہؐ آپؐ ان کا حال بڑے اقتدار والے علیم و خبیر سے پوچھ لیجئے۔ ہمارے حال اور ان دو شیخوں کی شوخی سب کا واقف الحال و بردبار خدا خوب جانتا ہے انہوں نے میرا نام دجال و گمراہ اور کافر رکھ چھوڑا ہے اور ان کے خیال میں میری طرح اور کوئی ناپاک بد اور ذلیل نہیں۔ مجھ مظلوم اور غمگین کے لئے کسی کا دل نہ جلا سوائے تیرے جس نے خوابوں میں مجھ پر بار بار مہربانی فرمائی"۔(1)

حضور کا القصیدہ دکھی دل کی داد رسی پر بھی مبنی ہے اور خط کشیدہ جملے متقاضی ہیں کہ قارئین کے لئے بدرج حالات کی وضاحت کی جاوے تاکہ جہاں تکفیر و تکذیب کی صورت سامنے آئے تو ساتھ ہی خدا تعالیٰ رحیم و کریم کی مہربانیاں اور رحمتیں بھی سایہ فگن نظر آ جائیں تاکہ تازگیٔ ایمان کا موجب ہو یوں تو تکفیر کوئی نئی بات نہیں۔ ان مولویوں کا آبائی طریق یہی چلا آتا ہے کہ یہ لوگ ایک باریک بات کو سن کر فی الفور کپڑوں سے باہر ہو جاتے ہیں اور چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ عقل ان کو دی ہی نہیں کہ بات کی تہہ تک پہنچیں اور

(1) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کامل صفحہ 433

(1) فارسی قصیدہ حضرت اقدس

اسرار نامنہ کی گہری حقیقت کو دریافت کر سکیں۔ اس لئے اپنی نا فہمی کی حالت میں تکفیر کی طرف دوڑتے ہیں اور اولیائے کرام سے ایک بھی ایسا نہیں کہ ان کی تکفیر سے باہر رہا ہو۔ یہاں تک کہ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ جب مہدی موعود آئے گا تو اس کی بھی مولوی لوگ تکفیر کریں گے اور ایسا ہی حضرت عیسیٰ جب اتریں گے تو ان کی تکفیر ہو گی۔ ان باتوں کا جواب یہی ہے کہ ایسے حضرات آپ لوگوں سے خدا کی پناہ! اللہ سبحانہ اپنے برگزیدہ بندوں کو آپ لوگوں کے شر سے بچاتا آیا ہے ورنہ آپ لوگوں نے تو ڈائن کی طرح امت محمدیہؐ کے تمام اولیائے کرام کو کھا پی جانا تھا اور اپنی بد زبانی سے نہ پہلوں کو چھوڑا نہ پچھلوں کو۔

مثلاً "شیخ جن کی شوخی کا حضور نے ذکر فرمایا ہے وہ تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی محمد نذیر جو بہت بڑھ چڑھ کر تکفیر بازی کر رہے تھے۔ گو کہ اس کے متعلق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا تھا کہ آثار نبویہ سے ظاہر ہے کہ مہدی آخر زماں کی تکفیر کی جائے گی گویا تکفیر بازی کی ایک خوفناک ہوا ہر طرف چل رہی ہو گی اور لوگ ایک دوسرے سے حد درجہ بدگوئی سے پیش آئیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی یہ نشانی کس ہیبت ناک طریق سے پوری ہوئی ہے ملاحظہ کیجئے۔

"فتویٰ کفر کا کام علماء نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے سپرد کیا تھا جو انہوں نے دو سو مولویوں سے کفر کے فتوے حاصل کئے اور غالباً" کوئی غلیظ سے غلیظ گالی ایسی نہ ہو گی جو ان علماء نے استعمال نہ کی ہو گی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ میں نے ہی اس کو اونچا کیا تھا اور میں ہی اس کو گراؤں گا"

مگر

اللہ تعالیٰ کے جس مامور کی عزت کو بٹالوی صاحب تباہ کرنا چاہتے تھے آج اکنافِ عالم میں اِن کا نام عزت سے لیا جاتا ہے اور دنیا کی مشہور شخصیتیں اِن کا نام آتے ہی ادب سے جھک جاتی ہیں اور وہ وقت دور نہیں بلکہ دروازے پر ہے جبکہ دنیا کے بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ لیکن بٹالوی صاحب کا نام قارئین کو بتانے کے لئے مجھے اتنی مشکل کرنی پڑی ہے۔ اولاد سب کی سب برباد ہوئی جائیداد تباہ ہوئی بٹالے میں فوت ہونے والا مولوی بٹالے کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکا مسلمانوں نے دفنانے سے انکار کر دیا۔ بیشک خدا تعالیٰ سچا ہے جس نے فرمایا تھا——

اِنّی مُھِین من اراد اھانتک
انی معین من اراد اعانتک

"جو لوگ محبت اور اخلاص کے ساتھ درود پڑھیں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی برکات سے حصہ پائیں گے ان کے گھر رحمتوں سے بھر دیئے جائیں گے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا جلوہ گاہ ہو جائیں گے اور نہ صرف ان روحانی نعماء سے وہ لذت اندوز ہوں گے بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کی وجہ سے چونکہ ان کی خواہش ہو گی کہ اسلام پھیلے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اکناف عالم تک پہنچے اس لئے وہ اپنے اس ایمانی جوش اور دردمندانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اسلام کے غلبہ کا دن بھی دیکھ لیں گے اور سچی بات تو یہ ہے کہ دعائیں ہی ہیں جن سے یہ عظیم الشان کام ہو سکتا ہے"۔

روزنامہ الفضل 23 مئی 1944ء قادیان

65

يَفْرِيْ سِهَامُكَ قَلْبَ كُلِّ مُحَارِبٍ
وَيَشُجُّ عَزْمُكَ هَامَةَ الثُّعْبَانِ

ترجمہ: تیرے تیر ہر جنگجو کے دل کو چھید دیتے ہیں اور تیرا عزم اژدھا کے سر کو کچل دیتا ہے۔

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دکھوں کی شکایت و فریاد کے علاوہ وجہ بیان کی ہے کہ میں آپؐ کے پاس شکایت لے کر کیوں حاضر ہوا ہوں۔ اصل میں اپنی زمین پر اپنی ہی قوم کے ہاتھوں جب دکھ پہنچے تو انسان زیادہ دکھی ہو جاتا ہے۔ لہذا آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد کرتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا جو تعلق ہے وہ اتنا مضبوط و ارفع ہے کہ آپؐ کا کوئی دشمن بھی سزا سے بچ نہیں سکتا۔ اس لئے اے آقا میں یقین رکھتا ہوں کہ مجھے کافر کہنے والے اگر صادق ہیں تو میں تباہ ہو جاؤں گا لیکن اگر وہ تکفیر میں جھوٹے ہیں تو وہ بے سزا نہیں چھوڑے جائیں گے۔ وہ دنیا سے ایسے مٹ جائیں گے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

سو یاد رہے کہ آج مکفرین علماء کا کوئی نام لیوا تک نہیں۔ وہ دنیا سے ایسے مٹ گئے ہیں کہ ان کا نام و نشان باقی نہیں ہے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ نے حضور کی فریاد رسی کی اور اپنے فضلوں سے سچ کا نام بلند کر کے آپ کو وہ ترقیات دیں کہ آپ کی جماعت آج اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی ہے اور

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ شہرت و عزت عطا کی ہے کہ احمدیت کے بدترین دشمنوں کو بھی علی الاعلان یہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ بیشک مرزا غلام احمد قادیانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و تاثیرِ قدسی کی برکت سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علی وسلم کا زندہ نبی ہونا اور اسلام کا زندہ مذہب ہونا اور قرآن مجید کا زندہ کتاب ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ سرور کائنات کی طرف خود کو منسوب کرنے والے لوگ اپنے غلط قسم کے فتوے اور پروپیگنڈے سے تثلیث کی طاغوتی طاقتوں کو مضبوط کرتے ہیں اور دینِ مصطفیٰ کو ضعیف کرتے ہیں اور وہ شخص جو اپنی ساری زندگی خدمتِ اسلام اور دیگر مذاہب پر اس کی برتری اور فوقیت ثابت کرنے میں گزار دے اس کے لئے لحہ فکر ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے کم اور دین مصطفیٰ کے لئے زیادہ دکھی و غمگین ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے پاس سوائے شکایت و شکوہ کے کچھ نہیں ہوتا وہ اعلیٰ و ارفع دربار میں فریاد کرتا ہے اور دنیا کو دکھانا چاہتا ہے کہ صادق کون ہے اور کاذب کا کیا انجام ہوتا ہے۔چنانچہ اس انجام کے متعلق حضرت خلیفتہ المسیح الثانی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ:

"انہوں نے ایک دفعہ بڑی تعلّی کے ساتھ کہا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو اونچا کیا تھا اور اب میں ہی ان کو نیچا گراؤں گا۔ مگر اس کے بعد انہوں نے حضرت مرزا صاحب کو کیا گرانا تھا خود ہی ذلیل ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے دو بیٹے بھاگ کر قادیان میں میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا باپ اتنا بے غیرت ہے کہ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ہم کسی یتیم خانہ میں داخل ہو جائیں۔ وہ ہمیں ہر وقت مارتا پیٹتا ہے اور ہم سے ذلیل کام لیتا ہے۔ ہم اب اس کے پاس رہنا نہیں چاہتے۔ میں نے ان دونوں کا وظیفہ لگا دیا

اور انہیں قادیان میں تعلیم دلوائی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اس میں میری بڑی ذلت ہے ان کو قادیان سے نکال دیں۔ مگر میں نے کہا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ میرے پاس مدد کے لئے آئیں اور میں ان کو نکال دوں۔ اس کے بعد وہ دونوں احمدی ہو گئے اور آخر مولوی صاحب زور دے کر ان کو واپس لے گئے۔ مگر پھر بھی ان سے ایسا سلوک کیا کہ ان میں سے ایک تو مرگیا اور دوسرا عیسائی ہو گیا۔ اور اب تک زندہ ہے اور ریاست میسور میں کاروبار کرتا ہے۔" (1)

تو یہ تھا وہ تیر جو سرور کائنات کے ترکش سے نکلا تھا اور اژدھے کے سر کو کچلتا ہوا ثابت کر گیا کہ محمد حسین بٹالوی اور مولوی نذیر دہلوی بیشک منکرین میں سے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی تکفیر کا بیڑا اٹھایا تھا اور حضرت اقدس کو بے حد درجہ ستایا تھا۔ شیطان و دجال نام رکھا تھا اور بدترین خلائق اور ملحد و زندیق کہہ کر پکارا تھا۔ مگر آج یہی ثابت ہوا کہ بدترین خلائق کا مستحق کون تھا اور کون مٹ گیا اور ذلیل ہو کر گرا کہ نام و نشان صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گیا۔ مگر وہ روحانی پانی جس کی آمد کی خبر فخر الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو عطا کی ہے اپنے وقت پر ہی نازل ہوا اور صداقتِ رحمتہ اللعالمین کا زندہ ثبوت سامنے آگیا۔ اسی لئے حضرت بانی سلسلہ علیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایسی رو چلا دی کہ تمام دنیا بڑی بے تابی سے ایک مسیح اور

(1) تفسیر کبیر جلد ششم جزء سوئم صفحہ 450

مہدی کا انتظار کرنے لگ گئی۔ یہ بھیگی بھیگی ہوائیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اب جلد ہی آسمانِ روحانیت پر ایسا بادل چھانے والا ہے جو اپنی موسلادھار بارش سے پیاسی روحوں کو سیراب کر دے گا اور ان کی بے قراری کو دور کر دے گا۔

مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہؑ نے فرمایا

"اے بندگانِ خدا! آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساکِ باراں ہوتا ہے اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کنوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے (یعنی خدا کی وحی) وہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے سو یہ زمانہ اس روحانی پانی کا محتاج تھا"۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

"میں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ جبکہ اس زمانے میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقویٰ اور طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ ہے کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بلایا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 1 یادداشتیں)

"یعنی اے خدا کے مسیح دنیا کے لوگ تیرے مٹانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلیں گے۔ لیکن ہم خود تیری حفاظت کریں گے۔ اور تیرا انجام ہمارے ہاتھوں میں ہوگا۔ اور خدا تجھے عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھائے گا اور تجھے ان تمام الزاموں سے بری کرے گا جو تیرے منکر تجھ پر لگائیں گے اور خدا تیرے ماننے والوں کو قیامت کے دن تک تیرے انکار کرنے والوں پر غالب رکھے گا۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ - 556)

O===O===O

کہوں کیا تجھے تیرے اذکار اور اشغال کے مرکز
خدا طلبی۔ خدا جوئی۔ خدا بینی۔ خدا دانی

"میں حلفاً" کہتا ہوں کہ میرے دل میں اصل اور حقیقی جوش یہی ہے کہ تمام محامد اور مناقب اور تمام صفات جمیلہ آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کریں۔ میری تمام تر خوشی اسی میں ہے اور میری بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم ﷺ کی عزت دنیا میں قائم ہو میں یقیناً" جانتا ہوں کہ میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تمحیدی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں یہ بھی درحقیقت آنحضرت ﷺ ہی کی طرف راجع ہیں اس لئے کہ میں آپ کا غلام ہوں اور آپ ہی کے مشکوٰۃ نبوت سے نور حاصل کرنے والا ہوں اور مستقل طور پر ہمارا کچھ بھی نہیں اسی سبب سے میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے بعد دعویٰ کرے کہ میں مستقل طور پر بلا استفاضہ آنحضرت ﷺ سے مامور ہوں اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ مردود اور مخذول ہے خدا تعالیٰ کی ابدی مہرلگ چکی ہے اس بات پر کہ کوئی شخص وصول الی اللہ کے دروازہ سے آنہیں سکتا بجز اتباع آنحضرت ﷺ کے"۔

الحکم 31 مئی 1902ء

66

لِلّٰہِ دَرُّکَ یَا اِمَامَ الْعَالَمِ
اَنْتَ السَّبُوْقُ وَ سَیِّدُ الشُّجْعَانِ

ترجمہ: آفریں تجھ پر اے دنیا کے امام تو سب پر سبقت لے گیا ہے اور بہادروں کا سردار ہے۔

اے پیارے امام عالم وجۂ تخلیقِ کائنات میں آپؐ کی رفعتوں اور کمال شان کو بیان کرنے کے لئے قلم اٹھا تو لیتی ہوں مگر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سلطان القلم کے سے جامع الفاظ کبھی بھی نہیں ملتے جو آپؐ کی عظمتوں کا حروف میں نقشہ کھینچ سکیں۔ کیونکہ کوئی بھی جہت ایسی نہیں جس کو چھوڑ کر آگے چل سکوں۔ اگر تعلق باللہ کے حوالے سے آپؐ کی عظمت و برتری بیان کرتی ہوں تو کوئی نبی' پیغبر' ولی اور انسان فرشتہ بھی ایسا نہیں ملا جو آپؐ کے مقام تک پہنچ سکا ہو۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے صاحبِ کمال لوگوں کا سردار بنا دیا۔ امامِ عالم بنا دیا اور راہنماؤں کا گواہ بنا کر آپؐ پر شہادت کی مہر لگا دی۔ سبحان اللہ

بے شک

دنیا میں بہت سے صاحبِ کمال لوگ گزرے ہیں مگر جس رنگ میں آپؐ رنگین تھے اس کے سامنے سب کے رنگ پھیکے پڑ گئے ہیں اور جن خوبیوں کا آپؐ جامع تھے ان کا عشرِ عشیر بھی کسی انسان میں منتقل نہیں ہوا۔ ان خوبیوں

میں سرِفہرست خدا تعالیٰ کی محبت' فدائیت اور اخلاص و خوف ہے۔ جس سے
قرآن مجید کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ مثلاً" جنگِ بدر میں آپ ایک گول
خیمہ میں تشریف فرما تھے اور نہایت بے تابی سے دعا کر رہے تھے۔ فرماتے
جاتے تھے۔ "اے میرے خدا! میں تجھے تیرے ہی عہد اور وعدے یاد دلاتا
ہوں اور ان کے ایفاء کا طالب ہوں۔ اے میرے رب اگر تو ہی مسلمانوں کی
تباہی چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ اس پر
حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑلیا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! بس کیجئے
آپؐ نے تو اپنے رب سے دعا کرنے میں حد کر دی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس وقت زرہ پہن رکھی تھی۔ آپؐ خیمہ سے باہر نکل آئے اور
فرمایا کہ

"ابھی ان لشکروں کو شکست ہو جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں
گے۔"

بلکہ یہ وقت ان کے انجام کا وقت ہے اور یہ وقت ان لوگوں کے لئے سخت
اور کڑا وقت ہے۔ اللہ اللہ کیسا خوفِ خدا تھا کہ باوجود وعدوں کے اللہ تعالیٰ
کے اغناء کا خیال تھا لیکن یقین بھی ایسا تھا کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا
تو با آواز بلند سنا دیا کہ میں ڈرتا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے مجھے علم ہو چکا ہے
کہ دشمن شکست کھا کر ذلیل و خوار ہو گا اور ائمتہ الکفر یہیں مارے
جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تو یہ خوفِ خدا کے ساتھ ساتھ اخلاص راز و
نیاز کی انتہاء تھی جو نمایاں کام کر رہی تھی۔

پھر آپ کا کثرت سے استغفار فرمانا۔ اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھنا کہ پاؤں
متورم ہو جائیں۔ رات کو جاگ جاگ کر عبادت میں مشغول رہنا اور ایک
وقت ایسا بھی آ جانا کہ خدا تعالیٰ نے خود پروگرام بنا کر دیا جیسے فرمایا۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا (سورہ مزمل)
کھڑا رہا کر رات کو مگر تھوڑا۔ نصف اس کا یا کم کر دے اس میں تھوڑا
بتلاتا ہے کہ آپؐ خدا تعالیٰ کی ذات پر بے پناہ بھروسہ رکھنے کے باوجود احکامِ
الٰہی سے بے نیاز قطعی نہیں تھے۔ بلکہ احکامِ الٰہی کو پورا کرنے میں بہت زیادہ
چست تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ خدا کا فضل ہی تو ہے جو نجات ہو سکتی ہے
ورنہ اس کے فضل کے بغیر نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔ پس اسلام اعمال کے
نتیجہ میں نجات نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل نجات کا سبب بنتا ہے کیونکہ
اعمال صالحہ خدا کے فضل کے جاذب ہوتے ہیں۔

انت السبوق

اے پیشوائے عالم فرما کر آپؐ کو مسیح موعود علیہ السلام نے تو سورج سے
تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ جہاں مختلف صاحبِ کمال لوگ مثل دیا تھے آپؐ
مانند سورج ہیں اور وہ دریا تھے جبکہ آپؐ سمندر ہیں اور پھر آگے بڑھ کر
فرماتے ہیں کہ آپؐ اے سردار شجاعت! بہادری اور دلیری میں بھی بازی لے
گئے۔ جبکہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے پریشانی میں گھبرا کر ایلی۔ ایلی لما
سبقتنی کی پکار شروع کر دی تھی اور ایک دن ایسا بھی آیا تھا کہ موسیٰ
علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ "میں نے انجانے میں ایک
قتل کیا ہے۔ اس لئے وہاں اس علاقہ میں جانے سے خائف ہوں۔"

مگر

اے سید الشجعان! آپؐ کی زندگی میں ایک دن وہ بھی آیا تھا کہ مکہ کے

چنیدہ سرفروشوں نے آپ کے گھر کا احاطہ کیا ہوا تھا مگر آپؐ بے خوف و خطر
ان کی آنکھوں میں گردِ راہ چھوڑ کر نکل گئے تھے اور رات کی سیاہی ان کا مقدر
ہو گیا تھا۔ جبکہ تلواریں سونتے والے سب کے سب آپؐ کے خون کے
پیاسے تھے۔ وگرنہ کون دو سو اونٹ تک انعام مقرر کرتا ہے اور وہ بھی قتل
پر ــــــ اور قتل بھی ایک ایسے شخص کا جو ذاتی طور پر کسی کا دشمن نہیں
اور نہ کوئی اس کا دشمن ہے بلکہ وہ تو ایک عقیدہ کو قتل کرنے کے درپے ہیں
گوشت پوست کے انسان سے کوئی مقصد نہیں ہے کیونکہ وہ وجود ان کے
لئے باعث غیرت نہیں بلکہ وہ آواز اور عقیدہ باعث غیرت ہے جو آپؐ غار حرا
سے لے کر نکلے تھے۔ وہ تو اس نعرہ توحید کو دفن کرنا چاہتے ہیں جو ان کے
بتوں کی جڑوں پر تبر رکھتا ہے لہٰذا دو سو اونٹ آواز توحید کو دبانے کا انعام تھا۔
مگر آپؐ ہیں کہ اپنے ایک دوست کو تن و تنہا لے کر غار ثور میں جا دم لیتے
ہیں۔ انعام کے لالچ میں متلاشی غار کے منہ تک جا پہنچتے ہیں اور ایسے موقع پر
بہادر سے بہادر انسان بھی دل ہار بیٹھتا ہے۔ مگر خیر الرسلؐ اپنے ساتھی کو خندہ
پیشانی سے کہتے ہیں لاتحزن ان اللہ معنا نہ ڈر کہ ہمارے ساتھ وہ خدا
ہے جو ہمیشہ اپنے نیک بندوں کا محافظ چلا آیا ہے۔ اس کی طاقتیں کبھی زائل
نہیں ہوتیں۔ پھر اسی مہم پر سراقہ بن مالک سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ "وہ نہ
صرف اپنے مذہب کی توہین کرنے والے کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ کر
سوختہ دل کو تسکین دینا چاہتا ہے بلکہ دو سو اونٹ جو اپنی قوم میں ایک بہت بڑا
رتبہ دینے کے لئے کافی تھا اس کی ہمت کو اور بھی بلند کر دیتا ہے۔ جس طرح
شکاری اپنے شکار کو دیکھ کر لپکتا ہے اسی طرح وہ رسولؐ خدا کو دیکھ کر آپ کی
طرف لپکتا ہے اور تیر کمان ہاتھ میں لے کر چاہتا ہے کہ آپؐ پر وار کرے وہ
اکیلا نہیں بلکہ ایک نعرہ مار کر وہ اپنے گرد ہزاروں آدمیوں کو جمع کر سکتا ہے۔

"حضرت ابوبکرؓ مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک دفعہ بھی مڑ کر یا منہ پھیر کر نہیں دیکھا اور اس بات نے سراقہ کو ورطۂ
حیرت میں ڈال دیا اور اس کی آنکھیں کھل گئیں کہ میں کس انسان کا پیچھا کر
رہا ہوں؟ وہ مدت العمر اس نظارہ کو اپنے حافظہ سے نہیں مٹا سکا۔ آپؐ مستقل
سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے جا رہے تھے اور بغیر اظہارِ خوف و ہراس اپنی
منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ کیونکہ آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک جری شجاع
اور اولوالعزم دل دیا ہوا تھا۔ جو مضبوط اور حوصلہ مند تھا کہ دشمن کی آنکھوں
میں آنکھیں ڈال کر اس کے تمام ظاہری اسباب کو بے حقیقت کر دیتا تھا۔

اور آج

شہرت و دولت کے لالچ میں تعاقب کرنے والا سراقہ معافی کا خواستگار ہے اور
امن میں آنے کی پرچی مانگتا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کے کام ہیں کہ اس کے
دل میں ایسا رعب ڈال دیا کہ اس نے اپنی سلامتی اسی میں سمجھی کہ خاموشی
سے واپس چلا جاوے بلکہ اس نے تو تعاقب کرنے والوں کو بھی واپس لوٹا دیا۔
تو یہ تھا بہادری و دلیری کا وہ رعب و دبدبہ جو خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب ہادی
برحق محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہوا تھا۔ اسی لئے تو وہ لاریب سیّد
الشجعان تھے اور یہی وہ حق و سچ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے
الہامی شعر میں بیان فرمایا ہے۔

أَنْتَ الْمَسْبُوْقُ وَسَيِّدُ الشُّجْعَانِ

چنانچہ

سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے جو صفات اربعہ کہلاتی

ہیں۔

پہلی صفت	ربّ العلمین
دوسری صفت	رحمٰن
تیسری صفت	رحیم
چوتھی صفت	مالک یوم الدین

اور

اللہ تعالیٰ نے کس قدر محبت و یکتائی عطا کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چاروں صفات کا مظہر کامل بنا دیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ چاروں صفات ام الصفات ہیں اور خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب رسولؐ کو انسان کامل بنا کر تمام نبیوں پر فوقیت و سبقت عطا کر دی۔ بے شک بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ہر جہت کو مد نظر رکھ کر فرمایا ہے کہ "انت البسوق" جیسے کہ الحکم 10- اگست 1903 صفحہ 20 پر آپ فرماتے ہیں کہ "پہلی صفت رب العالمین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھی مظہر ہوئے۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے وما ارسلنک الا رحمة العٰلمین (1) جیسے رب العالمین تمام ربوبیت کو چاہتا ہے اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپ کی ہدایت و تبلیغ کل دنیا اور کل عالموں کے لئے قرار پائی پھر دوسری صفت رحمٰن کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کے بھی کامل مظہر ٹھہرے۔

کیونکہ آپؐ کے فیوض و برکات کا کوئی بدل اور اجر نہیں وما اسئلکم علیہ اجر پھر آپؐ رحیمیت کے مظہر ہیں آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ نے جو محنتیں اسلام کے لئے کیں اور ان خدمات میں جو تکلیفیں

(1) الانبیاء ع 7

اٹھائیں وہ ضائع نہیں ہوئیں۔ بلکہ ان کا اجر دیا گیا اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف میں رحیم کا لفظ بولا گیا ہے پھر آپؐ مالکیت یوم الدین کے مظہر ہیں۔ اس کی کامل تجلی فتح مکہ کے دن ہوئی۔ ایسا کامل ظہور اللہ تعالیٰ کی ان صفات اربعہ کا جو ام الصفات ہیں اور کسی نبی میں نہیں ہوا۔ (2)

تو یہی واضح مطلب ہے انت البسوق کا ---- اور مستند و بجا طور پر آپ کی رفعت و یکتائی کی اعلیٰ دلیل پیش فرمائی گئی ہے اور آگے چل کر جب ہم صحابہ کرامؓ کی قربانیاں اور جانثاریاں پڑھتے ہیں تو بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اے امام عالمؐ! آپؐ مربی اعظم ہیں۔ کہ جن کی قوی التاثیر تربیت و صحبت نے ایک انقلابِ عظیم پیدا کر دیا۔ وحشی اور درندہ نما انسانوں کو فرشتوں سے ہم مصافحہ کر دیا اور یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا کمال تھا جو کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ اسی لئے تو آپؐ تمام نبیوں کے پیشرو ہیں۔

(2) الحکم 10- اگست 1903ء صفحہ 20

"خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستورالعمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تک محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے"۔

چشمۂ معرفت

○---○---○

"یعنی نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر درود بھیج دراصل درود شریف ہی تربیت کا ذریعہ ہے"۔

67

اُنْظُرْ إِلَيَّ بِرَحْمَةٍ وَّتَحَنُّنٍ
يَا سَيِّدِيْ أَنَا أَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

ترجمہ: تو مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر اے میرے آقا میں ایک حقیر ترین غلام ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ امام زماں اپنے اس شعر میں بحیثیت ایک غلام اپنے آقا کے حضور مؤدبانہ درخواست پیش کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے میرے آقا و مولیٰ آپؐ کی بے حد عنایات مجھ پر ہیں۔ ہمیشہ آپؐ نے مجھے کسی نہ کسی طرح نوازہ ہے۔ ایک اور التجا لے کر حاضر ہوا ہوں کہ میری طرف ایک بار رحمت کی نظر سے دیکھ لیجئے۔ آپ کا ایک دفعہ میری طرف محبت کی نظر سے دیکھنا رحمتوں کے بے شمار دروازے مجھ پر کھول دے گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپؐ کی نظرِ کرم ہزاروں دکھوں کا مداوہ کرتی ہے۔ اس لئے ایک دفعہ میرے دکھوں کا علاج بھی اپنی نظرِ کرم سے کر دیجئے۔

مجھے یاد ہے کہ عرب کے پرخار و ویران صحرا میں آپؐ کی نظرِ عنایات اٹھی تھی تو صدیوں کی تاریکیاں نور سے بدل گئی تھیں۔ جہالت کی ویرانی نورِ یقین سے سیراب ہو گئی تھی۔ ظلم و جور، بد رسومات اور عریانی و بد امنی تار تار ہو گئے تھے اور محبت و ایمان کی چادر میں آپؐ نے چہار اطراف کو ستر پوش کر دیا تھا۔ ہر ننگ کو نور سے ڈھانپ دیا تھا اور ہر نور کو تاقیامت دائمی کر دیا تھا۔ آج اس نورِ مجسم کا واسطہ آپؐ مجھے اس فیض تک رسائی دیجئے تا رحمت میرا

مقدر ہو جائے۔ میرے آقا میں تو آپ کے قدموں میں اور آپ کی ہی چوکھٹ پر بیٹھنے والا ہوں۔ آپ کی عطا کردہ روشنی و رحمت اور توجہ مجھے نہ صرف زندگی عطا کرے گی بلکہ زندگی بخش بنا دے گی۔ انشاء اللہ

گویا آپ فرماتے ہیں کہ

میں آپؐ کا ایک ادنیٰ ترین غلام ہوں مگر عرش کی بلندی کو جا چھوؤں گا۔ جب آپؐ کا حلم، نرمی، مٹھاس اور محبت و پیروی مجھے نصیب ہو جائے گی۔ میں واسطہ دیتا ہوں آپؐ کو اے احمدؐ مجتبیٰ! آپ کے محبوب حق تعالیٰ کا کہ اس کے صدقے ہی میری حقیر کوششوں کو پھل آور کر دیجئے۔ گو میرے آقا! میں ایک حقیر ترین غلام ہوں مگر بلند ترین انعام کا طلب گار ہوں۔ یہ جرأت بھی آپؐ کی ہی عطا کردہ ہے۔ "کہ جو میرا ہو گا میرے نقش قدم پر چلے گا۔" آپؐ کا یہی فرمان لے کر میں صبح و مسا چلتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے خدا خالق کل کا چہرہ نظر آنے لگا۔ گویا مجھے آپ کے حسین چہرہ میں خدا کا نور مل گیا۔ یہی میری طلب تھی اور یہی میرا انعام ہے۔ میں اس انعام الٰہی کو پا کر اس حد تک خوش ہوا کہ آپ کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ اب تو میری حالت یہ ہے کہ آپؐ کے محبوب خیال سے میں ایک لمحہ بھی باہر نہیں نکلتا۔ یہاں تک کہ اس خیال سے جدا ہونا بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ آپ کی محبت کا دائرہ میرے گرد اتنا تنگ ہو گیا ہے کہ میں ہر کام میں۔ ہر سوچ میں اور ہر راہ میں آپ کے ہی نقش پا پر چلتا ہوں اور اسی میں راحت پاتا ہوں اور اس طرح میں آپ کے اتنا قریب آ جاتا ہوں کہ کوئی گھڑی بھی آپ کی یاد و ذکر سے خالی نہیں رہتی۔ میرے سردار اعلیٰ! میں ایک دعائیہ درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں کہ مجھے اپنی

امت کے لئے رحمت کا ایک نشان بنا دیجئے تاآنکہ مردہ زمین زندہ ہو جائے اور دنیا میں محمدیؐ سایہ ممتد ہو کر اتنا پھیل جائے کہ ہر فرد و بشر کلمہ گو ہو جائے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ زمین و آسمان میں با آواز بلند بول اٹھے کہ یہ احقر غلام مرزا غلام احمدؑ قادیانی اسی کی ایک گونج ہے۔

(آمین ثم آمین)

یاد رہے کہ یہ مبارک گونج "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی ایک دلیل ہے۔ آپؐ کا مذہب زندہ مذہب ہے ۔ ۔ ۔ آپ کی حقانیت پر ایک اور دلیل عجیب تر ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں پائی نہیں جاتی اور وہ آپؐ کے دیئے ہوئے مذہب کا زندہ مذہب ہوتا ہے۔ زندہ مذہب وہ مذہب ہوتا ہے جس کی زندگی کے آثار ہر وقت ثابت ہوتے رہتے ہیں اس کے برکات، ثمرات، تاثیرات کبھی مردہ نہیں ہوتے بلکہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ پائے جاتے ہیں۔" [1]

(1) ملفوظات جلد 9 صفحہ 145

"رسول اکرم ﷺ اپنے گھر سے نکلے اور ایک کھجوروں کے باغ میں داخل ہوگئے اور حضورؐ نے وہاں پر بہت لمبا سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ شائد اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کرلی ہے پس میں آپ کے نزدیک آیا تاکہ میں دیکھوں کہ آپ زندہ ہیں یا فوت تو نہیں ہوگئے! پس نبی اکرم ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ تجھے کیا معاملہ درپیش ہے؟ تو میں نے اپنے خوف اور گھبراہٹ کی وجہ بتائی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ کیا میں تجھے بشارت نہ دوں کہ یقیناً" اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے کہ جس نے آپ ؐ پر درود بھیجا میں بھی اس پر درود بھیجوں گا اور جس نے آپ پر السلام بھیجا میں بھی اس پر السلام بھیجوں گا"۔

68

يَا حِبِّ إِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً
فِيْ مُهْجَتِيْ وَ مَدَارِكِيْ وَجَنَانِيْ

ترجمہ: اے میرے آقا! تو از راہ محبت میری جان میرے خواس اور میرے دل میں داخل ہوگیا ہے۔

حضرت مسیح موعود بانئ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ "اے میرے پیارے! تیری محبت میرے خون میں، میری جان میں، میرے حواس اور میرے دل میں رچ گئی ہے۔" آپ نے اپنے دل کے جذبات کا بیان مختلف رنگوں اور مختلف جُہت سے کیا ہے۔ یہ سب محبت کے کرشمے ہیں کہ محب اپنے محبوب کے قصیدے سو سو طریقوں سے بیان کرتا ہے بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ میں گلی گلی کوچہ کوچہ اپنے پیارے کی خوبیاں اجاگر کرتا پھروں۔ مثل مشہور ہے "من احب شیا اکثر ذکرہ" کہ انسان کو جس چیز سے محبت ہو اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے۔ لہٰذا محب چاہتا ہے کہ ہر وہ آنکھ جو دیکھ نہیں سکتی میری آنکھ سے میرے محبوب کے حسن کو دیکھ لے۔ یہی کیفیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے۔ کہ اِن تمام قصائد و کتب کا ایک ایک قرطاس پکار پکار کر محبت کی گواہی دے رہا ہے کہ میرا محبوب میرے لئے بمنزلہ روح کے ہے۔ چنانچہ اس شعر میں آپ نے کمال محبت کا اظہار کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں داخل ہو چکی ہے اور یہی محبت خدا تعالیٰ کو پسند آئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو اس زمانہ میں احیائے دین کی خدمت پر مامور فرمادیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ "مجھے ایک دفعہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔ یعنی ارادۂ الٰہی احیائے دین کے لئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر ہر شخص پر مُحیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی۔ اسلئے وہ اختلاف میں ہیں۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحیی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا

هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے مطلب یہ ہے کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسولؐ ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔"

اگر ہم شرط اعظم پر گفتگو کریں تو یہ سارا قصیدہ جو ستر اشعار پر مشتمل ہے اور جس کا ایک ایک حرف محبت میں ڈوب کر جوڑا گیا ہے۔ واضح ثبوت ہے اس کمالِ عشق کا جو بانی سلسلہ احمدیہ کو سرورِ کائنات فخر الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے آپ کو تھا اور اس عشق کا معراج حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا وہ دعویٰ نبوت ہے جو پوری شان صداقت کے ساتھ حرف بحرف پورا ہوا بس یہ کہہ دینا کافی ہے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب' (الحمد اللہ علی ذالک) تاہم آیئے ہم شرط اعظم پر کچھ مزید غور کریں۔

ہاں تو اگر شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے تو آیئے ہم ہر زاویہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کو پرکھ لیتے ہیں۔ آپ کے عشق کا معراج اول تو ہمیں القصیدہ کے ایک ایک شعر میں ملتا ہے جو محبت میں ڈوب

کر آپ نے جوڑا ہے۔ پھر آپ کی سچی اتباع میں ملتا ہے آپ کی زندگی کے شب و روز میں ملتا ہے آپ کی سچی تصنیفات کے ایک ایک ورق پر ملتا ہے اور ان مقدمات کی پیروی میں ملتا ہے جو آپ نے ساری حیاتی میں پنڈت لیکھرام اور ڈوئی جیسے ظالم گستاخِ رسولؐ لوگوں کے خلاف نپٹائے گئے تھے۔ ان میں آپ کی سچی محبت اور والہانہ عشق روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ذرا پڑھیں اور غور کریں کہ ایک محب اپنے محبوب کے لئے کہتا ہے کہ میرا محبوب حضرت محمد مصطفیٰؐ مظہر اتم الوہیت ہے۔ آئینہ خدا نما ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے۔

کتنا عظیم سچ ہے

"جس قدر اس سے کوئی مناسبت اور محبت پیدا کرتا ہے اس قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے اور نورانیت اس کے دل میں پھیلتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کی رنگ میں آ جاتا ہے اور ظلی طور پر ان سب کمالات کو پالیتا ہے جو اس کو حاصل ہیں"۔

"پھر حضرت بانی سلسلہ عالیہ اپنی محبت کی شان میں اپنے محبوب کے لئے ہمیں توجہ دلاتے ہیں کہ آنحضرت کی پیروی انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتی ہے کیونکہ آپ کا ایمان ہے کہ فخر الانبیاء محمدؐ مصطفیٰؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ
یعنی میں قیامت تک اولاد آدم کا سردار ہوں اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

○---○---○

"جو شخص کسی روز ہزار مرتبہ درود پڑھے گا وہ اپنی اسی زندگی میں بہشت کے اندر اپنی جگہ دیکھ لے گا"۔

69

مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِيْ
لَمْ أَخْلُ فِيْ لَحْظٍ وَّلَا فِيْ اٰنِ

ترجمہ: اے میری خوشی کے باغ! تیرے چہرے کی یاد سے میں ایک لحظہ اور ایک آن بھی خالی نہیں رہا۔

ایک محب نے اپنی محبت کی انتہاء پر اپنے فنا ہونے کا نقشہ اپنے کلام میں کچھ اس طرح کھینچا ہے کہ میں کس طرح تیرے پیار کے حصار میں آیا ہوا ہوں کہ میرا ایک لمحہ بھی تیرے ذکر سے خالی نہیں گزرتا۔ میں تیری سوچ محبت میں گھنٹوں ڈوبے رہتا ہوں اور کوئی گھڑی بھی ایسی نہیں آتی کہ میں تیرے ذکر و فکر سے آزاد ہو کر گزار دوں۔ بلکہ اے میری خوشیوں کی جنت میں تو اپنے گھر میں بھی ان بیدار آنکھوں سے آپؐ کو دیکھ لیتا ہوں۔

قارئین! ہم سب جانتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایک مانی ہوئی حقیقت ہے۔ لوگ وظائف کرتے ہیں۔ چلّے کاٹتے ہیں۔ سلوک کی راہوں پر چلتے ہیں اور خدا تعالیٰ کئی بار ان کی دعائیں سن کر محبوب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انہیں عطا کر دیتا ہے۔ بلکہ کئی بزرگان دین کو آپؐ درجنوں بار خوشیوں کی جنتوں میں ملے بھی ہیں۔

لیکن

یہ خوشیاں اس وقت تک دائمی ہوا کرتی ہیں جب جسم کا کوئی بھی حصہ یادوں کی کوئی بھی گھڑی اور سوچوں کا کوئی بھی لمحہ آزاد نہ ہو اور محبوب کی محبت میں

محب اس طرح جکڑا ہوا ہو کہ اپنے پیار کے راستے سے ایک انچ بھی جدائی اس پر شاق گزر رہی ہو۔

سوؤں تو تجھ کو دیکھ کر - جاگوں تو تجھ پہ ہو نظر

گو اس شعر میں صورت حال کچھ آسان ہے۔ مگر مشکل اور مشکل ترین نسخہ محبت یہی ہے کہ آپؐ کے نقش قدم پر چلا جاوے اور جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے بغیر کسی لچک کے اسے اپنایا جائے۔ کیونکہ ان میں بہت سے دشوارگزار راستے ہیں۔ لیکن احکامات پر چلنا ہی تو عشق حقیقی ہے اور اس پر کامیاب وہی ہوتا ہے جو دل کو قلبِ سلیم میں ڈھالتا ہے اور دنیا کی محبت کو اپنے دل سے نکالتا ہے۔ قربانی کے لئے ہر دم تیار رہتا ہے کیونکہ ایمان لانا تو آسان امر ہے اعمال بجالانا مشکل ترین امر ہے۔

لیکن

حضرت محمدؐ مصطفیٰ سرور کائنات کا فیض دیکھیں کہ اگرچہ آپؐ پر ایمان لانے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ گناہ بخش دیتا ہے اور تزکیہ نفس کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی ارفع لطف یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا چہرہ نظر آنے لگے۔ کیونکہ یہی تو محمدؐ مصطفیٰ کی محبت کا معراج ہے۔ لہٰذا اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مختلف زاویوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت کو پرکھا جائے۔ کہ آخر کیا چیز ہے کہ ایک محبت کرنے والے کو جذب کر گئی ہے وہ فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ہونے پر آمادہ ہو گیا ہے تو آیئے کچھ مختلف جہت سے دیکھتے ہیں۔ اس شعر کی روشنی میں—— وجھک پر صرف غور کریں تو سب سے پہلے شکل و صورت خدو

خال اور خوبصورتی لیجئے۔ جس کا ذکر اکثر لوگ قصائد میں کرتے ہیں اور بہت خوش بیانی سے آپ کے حسن و جمال کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً ایک بزرگ شاعر ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے کیسا بجا فرمایا ہے۔

حسینان عالم ہوئے شرمگین
جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نورِ جبین
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل ترین
کہ حوریں بھی کہنے لگیں آفریں

بیشک خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کامل خوبصورتی دے کر نازل فرمایا تھا اور حسن کا مجسمہ ہی تو پیدا کیا تھا۔ تو پھر اس پر نور نبوت تو گویا نورٌ علی نور والا معاملہ ہو گیا۔ لہٰذا آپ کو یاد ہو گا کہ جب آپؐ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے نور کے ہالہ میں ایک روشن چاند کے گود میں آنے کی نوید پائی تھی۔ جس چاند کی روشنی مغرب و مشرق میں پھیل جائے گی۔ پس یہ نور کا مجسمہ محب کے ذکر میں ہر لمحہ رہتا ہے۔

اب ایک دوسرے زاویہ سے دیکھیں تو آپؐ کو خدا تعالیٰ نے یکتا و بے مثل سیرت بھی عطا فرمائی تھی۔ بچپن میں ہی برکت کے لحاظ سے حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر جب آپؐ گئے تو اس کا گھر برکتوں کا گہوارہ بن گیا۔ اونٹ، بکریاں اور دوسرے جانور ڈھیروں دودھ دینے لگے۔ جب ننھے دوستوں کے ساتھ آپ کھیل رہے تھے تو ڈاکوؤں کا سردار آپ کی شجاعت اور سچائی کی داد دینے پر مجبور ہو گیا تھا اور جب آپ کو ننھی سی عمر میں غم آیا تو ماں کے سرہانے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے دامن میں درِ یتیم نے صبر کا ایسا پھل سمیٹ لیا کہ دادا، چچا اور باقی لوگ محو حیرت ہو گئے کہ اتنی سی جان اور صبر و استقامت میں کوہ وقار کیسے؟ بوجہ طوالت تمام طبعی عادات و اطوار کو ہر لمحہ و ہر گھڑی سامنے رکھ کر بیان کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا یہ کافی ہو گا کہ اگر یہ کہہ دیا

جائے کہ

یہ پیاری پیاری رفعتیں، یہ حسین عادتیں اور یہ انسانی شفقتیں آپؐ کی ذات میں از خود تھیں کسی اکتسابی عمل کا نتیجہ نہیں تھیں۔ یہی بلندیاں، یہی خوش خلقیاں آپ کو عظیم المرتبت باوقار ساتھی عطا کر گئیں کہ کہیں وفا شعار صدیقؓ دوست تھے۔ تو کہیں جان نثار زیدؓ و بلالؓ تھے۔ حتیٰ کہ ایک تنہا انسان کو بارہ ہزار قدوسیوں کا سپہ سالار و محبوب بنا دیا پھر

ایک دن چن لیا آپ کو سارا جہاں رہنے دیا

پس بے شک یہ ایک مستند حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی اصل میں ذکر اکبر ہے اور اسی میں نجات مضمر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور رحمت بانٹنے کے لئے رحمۃ للعالمین کو اپنا وسیلہ بنایا ہے اور اس مبارک وسیلے کی برکت و پیروی سے خدا تعالیٰ نے انسانوں کو اپنا پیارا بندہ بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ نور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے سے ہم کو ملتا ہے وہ کیا چیز ہے تو اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیتے ہیں کہ۔

"وہ ایک پاک معرفت ہے جس کے ساتھ کوئی تاریکی شک و شبہ کی نہیں اور وہ ایک پاک محبت ہے جس کے ساتھ کوئی نفسانی غرض نہیں اور وہ پاک لذت ہے جو تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے۔ جس کے ساتھ کوئی کثافت نہیں اور وہ ایک زبردست کشش ہے جس پر کوئی کشش غالب نہیں اور وہ ایک قوی الاثر تریاق ہے جس سے تمام اندرونی لغزشیں زیر ہو جاتی ہیں پس یہ پانچ چیزیں جو نور کے طور پر روح القدس کے ساتھ ہی پیروی کرنے والے کے دل پر نازل ہوتی ہیں۔ پس ایسا دل نہ صرف

گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے بلکہ طبعاً" اس سے متنفر بھی ہو جاتا ہے۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول صفحہ 194-195)

"سو آخری حقیقت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسولؐ نبی امی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں رہے گی زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اس کا خدا ہو گا اور جھوٹے خدا سب اس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مبارک ہو گا اور الٰہی قوتیں اس کے ساتھ ہوں گیں"

O===O===O

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

"ہر ایک نبی کی ایک ایک دعا مستجاب ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعائے مستجاب آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کیلئے مخفی رکھوں"

بس اچھی خاموش! کہ اب تو حد ادب کو پار نہ کر
اس کا تصور کیا کیجئے جو نور ہے چاند ستاروں کا

O===O===O
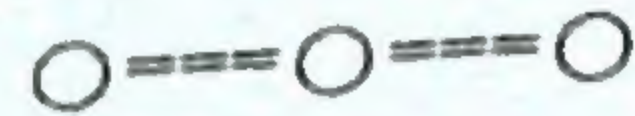
آنحضرت ﷺ خاتم النبین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے"۔

ملفوظات جلد 8 صفحہ 252

70

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

ترجمہ: میرا جسم تو شوق غالب سے تیری طرف اڑنا چاہتا ہے
اے کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی۔

میرا جسم محبت کے شوق میں تیری طرف اڑنا چاہتا ہے۔ کاش مجھ میں قوت پرواز ہوتی! یہ ایک وفور محبت کا انداز ہے کہ جوش عشق میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے ہیں کہ آپ کا مادی قالب بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب سے متحد ہو جائے۔ اگرچہ وہ فرماتے ہیں کہ روح کو روح سے مناسبت ہے اور میری اور میرے محبوب کی مثال یک جان و دو قالب کی ہے پھر بھی میں یہی چاہتا ہوں کہ اے کاش میرے پَر ہوتے تو میں اس کے کوچہ کی طرف ہمیشہ اڑتا۔---------

دراصل

محبت ایک ایسا جذبہ ہے کہ جس کا روح سے تعلق زیادہ اور جسم سے کم ہوتا ہے۔ زیادہ مضبوط اور پائیدار تعلق روح کا ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہ ماں کی محبت سے انسان کہیں سے کہیں اڑتا پھرتا ہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت میں بھی بندگان الٰہی کا یہی حال ہے کہ جوش محبت سے وہ کہاں سے کہاں چلے جاتے ہیں۔ معراج بھی تو یہی تھا کہ خدا کی محبت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا روحانی منظر پیش کیا گویا خدا تعالیٰ اپنے محبوب کی محبت میں کہاں

سے کہاں پرواز کرتا ہے۔ یہ جذبہ محبت ہی تو تھا کہ

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی

(پھر نزدیک ہوا پھر اتر آیا پس وہ تھا اندازہ پر فاصلہ دو کمان کے)

آپ کو یاد ہو گا کہ نوروں کا مجموعہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم اپنے خدا کی طرف اتنا زیادہ چڑھے کہ جہاں تک امکان تھا اور خدا سے نزدیک تر ہو گئے اور قرب کے تمام کمالات طے کر لئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اپنی کامل محبت سے

آپ کو اتنا نوازا کہ مولا کریم اور فخر موجودات کے درمیان صرف وتر کا فاصلہ رہ گیا اور ہم سب جانتے ہیں کہ وتر دائرے کا سب سے چھوٹا سا فاصلہ ہے تو ثابت یہی ہوا کہ خداوند کریم اور اس کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ممکن ترین چھوٹا فاصلہ رہ گیا دونوں قوسین ممکنہ حد تک مل گئیں۔ تو یہ تھی محبت کی انتہاء جس کا تعلق روح اور صرف روح سے تھا۔ اس سے بہتر مثال اس جذبہ محبت کی پیش نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس قصیدہ کے آخری شعر میں یہی اظہار کر رہے ہیں کہ مجھ میں طاقت پرواز اگر ہوتی تو اڑ کر اے میرے محبوب سرور کائنات میں آپؐ کے پاس پہنچ جاتا۔!!!

مگر محبت کے غلبے کی انتہاء یہاں تک ہے کہ آپ حضرت اقدس خواہش رکھتے ہیں کہ "میں جسم کے ساتھ اڑ کر تیری طرف پہنچ جاؤں۔"

"آپ کی محبت کسی بناوٹ یا تصنع سے نہیں بلکہ طبعی اتم اور اکمل درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ اور یہ محبت آپ کے رگ و ریشہ میں داخل ہو چکی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے اور ایسی تصویر اس کی اپنے اندر کھینچتا ہے کہ گویا اسے پی جاتا ہے۔ سے اپنے وجود میں داخل کر لیتا ہے۔ یہی حال حضرت بانی جماعت احمدیہ کی محبت کا ہے اور آپ کی یہی محبت خدا تعالیٰ کو پسند آ گئی کہ آپ کو اس زمانہ میں احیائے

دین کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے۔"[1]

اس غیر فانی محبت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں!

"انی اموت ولا تموت محبتی
یدری بذکرک فی التراب ندائی

اے میرے محبوب! اگرچہ میں وفات پا جاؤں گا۔ لیکن میری محبت ہمیشہ زندہ رہے گی اور اس پر کبھی موت وارد نہ ہو گی۔ اور زمین میں پڑے ہوئے لوگوں کی جب آوازیں سنائی دیں گی تو میری آواز تیرے ذکر سے شناخت کی جائے گی۔ دوسرے لوگ تو اپنے اور دلبروں کا نام لے رہے ہوں گے لیکن میری زبان پر تیرا نام ہو گا اور وہ میرے پیارے محمدؐ اے میرے محبوب محمدؐ اے میرے معشوق محمدؐ کا نعرہ بلند کر رہی ہوں گی۔"

O===O===O

خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

(1) شرح القصیدہ صفحہ 176

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

O===O===O

"ہزاروں درود و سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا"۔